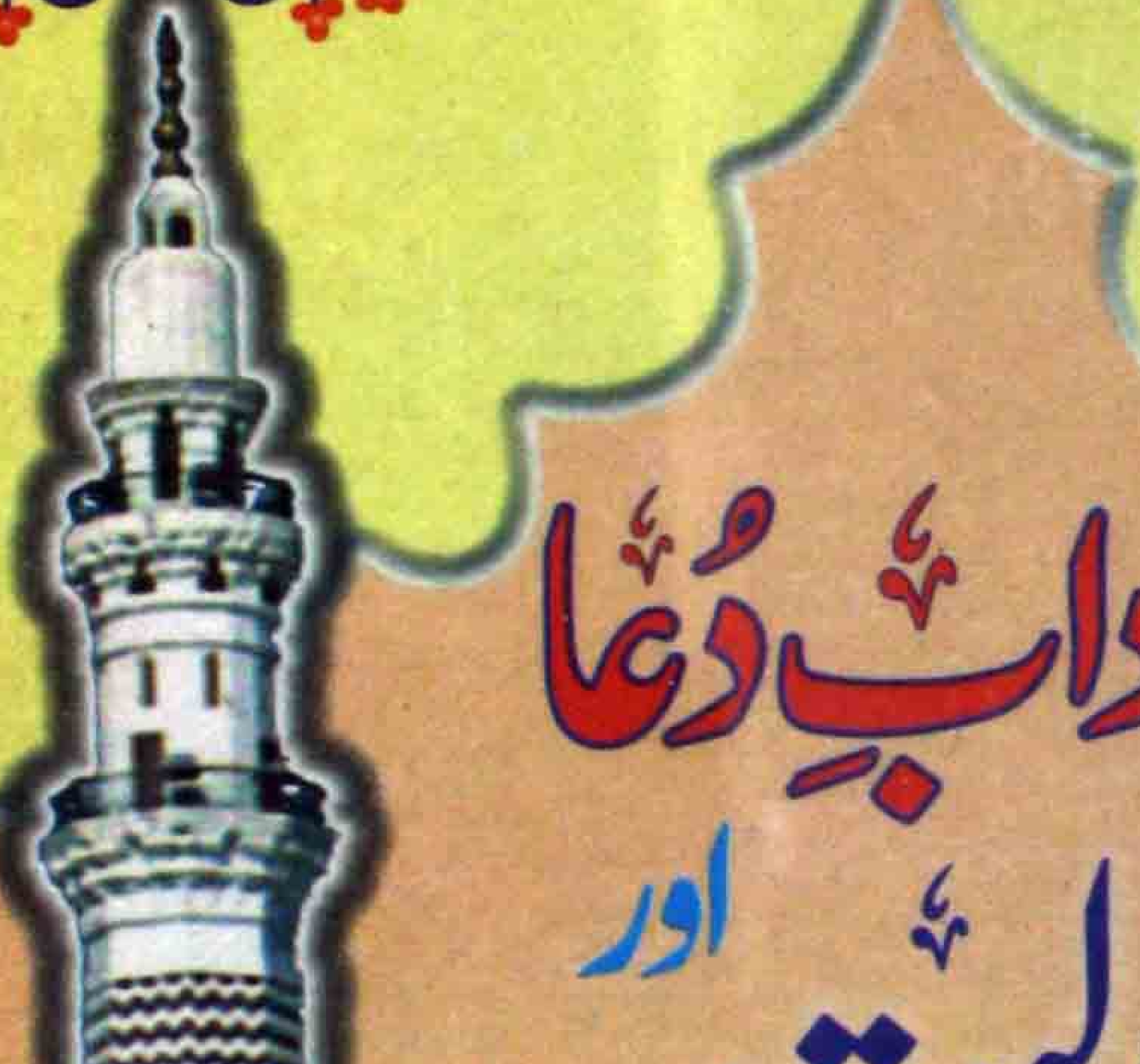
بسم اللہ الرحمن الرحیم



آدابِ دُعا
اور
اوقاتِ قبولیت

مؤلف

منیر احمد یوسفی

ایم۔اے

چیف ایڈیٹر ماہنامہ سیدھا راستہ لاہور

ملنے کا پتہ

نگینہ کتب خانہ

49۔ عمر دین روڈ وسن پورہ لاہور۔

آدابِ دُعا و اوقاتِ قبولیت

(حصہ اول)

تالیف

منیر احمد یوسفی (ایم۔اے)
مدیر اعلیٰ ماہنامہ سیدھا راستہ لاہور

نگینہ کتب خانہ
۴۹۔عمر دین روڈ، وسن پورہ۔لاہور

نام کتاب: آدابِ دُعا و اوقاتِ قبولیت

نام مؤلف: منیر احمد یوسفی (ایم۔اے)

ایڈیٹر ماہنامہ سیدھا راستہ لاہور

سن اشاعت: ۱۴۲۳ھ بمطابق ۲۰۰۳ عیسوی

حسب فرمائش: شیخ حمید فاضل صاحب

پروف ریڈرز: چوہدری رشید احمد جنجوعہ صاحب (ایم اے۔ ایل ایل بی)

محمد امیر الدین قریشی یوسفی صاحب، محمد سلمان خان صاحب

تعداد: گیارہ سو

مطبع: حامد جمیل پرنٹرز ریٹی گن روڈ، لاہور

ناشرین: صاحبزادہ بشیر احمد یوسفی صاحب

صاحبزادہ حافظ خلیل احمد یوسفی صاحب

صاحبزادہ محمد ابوبکر صدیق یوسفی صاحب

ہدیہ: ....

ملنے کا پتہ

نگینہ کتب خانہ ۴۹۔ عمر دین روڈ وسن پورہ، لاہور۔ ۳۹

فون نمبر 7286370

فہرست

بفیضانِ نظر

قطب جلی پیر طریقت رہبر شریعت امین علم لدنی، نیرّ اوجِ شرافت، مصرِ محبت، پیکرِ صدق وصفا، زبدۃ العارفین، شہنشاہ طریقت، عاشق رسول (ﷺ) فنافی الرسول (ﷺ) پروانۂ توحید ورسالت حضرت قبلہ علامہ حاجی محمد یوسف علی صاحب نگینہ نقشبندی مجدّدی قادری چشتی سہروردی قدس سرہ العزیز

مرکز انوار وتجلیات آستانہ عالیہ

پیلے گوجراں شریف چک نمبر 176 گ۔ب

تحصیل سمندری، ضلع فیصل آباد

انتساب

یہ کتاب ''آدابِ دُعا و اوقاتِ قبولیت'' رسول کریم رؤف ورحیم سرکارِ کائنات رحمتہ للعالمین شفیع المذنبین صاحبِ مقامِ محمود خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وازواجہ وسلم کی بارگاہِ بے کس پناہ سے منسوب کی جاتی ہے جو اللہ تبارک وتعالیٰ سے اور دعاؤں کا باکمال اور بے مثال وسیلہ ہیں جن کی برکت سے دنیا عذاب سے محفوظ ہے، جنہیں خود رب کائنات ارشاد فرماتا ہے کہ اپنے غلاموں کے لیے دُعا فرمائیں'' (وصل علیھم)'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضان سے بندۂ ناچیز اپنے شیخ حقانی امین علم لدنی پیر طریقت رہبر شریعت قبلہ حاجی محمد یوسف علی نگینہ صاحب علیہ الرحمہ اور اپنے والدین مرحومین کی طرف بھی نسبت کرتا ہے۔

نیاز آگین

منیر احمد یوسفی عفی عنہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

از استاذ العلماء حضرت علامہ مولانا محمد صدیق ہزاروی صاحب مدظلہ العالی

دُعا ایک ایسی عبادت ہے جو بندے کی عاجزی اور اللہ جل مجدہ الکریم کی قدرت و رحمت کو ظاہر کرتی ہے اور اس عبادت کے ذریعے بندے کا اپنے خالق سے تعلق قائم رہتا ہے۔ دعا کے آداب اور اس سے متعلق ضروری امور کے حوالے سے مبلغ اسلام علامہ منیر احمد یوسفی مدظلہ کی یہ تحریر نہایت جامع ہے جس میں ایک طرف مسلمانوں کو دعا کے بارے میں تمام اہم باتوں سے آگاہ کیا گیا ہے تو دوسری جانب دعا سے متعلق اہل بدعت کی جہالت اور بدعقیدگی کا مدلل انداز میں رد بھی کیا گیا ہے۔

سب سے اہم بات یہ ہے کہ ہر بات باحوالہ ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ حضرت علامہ یوسفی مدظلہ کی اس عظیم کاوش کو شرف قبولیت عطا فرما کر اُمت مسلمہ کی ہدایت و رہنمائی کا ذریعہ بنائے آمین بجاہ نبیہ الکریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

محمد صدیق ہزاروی

۴، ذوالعقدہ ۱۴۲۲ھ

۱۹ جنوری، ۲۰۰۲ء

اظہارِ خیال

''آدابِ دُعا واوقاتِ قبولیت'' بڑا ہی پیارا اور اہم موضوع ہے اگر اس کے بارے میں علم حاصل ہو تو دعا کرنے میں رجوع الی اللہ حاصل ہوتا ہے۔ جب دنیا کے سبھی وسائل ختم ہو جائیں اپنے پرائے سبھی چھوڑ جائیں تو دعا سے دین و دنیا کی نعمتیں بھی حاصل ہوتی ہیں اور رحمت خداوندی بھی ملتی ہے

''آدابِ دُعا واوقاتِ قبولیت'' فصاحت و بلاغت کے موتیوں سے بھرپور کتاب میں نگینہ کی چمک ہے خداداد ذہانت کی مہک بھی ہے مؤلف کے سینہ میں محبت مصطفےٰ ﷺ کی جو شمع روشن ہے ان کی شعاؤں میں وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوْحٰى کی شان والی مقدس نورانی، پیاری زبان سے نکلے ہوئے پیارے کلمات پر مبنی احادیث مبارکہ کے بیسیوں حوالہ جات سے اس کتاب کو مزین کیا گیا ہے احادیث مبارکہ کے مطالعہ و ذوق کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ'' آدابِ دُعا واوقاتِ قبولیت'' کے اس باب میں، جس میں سرور کائنات روح کائنات پیارے کریم آقا ﷺ کا طریقہ دعا تحریر کیا گیا ہے کہ آپ ﷺ ہاتھ اٹھا کر کس پیارے انداز سے دعا فرمایا کرتے تھے اس میں چالیس حوالہ جات تحریر کیے گئے ہیں۔

''دعا'' تو اللہ تبارک وتعالیٰ کو بھی بڑی پیاری ہے۔ اسی لیے دعا نہ کرنے والوں سے ناراض بھی ہو جاتا ہے جبکہ دعا کرنے والوں سے راضی ہوتا ہے۔ اس کی شان کریمی اور رحیمی کا اندازہ لگائیے کہ خود ہی اپنے بندوں کی بخشش فرمانے کے لیے نورانی فرشتوں کو مقرر فرما دیا کہ ہر وقت میرے ان پیارے بندوں کی مغفرت کے لیے دعا کرتے رہو جن کے دلوں میں عشق اور محبت مصطفےٰ ﷺ ہے یہی لوگ مومن کہلانے کے حقدار ہیں۔ ارشاد رب ذوالجلال ہے:

اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ

(ترجمہ)'' وہ فرشتے جو عرش الٰہی کو اٹھائے ہوئے ہیں اور جو فرشتے اُس کے گرداگرد ہیں اپنے رب کی تسبیح وتحمید کرتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں اور ایمان والوں کے لیے بخشش کی دُعا کرتے ہیں۔''

کچھ فرشتوں کو فرما دیا کہ جب میرے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام نماز ادا

کرنے کے لیے مسجد میں آ جائیں اور نماز کی ادائیگی سے پہلے جتنا وقت میرے گھر میں بیٹھے رہیں تو میری بارگاہ میں ان کی مغفرت کے لیے اور ان پر میری رحمت کے برسانے کے لیے دعائیں کرتے رہنا۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کے پیارے مقدس کلام کی ابتداء سورۃ فاتحہ پر غور کریں کہ خالقِ کائنات نے کس احسن انداز سے طریقۂ دعا کی تعلیم دی ہے کہ پہلے میری حمد و ثناء کرو پھر میری ربوبیت کا اقرار کرتے ہوئے میری شان رحمانی و رحیمی کو اپنے دل میں بسا کر میری مملکت حقیقی کو جانتے ہوئے اپنی عاجزی کا اظہار کرنے کے بعد دعا کرو۔

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝

قرآن مجید فرقان حمید میں انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی دعاؤں کا ذکر کر کے فرمادیا کہ تم بھی اپنی پریشانیوں سے نجات کے لیے ایسے ہی دعائیں کرو جیسے میرے پیاروں نے کی ہیں۔

حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی لغزش سے معافی چاہنے کے لیے عرض کیا۔

رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا ٜ وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝

حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ساڑھے نو سو سال تبلیغ کی ایک دن رب ذوالجلال کے احکامات سنا رہے تھے قوم نے آپ کو اذیت دی اور دیوانہ کہا تو حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعا کی۔

اَنِّيْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ ۝

حضرت یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مچھلی کے پیٹ میں دعا کی۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝

(تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو پاک ہے بیشک میں ظالموں میں سے ہوں)

بعد ازیں اللہ تبارک و تعالیٰ نے انہیں مچھلی کے پیٹ سے نکالا۔

حضرت ایوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیماری کی حالت میں دعا کی۔

اَنِّيْ مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ۝

"مجھے تکلیف پہنچی اور تو سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔"

اللہ جلّ شانہٗ اپنے بندوں پر بڑا ہی مہربان و کریم ہے۔ خود ہی حکم دیا کہ ماں باپ پر احسان کرو اور ساتھ ہی ماں باپ کے لیے دعا کا حکم دیا اور دعا کے الفاظ بھی ارشاد فرما دیئے۔

قُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ﴿۲۴﴾

''فرمادیں اے میرے رب ان دونوں پر رحم فرما جس طرح انہوں نے مجھے بچپن میں پالا۔''

کریم آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نماز کا طریقہ بتلایا تو والدین کے حق میں دعائے مغفرت کا سلیقہ بھی بتلا دیا۔ کتنا کرم ہے ہم پر پیارے کریم آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا کہ نمازی پانچ وقت کی نماز میں ہر روز اپنے اور والدین کے حق میں انیس مرتبہ دعا کرتا ہے رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ ''اے میرے رب میری بخشش فرما اور میرے والدین کی بھی۔'' ربّ تعالیٰ کی ذاتِ پاک راضی ہوتی ہے جب اُس کا بندہ بار بار اُس کی بارگاہ اقدس میں گزارش کرتا ہے اے میرے رب میری اور میرے ماں باپ کی بخشش فرمادے۔

جب بندہ اپنے آپ کو عاجز گردانتے ہوئے، بے بس اور بے سہارا جانتے ہوئے خالق کائنات کو مالک حقیقی، بڑائیوں اور بلندیوں والا مانتے ہوئے دعا کرتا ہے کہ اے میرے اللہ تبارک وتعالیٰ تو میرا مالک ہے میں مملوک ہوں تو میرا رب ہے میں تیرا بندہ ہوں میں خطائیں کرنے والا ہوں تو عطائیں کرنے والا ہے تو ہی میری دعا کو قبول فرمانے والا ہے۔ مجھ عاجز و ناتواں کی دعا کو قبول فرمالے تو اللہ تبارک وتعالیٰ فرشتوں کو فرماتا ہے کہ دیکھو میرا بندہ کیا کہہ رہا ہے کہ سبھی کچھ اس کا میں ہی ہوں آج یہ میرے حضور عاجز و ناتواں ہو کر دعا کر رہا ہے میں اس کی دعا قبول کرتا ہوں۔

دعا سے حب الٰہی اور عشقِ مصطفےٰ ﷺ کی نعمت ملتی ہے۔ دعا نہ صرف ایک عبادت ہے بلکہ عبادت کا مغز ہے۔ دعا سے محبّ اور محبوب کے درمیان حجاب ختم ہو جاتا ہے۔ دعا دامن پر لگے گناہوں کے دھبوں کو مٹا دیتی ہے۔ دعا دل مضطر کے لیے سکون مہیا کرتی ہے۔ دعا سے عجز وانکساری کی دولت ملتی ہے۔ دعا گناہوں اور برائیوں کی زندگی کا رخ موڑ کر صراط مستقیم پر استوار کر دیتی ہے۔ دعا ہی سے قربِ الٰہی اور عشقِ مصطفےٰ ﷺ کی نعمت حاصل ہوتی ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ شہنشاہِ ارض وسما ہے، ذات وصفات میں واحد اور یکتا ہے، اس کی شان، اس کی عظمت وحکمت بے مثل و بے مثال ہے۔ کائنات کے ذرے ذرے سے عیاں ہے۔

قاضی الحاجات ہے، رب عرش عظیم ہے، دعاؤں کو قبول کرنے والا ہے۔ دُعاؤں کی قبولیت سے ایمان وایقان اور لقائے رحمان کی دولت ملتی ہے۔

دُعا کرتے ہوئے صرف دعا کے الفاظ ہی نہ بولے جائیں بلکہ دل کی گہرائیوں سے عاجزی اور انکساری سے دعا کریں اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے اس ارشاد کو بھی پیش نظر رکھیں کہ "اے میرے محبوب (ﷺ) جب میرے بندے آپ (ﷺ) سے میرے متعلق پوچھیں یا آپ (ﷺ) سے میرے بارے میں سوال کریں تو آپ (ﷺ) فرمادیں میں ان کے بہت قریب ہوں اور صرف قریب ہی نہیں بلکہ ان کی دعائیں قبول کرتا ہوں اور یہ بھی انہیں فرمادیں کہ اگر وہ میری محبت چاہتے ہیں تو پھر آپ (ﷺ) کی تابعداری کریں۔ آپ (ﷺ) کی تابعداری کریں گے تو میں ان سے محبت کروں گا، وہ میری محبت حاصل کریں گے تو دعائیں بھی قبول کروں گا۔"

حاجی محمد یوسف عفی عنہ

صدر نگینہ سوشل ویلفیئر سوسائٹی (رجسٹرڈ 977)

چائنہ سکیم بلاک B ،III لاہور

تقاضائے فطرت

دُعا انسانی فطرت کا تقاضا ہے، انسان مادی ترقی اور دنیاوی خوش حالی کی بنا پر اکثر اپنے رب سے دور ہو جاتا ہے الا ماشاء اللہ۔ غفلت، گناہ اور نسیان کے کتنے بھی دبیز پردے اس کے دل پر پڑ جائیں لیکن جب انسان مصائب، مشکلات، معاشی، معاشرتی و خاندانی الجھنوں اور انفرادی پریشانیوں میں پھنستا ہے تو اس کے ہاتھ دُعا کے لیے بارگاہ الٰہی میں بے اختیار اُٹھ جاتے ہیں۔ قرآن مجید نے اس فطری تقاضے کو کئی جگہ بیان فرمایا ہے مثلاً سورت یونس کی آیت نمبر ۱۲ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنْۢبِهٖٓ اَوْ قَاعِدًا اَوْ قَآئِمًا ''اور جب انسان کو تکلیف پہنچتی ہے تو ہمیں لیٹے، بیٹھے اور کھڑے پکارتا ہے'' دوسری جگہ ارشاد فرماتا ہے وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهٗ مُنِيْبًا اِلَيْهِ (الزمر: ۸) ''اور جب انسان کو تکلیف پہنچتی ہے تو اپنے رب کی طرف جھکا ہوا پکارتا ہے'' اللہ تبارک وتعالیٰ نے کفار و مشرکین کا حال ایسا ہی بیان کیا ہے کہ بنیادی تکلیف، تنگ دستی اور بیماری وغیرہ میں اپنے جھوٹے معبودوں کو بھول کر ربِ کائنات، خالق ارض وسما کے حضور دُعا کرتے تھے۔ کفار، انبیاء کرام علیہم السلام سے اور مشرکین مکہ قحط سالی اور بیماری سے نجات کے لیے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دُعائیں کروایا کرتے تھے اور جب انبیاء کرام علیہم السلام اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعاؤں کی برکت سے کفار و مشرکین کو نجات ملتی تو وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کو بھول جاتے اور پھر شرک کرنے لگتے۔ چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَذُوْ دُعَآءٍ عَرِيْضٍ اور جب اسے (یعنی انسان کو) تکلیف پہنچتی ہے تو لمبی چوڑی دُعائیں کرتا ہے اور جب اس کی تکلیف دور ہو جاتی ہے (تو ارشاد باری تعالیٰ ہے) (اور جب ہم انسان پر احسان کرتے ہیں تو منہ پھیر لیتا ہے اور اپنی طرف دور ہٹ جاتا ہے) یہاں تک کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ثُمَّ اِذَآ اَذَاقَهُمْ مِّنْهُ رَحْمَةً اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ ''پھر جب وہ انہیں اپنے پاس سے رحمت کا مزہ عطا فرماتا ہے جبھی ان میں سے ایک گروہ اپنے رب کا شریک ٹھہرانے لگتا ہے۔'' اللہ تبارک وتعالیٰ سورت یونس کی آیت نمبر ۱۲ میں ناشکرے انسان کی کیفیت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهٗ مَرَّ كَاَنْ لَّمْ يَدْعُنَآ اِلٰى ضُرٍّ مَّسَّهٗ ''(پھر جب ہم اس کی تکلیف کو دور فرماتے ہیں (دعا کی وجہ سے یا اپنے فضل و کرم

سے) تو چل دیتا ہے گویا کبھی کسی تکلیف پہنچنے پر ہمیں پکارا ہی نہ تھا اور تکلیف کا زمانہ بھول جاتا ہے)رب ذوالجلال نے انسان کی عجیب حالت بیان فرمائی ہے کہ جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی تو ہمیں پکارتا ہے، ہماری بارگاہ میں گڑگڑاتا ہے اور جب تکلیف دور ہو جاتی ہے اور اسے کوئی نعمت عطا فرماتے ہیں تو قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِیْتُهٗ عَلٰی عِلْمٍ عِنْدِیْ ''کہتا ہے یہ مجھے ایک علم کی بدولت ملی ہے'' یعنی دولت مندی میری ہنرمندی کی وجہ سے ہے اور کبھی کہتا ہے هٰذَا لِیْ (حم السجدہ: ۵۰) ''یہ میرا حق ہے''۔

اللہ تبارک وتعالیٰ محولہ بالا آیات میں مشرکین اور کفار کے حالات بیان فرماتا ہے عالمی سروے اور حالات کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہے کہ یہی حالت اکثر کلمہ پڑھنے والوں کی بھی ہے۔ مصیبت میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے حضور بڑی لمبی چوڑی دعائیں کرتے ہیں اور جب مصائب دور ہو جاتے ہیں تو اللہ تبارک وتعالیٰ کو بھول جاتے ہیں۔

قرآن مجید میں انسانی حقیقت کیسے خوبصورت الفاظ میں بیان کی گئی ہے لَا یَسْـَٔمُ الْاِنْسَانُ مِنْ دُعَآءِ الْخَیْرِ وَاِنْ مَّسَّهُ الشَّرُّ فَیَئُوْسٌ قَنُوْطٌ (حم السجدہ:۴۹) ''آدمی بھلائی مانگنے سے اُکتاتا نہیں اور کوئی برائی پہنچے تو ناامید آس توڑ بیٹھتا ہے'' اور کئی مرتبہ ایسے ہوتا ہے کہ ناامید انسان خودکشی کر لیتے ہیں اور کئی لوگ اپنے حق میں بُری دعائیں کرتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد رب ذوالجلال ہے وَیَدْعُ الْاِنْسَانُ بِالشَّرِّ دُعَآءَهٗ بِالْخَیْرِ وَكَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا (بنی اسرائیل :۱۱) ''اور انسان برائی کی دعا کرتا ہے جیسے بھلائی مانگتا ہے اور انسان بڑا ہی جلد باز ہے''۔

دُعا دراصل بے چارگی اور درماندگی کی حالت میں مجبور اور لاچار کی پکار ہے جو اطمینان قلب کا سب سے بڑا وسیلہ ہے، ہر انسان پریشانیوں، خطرات اور مصائب میں نیازمندی سے اپنی حاجات اور ضروریات اپنے پروردگار کی جناب میں پیش کرتا ہے، ہر شخص کو اصلاح وفلاح کی ضرورت ہوتی ہے، انسان اپنی اصلاح وفلاح کے لیے دُعا کرتا ہے۔ قرآن مجید اور احادیث مبارکہ میں اس کی ترغیب، تاکید اور آداب کی تفصیل موجود ہے۔ جس شخص کو دُعا کی توفیق ملتی ہے اس کے لیے قبولیت کے دروازے اور جنت کے دروازے کھل جاتے ہیں، قضاء ٹل جاتی ہے، بلا ٹل جاتی ہے، دُعا نازل شدہ بلا کے لیے بھی نافع ہوتی ہے اور اس بلا کے لیے بھی، جو ابھی نازل نہیں ہوئی ہوتی اور کبھی بلا نازل ہو رہی ہوتی ہے اور دُعا اس کو روک دیتی ہے۔

انسان کو دُعا کرتے رہنا چاہے اس کی برکت سے مصیبت نہیں آتی اور کبھی اس کی وجہ سے مصیبت ٹل جاتی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کے نزدیک دُعا کی بڑی قدر و منزلت ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جس کو یہ بات پسند ہو کہ سختیوں کے وقت اس کی دُعا اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اس کو چاہیے کہ خوشی اور عیش کے وقت خوب دُعا کیا کرے۔ دُعا مسلمان کا ہتھیار ہے اور دین کا ستون ہے۔ دعا کرنے سے بندے کا رب کریم سے خاص تعلقِ بندگی قائم ہوتا ہے۔ جب بارگاہ الٰہی میں دُعا قبول ہو جاتی ہے تو بڑی سعادت اور خوش نصیبی حاصل ہوتی ہے۔ اگر انسان کو بظاہر دُعا قبول ہوتی نظر نہ آئے تب بھی یہ بہت بڑی سعادت ہوتی ہے کہ دُعا کے بہانے سے خالق و مالکِ حقیقی سے مناجات اور سرگوشی کی نعمت حاصل رہتی ہے۔ مبارک ہو اس انسان کو جو اپنے پروردگار کے حضور ہر حال میں دُعا کرتا رہتا ہے۔ دُعا کے نتیجے میں بندۂ مومن کی روح کو تسکین اور دل کو اطمینان حاصل ہوتا ہے۔

اکثر اوقات دیکھا جاتا ہے کہ دُعا کرنے والوں کی دُعا قبول نہیں ہوتی جبکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے اُجِیبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ (جب دُعا کرنے والا دُعا کرتا ہے تو میں اس کی دعا کو قبول کرتا ہوں) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جب کوئی مسلمان کوئی ایسی دُعا کرتا ہے جس میں گناہ اور صلہ رحمی کا منقطع کرنا نہ ہو، تو یقیناً ایسے دُعا کرنے والے کو تین چیزوں میں سے ایک چیز حاصل ہوتی ہے، اس کی دعا قبول کرلی جاتی ہے یا آخرت کے لیے ذخیرہ بنالی جاتی ہے یا اس سے اس حیثیت کی برائی دور کردی جاتی ہے۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ زندۂ حقیقی اور فضل وکرم والا ہے جب کوئی بندہ اس کی بارگاہ میں دستِ سوال پھیلاتا ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ ان پھیلے ہوئے ہاتھوں کو خالی لوٹاتے ہوئے حیا فرماتا ہے البتہ بعض اوقات، قبولیت میں تاخیر رونما ہونا یا دُعا کا مستجاب نہ ہونا یا تو کسی حکمت کے ماتحت ہوتا ہے یا دُعا کی قبولیت میں کسی وجہ کا حائل ہونا پایا جاتا ہے یا دعا کرنے والے سے ناراضگی کے لیے ہوتا ہے جبکہ شرائط نہ پائی جاتی ہوں۔

التجا ہے! ہم سب اپنے رب کے حضور دُعا و مناجات میں مصروف رہیں اور اپنے ربِ حقیقی کی یاد سے دلوں کو آباد رکھیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پر چلیں اور ان آداب

سے آگاہ رہیں جو آداب، اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں ہمیں مستجاب الدعوات کر دیں نیز دُعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ناچیز کی اس نامکمل سعی کو قبول عام عطا فرمائے اور یہ کتاب "آدابِ دُعاو اوقاتِ قبولیت" لوگوں کے لیے باعث نفع ہو۔ آخر میں ناچیز ان احباب کا جنہوں نے اس کتاب کی تالیف کے لیے خواہش کا اظہار فرمایا، خصوصاً برادر مکرم حاجی محمد یوسف صدر نگینہ سوشل ویلفیئر سوسائٹی رجسٹرڈ لاہور اور حاجی شیخ حمید فاضل (نیشنل بیٹری والے) کا احسان مند ہے۔ علاوہ ازیں خلیفہ مجاز چوہدری رشید احمد جنجوعہ یوسفی، محمد امیر الدین قریشی یوسفی، شیخ فہد یوسفی اور محمد سلمان خان صاحبان کا بھی، جنہوں نے خصوصی طور پر پروف ریڈنگ اور اشاعت کے مراحل میں بھرپور محبت کا اظہار فرمایا اللہ تبارک وتعالیٰ ان تمام احباب کو دین ودنیا کی بھلائیاں عطا فرمائے۔ کتاب کی صحت کے لیے انسانی کوششیں کی گئی ہیں۔ اس کے باوجود اگر قارئین کرام کو کسی قسم کی غلطی نظر آئے تو ازراہِ شفقت مؤلفِ کتاب کو آگاہ فرما کر مشکور ہوں۔ جزاک اللہ

طالب دُعا

منیر احمد یوسفی عفی عنہ

علامہ منیر احمد یوسفی دامت برکاتہم
ایک شخصیت ایک تحریک

از قلم: حضرت مولانا محمد منشا تابش قصوری

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا
ناقصاں را پیر کامل، کاملاں را رہنما

داتا کی نگری شہر لاہور:

جنے لاہور نئیں ویکھیا، اوجمیا ای نئیں، پنجاب میں یہ مقولہ ضرب المثل بن چکا ہے یعنی وہ شخص تو پیدا ہی نہیں ہوا جس نے لاہور نہیں دیکھا۔

یقیناً یہ مقولہ لاہور کی شان و شوکت، قدر و منزلت اور خصوصی محبوبیت و مقبولیت پر دلالت کرتا ہے۔ پھر آپ خود ہی تصوّر فرمائیے کہ جو واقعتاً اس شہر نامدار میں پیدا ہوا ہو آخر اس کی بھی تو کوئی شان ہو گی؟

مگر نہ جانے اس عالمی اہمیت کے حامل شہر جسے تاریخ نے مختلف اسمائے وصفیہ سے نوازا، کبھی ''مدینۃ الاولیاء'' سے یاد کیا تو کبھی ''مدینۃ العلماء العلوم'' سے پکارا، حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسے ''مدینۃ الاقطاب والارشاد'' سے موسوم فرمایا۔ عشاق اولیاء نے ''داتا کی نگری'' سے تعبیر کیا، ساجدین نے ''مدینۃ المساجد'' کی نسبت دی، جمالیات کے دلدادگان نے 'مدینۃ الحدائق'' باغوں کا شہر قرار دیا، فاتحین نے ''مدینۃ السلاطین'' بلکہ ''سلطان المدائن'' سے موصوف کیا، الغرض لاہور ہر فن، ہر علم اور ہر عمل کا حسین گلدستہ ہے۔ اسے جس سمت سے بھی دیکھا جائے دلکش، دلربا، دلفریب اور پیارا لگتا ہے۔ اس وسیع و عریض سمندر میں نہایت خوبصورت لؤلؤ اور مرجان پائے جاتے ہیں، البتہ ان سے استفادہ کے لیے محنت شاقہ' طویل جدوجہد اور بھرپور غواصی کی ضرورت ہے۔

نہ جانے ''مدینۃ الانس'' لاہور میں کتنے چھوٹے، بڑے، صغیر، کبیر، فقیر، امیر، شاہ و گدا پیدا

ہوئے اور گم نامی کے بحر جانستان میں غرق ہو گئے۔ تاہم بیسیوں ایسے نامی گرامی انسان بھی جلوہ گر ہوئے۔ جو آسمان شہرت پر آفتاب و مہتاب بن کر چمکے، نجوم و کواکب تو قطار اندر قطار دکھائی دیتے ہیں۔ تو اریخ لاہور میں انسانی ستاروں اور سیاروں کے تو جمگھٹے لگے ہوئے ہیں۔ لیکن ان میں سے صرف علوم و فنون اسلامیہ سے مرصع شخصیات ہی کو لیا جائے تو ان کا شمار بھی ممکن نہیں۔ پھر ان میں سے اولیائے کرام، علمائے ملت، مشائخ امت کی گنتی مطلوب ہو تو۔

ایں خیال است و محال است جنوں

کے مترادف ہے۔ اگر انہیں تاریخ ماضیہ کا قصہ پارینہ سمجھ کر صرف نظر بھی کر دیں تو زمانہ حال میں اس شہر علمستان کے مشائخ عظام، علمائے کرام، حفاظ و قراء، موذنین و اصفیاء کا شمار نہیں مگر اس کثرت میں شہرت و ناموری کی دولت چند شخصیات نے سمیٹ رکھی ہے۔ جن کا حال خوب اور مستقبل محبوب ہے۔ ان میں ایک معروف نام حضرت علامہ مولانا الحاج منیر احمد یوسفی دامت برکاتہم العالیہ کا بھی ہے۔ جنہوں نے اپنے آپ کو مذہب حق اہل سنت و جماعت کی تعمیر و ترقی کے لیے وقف کر رکھا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جس خوش بخت انسان نے خدمت دینیہ کو اپنا شعار بنایا وہ قوم کی آنکھوں کا تارا ثابت ہوا، لوگوں نے اس کی گرد راہ کو سرمہ بنالیا، اور پھر اپنا راہبر و رہنما تسلیم کیا۔ پھر جیسے جیسے اللہ تبارک و تعالیٰ نے اسے محبوبیت و مقبولیت سے نوازا: ویسے ویسے وہ عاجزی، انکساری اور تواضع کو اختیار کرتا گیا۔

؎ نہد شاخ پر میوہ سر بر زمیں

دراصل وہ راہ طریقت پر گامزن ہو جاتا ہے کیونکہ خدمت شریعت و انسانیت ہی کا دوسرا نام طریقت۔ ہے بقول حضرت شیخ سعدی شیرازی رحمہ اللہ تعالیٰ

طریقت بجز خدمت خلق نیست
بہ تسبیح و سجادہ و دلق نیست

علامہ منیر احمد یوسفی مدظلہ، بھی راہ طریقت و حقیقت کے مسافر ہی نہیں بلکہ شناسائی کا ملکہ رکھتے ہیں۔ بناء علیہ موصوف امت مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کے اسلاف کے طریق پر رشد و ہدایت کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔

راقم السطور پانچ صد (۵۰۰) سے زائد شخصیات اسلامیہ پر لکھنے کی سعادت سے بہرہ مند

ہے۔ بیشتر ایسی نورانی ہستیاں ہیں جو صفحات تواریخ کو منور کر رہی ہیں۔ تاہم چند ایسی بھی ہیں جو بحمدہ تعالیٰ بقید حیات ہیں۔ جن کی اسلامی، دینی، تحقیقی، تاریخی، مسلکی، سیاسی و مذہبی خدمات سے متاثر ہو کر مجھے کچھ لکھنے کا موقع میسر آیا اور پھر ان کے مقدس احوال و آثار سے میرے قلم و قرطاس کی قدر و منزلت میں بے حد اضافہ ہوا۔

مجھے خوشامد سے انتہائی نفرت ہے، تصنع سے عار، اور حق و صداقت کے اظہار سے محبت ہے، پیار ہے۔ خوشامد کی لعنت سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے حبیب کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے وسیلہ سے مجھے محفوظ رکھا ہے۔ الحمد للہ علی منہ وکرمہ تعالیٰ اس نعمت پر میں جتنا بھی شکر کروں کم ہے۔ راقم جو کچھ بھی ضبط تحریر میں لاتا ہے اپنی دانست کے مطابق مبنی بر حقائق ہوتا ہے۔ مجھے ہر عمل میں اللہ تعالیٰ جل وعلیٰ اور اس کے محبوب وحبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی رضا و خوشنودی مطلوب ہوتی ہے۔

صحیح بات ہے حمد باری تعالےٰ ونعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو لکھنے کا کوئی سلیقہ نہیں البتہ مقبولان بارگاہ کے احوال و آثار قلم و قرطاس کے ذریعے پیش کر کے من وجہ حمد ونعت ہی کی ایک شق کو بجالانے کی کوشش کرتا رہتا ہوں۔ کیونکہ اس سے مصنوع کے اوصاف کا بیان حقیقۃً صانع کے اوصاف و کمالات ہی کا اظہار ہے۔ انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام، صدیقین و شہداء، صالحین و اصفیاء، اولیاء و علماء کے محامد ومحاسن اور قصائد و مناقب، کرامات و کمالات کا بیان حقیقت میں احسن الخالقین، اللہ رب العالمین جل مجدہ العظیم کی حمد و ثناء ہی تو ہے جس نے ان بلند ترین ہستیوں کو تخلیق فرمایا اور جہانوں کا رہنما بنایا۔

یوں ہی نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلفاء، صحابہ، اہل بیت، تابعین و تبع تابعین، آئمہ کرام، اولیائے عظام، علمائے ملت، شہدائے امت کے احوال و تذکار در اصل نعت مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی تو ہیں جن کے وسیلہء جلیلہ سے ایسے ایسے صاحبانِ اوصاف و کمالات و حاملانِ کرامات سے امت محمدیہ کو نوازا گیا۔

کیا شان احمدی کا چمن میں ظہور ہے
ہر گل میں ہر شجر میں محمد کا نور ہے

بقول حضرت جامی علیہ الرحمہ :-

ہم از لوح و قلم تا عرش و کرسی
ازاں نور است گر تحقیق پرسی

اس طویل مگر ضروری تمہید کے بعد آمدم بر سر مطلب!

علامہ منیر احمد یوسفی مدظلہ کی حیات مبارکہ کا خاکہ پیش کرنے کی سعی کرتا ہوں۔ جن کی بے لوث دینی، مذہبی، اسلامی، تحقیقی، تاریخی، روحانی، عرفانی، قلمی اور لسانی خدمات سے زمانہ مستفیض ہو رہا ہے۔

ولادت باسعادت:

حضرت علامہ منیر احمد یوسفی مدظلہ ظہور پاکستان سے تقریباً دو سال قبل یکم اکتوبر ۱۹۴۵ء کو مدینتہ الاولیاء والعرفان لاہور کے ایک معروف علاقہ مصری شاہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد میاں محمد رفیق صاحب اور والدہ ماجدہ بی بی زینب صاحبہ کے نام نامی اسم گرامی سے علاقہ بھر میں جانے پہچانے جاتے تھے، جن کی شرافت کی شہادت مصری شاہ کے در و دیوار سے آج بھی سنائی دے رہی ہے۔ دونوں شخصیتیں اس دار فانی سے راہی بقا ہو چکی ہیں۔ اللہ تعالیٰ بجاہ حبیبہ الاعلیٰ، اعلیٰ علیین میں مقام ارفع سے شاد کام فرمائے۔ آمین۔ وہ بڑے خوش نصیب تھے جنہوں نے قوم کو ایک قابلِ فخر اور لائق ذکر فرزند عطا فرمایا۔

تعلیم و تربیت:

لاہور جدید و قدیم علوم کا مرکز چلا آرہا ہے۔ یہاں کا پیدا ہونے والا بچہ جونہی اس جدید و قدیم علوم کے سمندر میں آنکھیں کھولتا ہے تو بلا تکلف، "مرج البحرین" کے حسین اتصال سے جدید و قدیم لؤلؤ و مرجان کی غواصی میں مصروف ہو جاتا ہے۔ جب لاہور کی فضاء درس و تدریس، تعلیم و تعلم سے ہی معمور ہے تو ہو ہی نہیں سکتا کہ صاحب شعور اور شریف گھرانے میں پیدا ہونے والا فرزند، علوم و فنون کے حصول کی طرف راغب نہ ہو۔ چنانچہ اس بابرکت مصری جیسے میٹھے اسم با مسمیٰ علاقے مصری شاہ کے ایک پرائمری سکول جہانگیر آباد، چوک ناخدا میں داخلہ لیا اور ۱۹۵۲ء سے ۱۹۵۷ء

تک پرائمری کی تعلیم میں مصروف رہے۔ بعدہ علامہ منیر احمد یوسفی مدظلہ، اسلامیہ ہائی سکول مصری شاہ میں داخل ہوئے اور ۱۹۶۲ء میں میٹرک کی سند حاصل کی۔ ۱۹۶۴ء میں دیال سنگھ کالج لاہور سے ایف۔اے اور ۱۹۶۷ء میں اسلامیہ کالج سول لائن لاہور سے بی۔اے کی ڈگری لی۔ پھر آپ نے ایم۔اے پولیٹیکل سائنس کی سند پنجاب یونیورسٹی لاہور سے ۱۹۶۹ء میں حاصل کی۔

تحصیل علوم دینیہ :۔

علامہ منیر احمد یوسفی مدظلہ، جدید علوم کے حصول کے ساتھ ساتھ علوم دینیہ کی طرف بھی تسلسل سے منہمک رہے۔ قسمت نے یاوری کی، مقدر کا ستارا چمکا، تو باقاعدگی سے علوم وفنون اسلامیہ کی تحصیل کا عشق دل ودماغ پر قابض ہوگیا۔ والدین کی دعائیں رنگ لائیں اور آپ جامعہ نگینہ پیلے گوجراں شریف، تحصیل سمندری ضلع فیصل آباد، پیر طریقت رہبر شریعت امین علم لدنی، عاشق رسول مدنی (ﷺ)، حاجی حرمین شریفین حضرت علامہ مولانا محمد یوسف علی نگینہ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ پھر ان سے شریعت وطریقت، حقیقت ومعرفت کے جام پینے لگے۔ ایک عرصہ تک آپ نے انہیں سے علم کے نگینے سمیٹے، بعدہ آپ نے لاہور مراجعت فرمائی اور درج ذیل قابل قدر علمی شخصیات سے علوم وفنون دینیہ اور مسائل شرعیہ کی دولت لازوال سے دامن مراد کو پُر کیا۔

حضرت علامہ مفتی محمد حسین صاحب نعیمی علیہ الرحمہ، بانی جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو لاہور، حضرت مولانا محمد علی صاحب نقشبندی علیہ الرحمہ، جامعہ رسولیہ شیرازیہ لاہور، حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عبدالقیوم صاحب ہزاروی مدظلہ، ناظم اعلیٰ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور، حضرت علامہ حسن الدین ہاشمی صاحب اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور، حضرت علامہ مولانا مقصود احمد صاحب قادری خطیب جامع مسجد حضرت داتا گنج بخش علیہ الرحمہ لاہور۔

شادی خانہ آبادی اور اولاد:

انسانی عظمت کا نشان ظاہری وباطنی پاکیزگی اور طہارت سے وابستہ ہے۔ جسے نکاح سے منسلک کردیا گیا ہے۔ کھانے پینے کی طرح نکاح کرنا بھی دین سے ہے کیونکہ دین میں انسان کو بقاء کی ضرورت ہے۔ جس طرح زندگی اور بقاء بلا کھانے پینے سے محال ہے، اسی طرح آدمی کو جنس

اور نسل کی بقاء کی بھی حاجت ہے اور یہ بغیر نکاح کے ممکن نہیں۔ اس لیے کہ نکاح اصل وجود کا سبب اور طعام بقائے وجود کا وسیلہ ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس لیے نکاح کو مباح ٹھہرایا، شہوت کے لیے نہیں، بلکہ شہوت کی تخلیق کا مقصد بھی یہی ہے کہ انسان نکاح کا متقاضی ہو اور لوگ اپنی زندگی کو پاکیزہ بنانے کے لیے نکاح کریں۔ نیز صراط مستقیم پر چلنے والے پیدا ہوں۔

خالق اقدس نے تمام جن وانس کو دین کے لیے ہی پیدا فرمایا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا

وَ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ ﴿۵۶﴾

''میں نے نہیں پیدا کیا جن وانس کو مگر یہ کہ وہ عبادت کریں۔''

پھر جیسے انسانوں کی کثرت ہوگی اتنے ہی صاحبان ذکر واذکار اور عبادت گزار زیادہ ہونگے۔ سید الانبیاء والمرسلین جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نکاح کرو، اس طرح امت بڑھے گی اور قیامت کے دن میں دیگر انبیاء ومرسلین علیہم السلام پر اپنی امت کی اکثریت کے باعث فخر کروں گا۔

نکاح، امام الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے'' جو میری سُنت سے اعراض کرتا ہے وہ ہم میں سے نہیں''۔ نکاح، انسان کی ایمانی صلاحیتوں کو جلا بخشنے میں اکسیر ہے۔ اس میں مخلوقِ رب ذوالجلال کی خدمت کا جذبہ، ایثار وقربانی کی حد تک کارفرما ہوتا ہے۔ مرد وزن کی پیدائش، بچپن، جوانی بڑھاپے تک کی تمام ترکیفیات میں بتدریج ترقی ہوتی رہتی ہے۔ ارشاد ربانی ہے

لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ﴿۱۹﴾

''ہم ضرور ضرور (اے انسان) تجھے منزل بہ منزل ترقی عطا فرمائیں گے۔''

وہی انسان جو کل تک بچہ تھا، بالغ ہوا نکاح کیا تو خاوند کہلایا، اولاد ہوئی تو باپ بنا، بہن بھائی ملے تو برادر پکارا گیا۔ یہی کیفیت عورت کی ہے، جسے کل تک بچی کہا جاتا تھا بالغہ ہوئی، نکاح کے بندھن میں آئی تو بیوی کہلائی، اولاد ہوئی تو ماں کا درجہ پایا۔ اس منزل پر قدم رکھا ہی تھا کہ

رحمتہ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے بشارت سے شاد کام ہوئی۔ اَلْجَنَّۃُ تَحْتَ اَقْدَامِ اُمَّھَاتِ۔ ''جنت تو ماؤں کے قدموں میں ہے۔''

پھر میاں، بیوی، اپنے اپنے منصب پر فائز رہتے ہوئے بچوں کی پرورش، نگہداشت قیام و طعام، لباس، تعلیم وتربیت وغیرہ لوازمات ضرور یہ سے عہدہ برآ ہونا عملاً ان امور کا بجالانا مخلوقِ رب کریم کی خدمت کا طریقہ سکھایا جارہا ہے۔ جسے طریقت میں عظیم ترین درجہ حاصل ہے۔ نیز اولاد کے دل میں والدین کی قدر ومنزلت، رفعت ووقعت، ادب واحترام اور محبت وانس کو یہ فرما کر راسخ کیا جارہا ہے۔ کہ'' وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا اور والدین کی خدمت کے لیے ہمیشہ کمر بستہ رہیں، کسی بھی دینی دنیوی امر میں ان کے حکم کی خلاف ورزی نہ کریں تکلیف دہ کلمات سننے کے باوجود انہیں ''اُف'' تک نہ کہیں۔

مختصر یہ کہ ان تمام نعمتوں کا دارومدار نکاح پر موقوف ہے۔ جب انسان اللہ تبارک وتعالیٰ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم پر عمل پیرا ہوتے ہوئے رشتہ ازدواج میں منسلک ہوگا تب ہی اولاد ایسی عظیم نعمت سے سرفراز ہوگا۔

چنانچہ اس اہم ترین اسلامی، دینی فریضہ سے علامہ منیر احمد یوسفی مدظلہ، ۱۹۷۸ء میں عہدہ برآ ہوئے۔ پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے تین بیٹے اور ایک بیٹی سے خانہ آبادی کا سامان مہیا فرمایا۔ مولانا منیر احمد یوسفی مدظلہ کے بڑے صاحبزادے عزیز القدر مولانا بشیر احمد یوسفی زید مجدہٗ ہیں۔ جو دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ علوم عصریہ میں ایم۔ سی۔ ایس (M.C.S) کی ڈگری رکھتے ہیں۔ نیز جامع مسجد نگینہ گوجر پورہ سکیم، لاہور میں خطابت کے فرائض باحسن وجوہ انجام دے رہے ہیں۔

ان سے چھوٹے صاحبزادے عزیز القدر حافظ خلیل احمد یوسفی زید علمہ وعملہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں زیر تعلیم ہیں۔ حسن اتفاق کہ موصوف کی علمی نگہداشت کا اولین فریضہ راقم السطور نے ادا کیا ہے۔ اب تیسرے سال میں علم کے نور سے فیض یاب ہورہے ہیں۔ دوران سال انہیں ایک خطرناک حادثہ سے دوچار ہونا پڑا لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ کا شکر ہے کہ اس ذات کریم نے اپنے فضل وکرم سے اُن کو محفوظ رکھا اور اب بحمدہٖ تعالیٰ روبصحت ہیں، دعا ہے رب جلیل، عزیزم خلیل احمد یوسفی کو صحت کاملہ عاجلہ کی خلعت سے بہرہ مند فرمائے۔ نیز نبی کریم ﷺ کے ارشاد کے مطابق ''الولد سر لابیہ'' کا مصداق بنائے آمین۔

عزیز القدر خلیل احمد یوسفی زید علمہ کے سب سے چھوٹے بھائی عرصہ نو سال سے بیمار چلے آ رہے ہیں مولیٰ تعالیٰ انہیں بھی صحت وتندرستی کی نعمت عطا فرمائے۔ آمین۔

اہل اللہ اور صاحبان طریقت ایسے امتحانات سے ہمیشہ دوچار ہوتے آئے ہیں۔ کیونکہ ایسی آزمائشوں کے سوا وہ صابرین کا مقام حاصل نہیں کر پاتے۔ میرا ایقان ہے کہ علامہ منیر احمد یوسفی ایسے ہی صابرین کی جماعت کے فرد ہیں۔ جو ایک عرصہ سے بچے کی طویل ترین علالت کی تکلیف دیکھ کر صبر وشکر کا وظیفہ پڑھتے رہتے ہیں۔

وفا کی راہ میں کانٹے ہی کانٹے
ہر لمحہ ہر قدم پر امتحاں ہے

علامہ منیر احمد یوسفی مدظلہ کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایک صاحبزادی بھی عطا فرمائی ہے جس نے میٹرک کرنے کے بعد جامعہ یوسفیہ برائے طالبات میں (۱۴۲۳ھ، ۲۰۰۱) عالمہ فاضلہ کورس برائے خاصہ کا امتحان اپنے مدرسہ میں پہلی پوزیشن کے ساتھ مکمل کیا ہے اور علمی قابلیت اور اہلیت اور دسترس کی بدولت جامعہ یوسفیہ برائے طالبات میں صدر معلمہ کے فرائض انجام دے رہی ہیں اور ساتھ ہی ساتھ عربی فاضل کے امتحان کی تیاری میں مصروف ہیں۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ موصوف کی صاحبزادی کو عظیم مبلغہ اور معلمۂ اسلام بنائے اور خواتین اسلامیہ کی اصلاح وفلاح کی بیش از بیش خدمات سرانجام دینے کی نعمت سے بہرہ ور ہو۔ آمین۔

بیعت وخلافت:

شریعت مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام میں بیعت وخلافت کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ کوئی بھی انسان ارادت وعقیدت کے بغیر صلاح وفلاح نہیں پا سکتا، جب تک جسمانی طہارت کے ساتھ ساتھ باطنی طہارت کی طرف مائل نہیں ہوتا۔ اہل حق اسی راہ پر گامزن رہے۔ صالحین وعارفین نے بیعت وخلافت کی سنت مستمرہ کو زندہ وپائندہ رکھا، اولیائے کرام نے اسے حرز جان بنایا، امت حبیب کبریا علیہ التحیۃ والثناء اس پر عمل پیرا ہے۔ علامہ منیر احمد یوسفی صاحب مدظلہ نے روحانیت کی منازل طے کرنے کے لیے ۱۹۶۹ء میں حضرت پیر طریقت امین علم لدنی الحاج علامہ محمد یوسف علی نگینہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں حاضری دی اور ان سے بیعت و خلافت کا شرف حاصل کیا۔ نیز ۱۹۷۰ سے مسلسل ان کی خدمت اقدس میں حاضر رہ کر رموز

معرفت اور قواعد وضوابط طریقت کا درس لیا، پھر جب پیر طریقت رہبر شریعت حضرت محمد یوسف علی نگینہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے نگاہِ فراست اور بنظر بصیرت دیکھا تو عرفان واستحسان کی دولت ابدی سے نوازتے ہوئے چہار سلسلہ ہائے طریقت (نقشبندیہ، قادریہ، چشتیہ اور سہروردیہ) کی اجازت وخلافت عطا فرمائی۔ حضرت کے ارشاد کے مطابق آپ اس روحانی دولت کو بڑی فیاضی سے تقسیم فرمارہے ہیں اس وقت تک سینکڑوں مرید آپ کے حلقہ ارادت سے وابستہ ہو چکے ہیں۔ نیز عقیدت مندوں کا تو شمار ہی نہیں۔ اللہ تعالیٰ بجاہ حبیبہ الاعلیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کا سایہ اہل محبت پر ہمیشہ قائم رکھے۔ آمین۔

پسندیدہ دینی شخصیات:

یوں تو ہر مسلمان کا اکابرین اسلام اور بلند ترین شخصیات سے اپنے اپنے ظرف کے مطابق پیار، محبت اور لگاؤ ہوتا ہے مگر عموماً پسندیدہ شخصیات سے مراد وہ ہستیاں ہوتی ہیں۔ جنہیں انسان اپنی زندگی میں دیکھتا ہے اور ان سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ راقم السطور علیٰ حیات مستعار میں کثیر شخصیات سے متاثر ہے، جن کے احوال وافعال، خصائل وشمائل، مضامین ومقالات اور عملی احوال و آثار نے دل میں گھر کیا ہوا ہے۔ میرا دل چاہتا ہے ان کا تفصیلی تذکرہ کروں مگر یہ مضمون اس کا متقاضی نہیں البتہ "منازل حیات"، جو میری اپنی زندگی پر مشتمل یادداشتوں کا مجموعہ ہے اس میں تفصیلاً ذکر کیا جائے گا۔ یہاں تو علامہ منیر احمد یوسفی مدظلہ، اپنی مبارک زندگی میں، جن شخصیات سے متاثر ہوئے اور انہیں اپنے قلب وجگر میں جگہ دی ان کے اسمائے گرامی سے اس مختصر تحریر کو زینت دی جاتی ہے۔ (موصوف کے پیرومرشد اور اساتذہ کرام کے نام پہلے آچکے ہیں۔)

فخر سادات پیر طریقت سید علی اصغر شاہ صاحب علیہ الرحمہ علی پور سیداں

غزالی زماں حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی صاحب علیہ الرحمہ ملتان

فقیہہ اعظم حضرت علامہ الحاج ابوالخیر محمد نور اللہ نعیمی اشرفی صاحب علیہ الرحمہ بصیر پور

مناظر اسلام علامہ مولانا محمد عمر اچھروی صاحب علیہ الرحمہ اچھرہ، لاہور

مناظر اسلام علامہ مولانا عنایت اللہ صاحب علیہ الرحمہ سانگلہ ہل

(استاذ العلماء حضرت مولانا) محمد منشا تابش قصوری مرید کے

حضرت علامہ قاضی محمد مظفر اقبال صاحب رضوی، لاہور

حضرت مولانا مفتی محمد رمضان صاحب

حضرت مولانا شرف الدین صاحب

استاذ العلماء حضرت مولانا محمد عبد الطیف مجددی صاحب لاہور

حضرت پیر طریقت سید غلام جیلانی صاحب علیہ الرحمہ، چورہ شریف

حضرت پیر طریقت خورشید عالم صاحب علیہ الرحمہ، چورہ شریف کے خلیفہ

حضرت پیر طریقت سید باقر علی شاہ صاحب، کیلیانوالہ شریف

حضرت پیر طریقت علی حسین حسینی صاحب، چورہ شریف

حضرت پیر طریقت فاروق الاسلام صاحب، چورہ شریف

پسندیدہ دینی مصنفین:

حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ، بریلی شریف

حضرت حکیم الامت مفتی احمد یار خان صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ، گجرات

علامہ مولانا محمد عبد الحکیم شرف قادری صاحب مدظلہ، لاہور

علامہ مولانا محمد صدیق ہزاروی مدظلہ، لاہور

علامہ پیرزادہ اقبال احمد فاروقی مدظلہ، لاہور

(علامہ مولانا) محمد منشاء تابش قصوری، مرید کے

محترم جناب اوصاف علی صاحب

(بعض مزید حضرات بھی ہیں مگر اختصار ملحوظ ہے)

تحقیقی کاوش:

اللہ تعالیٰ جل وعلیٰ انسان کو نعمتوں سے نوازتا ہے تو اس میں دوسروں کا حصہ بھی

ودیعت فرما دیتا ہے۔ کیونکہ ہر ایک شخص میں تقسیم کی سپرٹ نہیں ہوتی، بعض تو سب کچھ پانے کے باوجود بخیل ہوتے ہیں۔ محض مال و دولت اور اشیائے دنیویہ ہی تقسیم سے عبارت نہیں، بلکہ علمی و روحانی دولت بھی قابل تقسیم ہے۔ مادی اشیاء جسم کے لیے تقویت کا باعث ہیں تو روحانی نعمت روح کی طاقت بڑھاتی ہے۔ بناء علیہ میرے ممدوح علامہ منیر احمد یوسفی ہر دو نعمتوں کے امین ہیں، طب وحکمت سے بھی آراستہ ہیں اور علم ومعرفت سے بھی پیراستہ ہیں۔ ایک طرف جسمانی امراض میں مبتلاء لوگوں کی مسیحائی کے لیے کمر بستہ ہیں تو دوسری طرف روحانی طالبان کی حاجت برآری میں محو رہتے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ علوم قرآن و حدیث سے دینی تبلیغ کا بھی فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔ چنانچہ اس وقت تک آپ نے علمی، تحقیقی، تحریری شعبہ کو تابناک بنانے کے لیے مندرجہ ذیل کتابیں تصنیف فرمائیں ہیں۔ جنہیں جدید طریقہ تحقیق کے باوجود، دقیق ترین مسائل کو عام فہم انداز میں پیش کرنے کی آپ نے طرح ڈالی ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

قل (یا محمد صلی اللہ علیک وسلم)

اس کتاب میں متعدد مفسرین کی تفاسیر سے ان آیات کی تفسیر پیش کی گئی ہے جن میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے براہ راست رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو لفظ (قُل) سے مخاطب فرمایا ہے یہ تحقیق پیر طریقت رہبر شریعت امین علم لدنی قطب جلی حضرت علامہ مولانا حاجی محمد یوسف علی نگینہ صاحب قُدس سرہ العزیز کی ہے انہیں کے حکم سے انہیں کی موجودگی میں آپ ہی کی زیر نگرانی آپ کی عظیم لائبریری میں موجود کتابوں سے استفادہ حاصل کر کے تالیف کی گئی ہے۔ درحقیقت یہ شیخ حقانی کامل پیرومرشد حضرت قبلہ نگینہ صاحب علیہ الرحمہ کی محنت کا ثمرہ ہے۔

وما اھل بہ لغیر اللہ:

پر تحقیق کا اچھوتا انداز، تدعون، پرنرالا ریسرچ ورک، اور اللہ تبارک وتعالیٰ اور معبودان باطل کے درمیان فرق پر ایمان افروز تفسیری بیان، مفسرین کے انداز تحقیق پر تفصیلی عملی کورس۔ یہ بھی پیر طریقت رہبر شریعت امین علم لدنی حضرت علامہ حاجی محمد یوسف علی نگینہ علیہ الرحمہ کی تعلیم وتحقیق کا نتیجہ ہے۔

ماہنامہ ''سیدھا راستہ'':

سُنی ''رسائل'' کی دنیا میں کبھی نہ ہونے کے برابر تھے، پاک وہند میں چند ایک ماہوار رسالے شائع ہوتے رہے جن میں ''رضوان، سالک، ماہ طیبہ، سوادِ اعظم، رضائے (مصطفی صلی علیہ وآلہ وسلم)، نورِ اسلام، السعید'' پاکستان سے، اور ''نوری کرن، پاسبان، استقامت، جامِ نور، اعلیٰ حضرت''، ہندوستان سے نکلتے رہے۔ بعدہ ''انوار الصوفیہ، نورو ظہور اور الحبیب'' مطلع صحافت دینیہ پر نمودار ہوئے پھر یہ آہستہ آہستہ کاہلی اور سستی کا شکار ہوتے گئے۔ پاکستان بھر میں ہمارا ایک بھی کتب خانہ نہیں تھا کہ جس کا فخر سے تو کیا اجمالی طور پر ہی تذکرہ کیا جا سکے۔ ہمارے اہل علم وقلم نہ ہونے کے مترادف تھے، اگر کوئی صاحب علم کسمپرسی کے عالم میں کوئی کتاب غلطی سے تصنیف بھی کر ڈالتا تو اس کے پاس مالی وسائل ہی نہیں تھے کہ اسے مارکیٹ میں لا سکتا، الغرض سنی اشاعت وطباعت کے محاذ سے بے خبر تھے۔ کہ رحمت الٰہیہ جوش زن ہوئی اور نوجوان علماء نے اس دشوار گزار راستے پر چلنے کی ہمت کی، قلم کو سنبھالا، اللہ تبارک وتعالیٰ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام لے کر کمر بستہ ہوئے اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے برصغیر پاک وہند میں سُنی رسائل وجرائد کے ساتھ ساتھ کتب خانوں کا جال بچھ گیا، اختصار کے پیش نظر ان رسائل وجرائد اور کتب خانوں سے صرف نظر کرتے ہوئے راقم السطور حضرت علامہ منیر احمد یوسفی مدظلہ، کی ہر محاذ پر مثبت مساعی جمیلہ کو خراج عقیدت ومحبت پیش کرتا ہے جنہوں نے خداداد علمی وروحانی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے کامیابی وکامرانی کے پرچم لہرا دیئے ہیں۔

آپ کی دیگر قلمی خدمات کے ساتھ ساتھ ہر ماہ مؤقر جریدہ ماہنامہ ''سیدھا راستہ'' کا اجراء ۱۹۹۰ سے لے کر آج ۲۰۰۳ء تک جس پابندی سے شائع ہو رہا ہے اس کی مثال نہیں ملتی۔ مولیٰ تعالیٰ حضرت صاحب کو مزید استقامت کی کرامت سے بہرہ ور فرمائے اور یہ ''سیدھا راستہ'' اسلام وسُنیت کی بیش از بیش خدمات سرانجام دیتا رہے۔ اس وقت بے شمار سنی رسائل میں ''سیدھا راستہ'' نور الحبیب، النظامیہ، نورِ اسلام، ضیائے حرم اور ماہ طیبہ خصوصیت سے قابل ذکر ہیں جو مضامین کے اعتبار سے لائق مطالعہ اور قابل تحسین ہیں، گولڑہ شریف سے 'طلوع مہر' کی تو بات ہی کچھ اور ہے لیکن ''سیدھا راستہ'' میں بھی مضامین کو بڑی عرق ریزی سے زینت قرطاس بنایا جاتا ہے حوالہ جات کی کثرت محققین کے لیے نعمت غیر مترقبہ سے کم نہیں۔

واللہ یدعوا الی دار السلام واللہ یھدی الی صراط مستقیم واللہ یختص برحمتہ من یشاء و اللہ ذوالفضل العظیم۔

تصانیف مستطاب:

ایصال ثواب، قل شریف کیا ہے؟، داتا کون؟، اذان، آداب تلاوت قرآن مجید، فضائل درود شریف، نماز وضمنی مسائل، نورانی سُنتیں، آخری چہار شنبہ اور حقائق، وسوسہ اور حضرت انسان، احتکار کیا ہے؟ خطبہ جمعہ اور احکام و مسائل، تحریک ختم نبوت کے بانی، نماز تراویح، عمرہ اور حج کا طریقہ، حدیث قسطنطنیہ اور یزید، کل نفس ذائقۃ الموت، مریدین کی تربیت، سورۃ الفاتحہ کی تفسیر، واقعہ افک کیا ہے؟ لباس اور آداب لباس، نماز با جماعت، اعتکاف اور مسائل اعتکاف، پانچ نوری بیان، غزوۂ بدر، صدقۂ فطر، مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ، بخاری شریف بحوالہ تیسیر الباری، مشاہدات معراج النبی ﷺ، نگاہ نبوت ﷺ میں مقام صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، قوامون کے کیا معنی ہیں؟ مصافحہ، پوجا اور پکار، قربانی اور مسائل، اہل بیت کون؟ گیارہویں شریف؟ عید میلا دالنبی ﷺ، شفاعت کیا ہے؟ شعبان المعظم، خاتم النبین ﷺ، امام حسین رضی اللہ عنہ احادیث کے آئینے میں، درودِ ابراہیمی کی اقسام، تسبیح تراویح کی تحقیق، فجر کی سنتیں، آدابِ دعا اوقاتِ قبولیت، عظیم قرآنی دعائیں وغیرہ۔

ان گرانقدر تصانیف و تالیفات کے علاوہ اخبارات ورسائل میں مقالات عالیہ کی اشاعت کا سلسلہ ۱۹۷۸ء سے بدستور قائم ہے۔ گویا کہ عرصہ چوبیس سال سے بذریعہ اخبارات و رسائل تحریری تبلیغ کا مہتمم بالشان فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔ **اللھم زدفزد۔**

درس وتدریس:

تبلیغ اسلام کا مرکزی اور اساسی شعبہ درس وتدریس ہے۔ سچی بات تو یہ ہے کہ علم ایک ایسا وسیع سمندر ہے جس سے اگر ہم تین دریا نکالیں تو انہیں یہ نام دیئے جا سکتے ہیں۔

”درس وتدریس، تصنیف وتالیف، وعظ وتقریر“:

بلا مبالغہ علامہ منیر احمد یوسفی مدظلہ نے ان تینوں دریاؤں میں ہاتھ ڈال رکھا ہے۔ جس

سے جتنا چاہتے ہیں انسانی نہروں کو اتنا ہی مستفید فرما دیتے ہیں۔ ان دریاؤں کو موسم کی تبدیلی کا کوئی خطرہ نہیں، بہار ہو کہ خزاں، گرمی ہو یا سردی، دن ہو یا رات، درس وتدریس، تصنیف و تالیف، وعظ وتقریر کے یہ دریا جاری وساری رہتے ہیں۔ یہ دنیوی دریا، نہریں اور ڈیم نہیں جو موسمیات کی تبدیلی سے خشک ہو جائیں، ان کے سوتے مدینہ منورہ سے پھوٹتے ہیں جنہیں علیم وخبیر رحمن نے معلم قرآن، سید الانس والجان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قبضہ واختیار میں دے رکھا ہے جن کی نورانی انگلیوں سے چشمے بہہ نکلے تھے، آج بھی وہی ید اللہ کی شان والی ذات کریم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں چلا رہی ہے۔ فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے کیا خوب فرمایا۔

میرے کریم سے گر قطرہ کسی نے مانگا
دریا بہا دیئے ہیں دُر بے بہا دیئے ہیں

نیز اس ایمان افروز شعر سے بھی اپنے ایمان وایقان کی دولت میں اضافہ کیجئے۔

انگلیاں ہیں فیض پر ٹوٹے ہیں پیاسے جھوم کر
ندیاں پنجاب رحمت کی ہیں جاری واہ واہ

سلسلۂ تقاریر:

پند ونصائح اور وعظ وتبلیغ، انبیاء ومرسلین علیہم السلام کی سنت متواترہ ہے جسے سید العالمین جناب سرکار دو عالم حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ نے عروج وکمال کی بلندیوں پر پہنچایا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم واولیاء عظام نے ہرز جاں بنایا، جن کی مساعی جمیلہ سے قرآن وسنت کی بہاریں قائم ودائم ہیں۔

دنیائے اسلام میں بڑے بڑے قادر الکلام مقررین، واعظین اور خطباء نے اپنی فصاحت وبلاغت اور خداداد تاثیر سے یگانوں اور بیگانوں کو اس انداز سے متاثر کیا کہ وہ اسلام اور بانئ اسلام ﷺ کے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے شیدائی اور فدائی بنے، جنہیں تاریخ نے خوب خوب پذیرائی بخشی اور صفحات دہر میں ان کا نام زندہ وپائندہ ہے۔

مگر اب لسانی مواعظ وتبلیغ کا دائرہ نئی جہت اختیار کر چکا ہے۔ عمومی اور روایتی جلسے، جلوسوں، خطبات جمعہ واجتماع کی قدیم حیثیت کے ساتھ ساتھ اب براڈ کاسٹنگ یعنی ریڈیو، ٹیلی

ویژن اور انٹرنیٹ کا دور ہے۔ اس سے قطعاً اعراض نہیں کیا جاسکتا۔ اس کا دائرہ کار آفاقی و عالمی ہے، جس کے ذریعے اپنی بات پوری دنیا میں پہنچائی جا سکتی ہے۔ غیر کا اس پر بھی زیادہ غلبہ ہے۔ تاہم بعض اوقات پاکستانی ریڈیو، ٹیلی ویژن پر ہمارے علماء وخطباء کی تقریریں نشر ہوتی رہتی ہیں۔ اب یہ موثر ترین ذرائع علامہ الحاج منیر احمد یوسفی مدظلہ کی ایمان افروز، روح پرور تقاریر سے بھی مستفیض ہونے لگے ہیں۔ ریڈیو پاکستان لاہور نے ۱۹۹۰ء سے آپ کی تقریریں نشر کرنے کی سعادت حاصل کی جب کہ ۱۹۹۸ء سے ٹیلی ویژن سے بھی آپ کو نشری تبلیغ کا موقعہ فراہم ہے۔ اس فیلڈ میں آپ کو اختصاص حاصل ہے۔ علاوہ ازیں لاہور کی مشہور ترین نوری جامع مسجد ریلوے اسٹیشن لاہور اور جامع مسجد فردوس غلام حسین پارک شاد باغ لاہور میں عرصہ دراز سے خطبات جمعہ سے ہزاروں لوگوں کو نواز رہے ہیں۔ ساتھ ہی ساتھ شب و روز درس قرآن مجید و حدیث مبارکہ کا سلسلہ مختلف مقامات و مساجد میں بڑے التزام واہتمام سے جاری وساری ہے۔

جامع مسجد نگینہ، جامع مسجد فیضان نگینہ، جامع مسجد محمد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، جامعہ یوسفیہ برائے طالبات، جامعہ یوسفیہ برائے طلباء، نگینہ مدرسۃ الاطفال نیز، نگینہ ہسپتال کی تعمیر بھی آپ کی تاریخی حسنات میں شمار ہے۔ اس عدیم الفرصتی کے باوجود آپ پاکستان بھر میں بیانات و خطبات کے لیے بھی وقت نکال لیتے ہیں۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

ذلك فضل الله يوتيه من يشاء والله ذوالفضل العظيم

آدابِ دُعا واوقاتِ قبولیت:

علامہ منیر احمد یوسفی مدظلہ کے تعارفی خاکہ کے بعد آپ کی نہایت عمدہ، تحقیقی اور اصلاحی تصنیف لطیف، "آدابِ دُعا واوقاتِ قبولیت" ہے۔ جس پر نقد وتبصرہ کی چنداں ضرورت نہیں، حسب معمول اسے بھی آپ نے بیسیوں حوالہ جات سے آراستہ پیراستہ کرنے کی سعی بلیغ فرمائی ہے۔ جو آپ کے ذوق مطالعہ کی منہ بولتی تصویر ہے۔ آپ نے خصوصی طور پر "الدعاء والدعوت" کلمہ مصدر کو موضوع قلم بنا کر اس مصدر سے جتنے بھی صیغے قرآن وحدیث میں آئے ہیں ان پر بڑی تفصیل سے بحث کرتے ہوئے مسلک حق اہل سنت و جماعت کے موقف ونظریئے کو اسلامی

روح کے مطابق منور و روشن کرنے کی سعی جمیل فرمائی ہے۔ جو لائق مطالعہ اور قابل عمل ہے۔

حقیقت ہے دعا، اللہ و رسول (جل و علیٰ و صلی اللہ علیہ وسلم) کو محبوب و مرغوب ہے، بندہ جب انتہائی عاجزی، انکساری اور تواضع سے اللہ تبارک وتعالیٰ کے حضور اپنی بے بسی اور لاچاری کا اظہار کرتا ہے تو رحمت خداوندی جھوم جھوم جاتی ہے۔ رب کریم جل مجدہ العظیم از خود فرشتوں کو فرماتا ہے۔ دیکھو دیکھو! میرا بندہ! میرے حضور کس لجاجت، نیاز مندی اور بے چارگی سے عرض گزار ہے! دیکھو تو سہی، اس کی آنکھیں دل کی تفسیر بن چکی ہیں۔ اس کے رخساروں پر بہتے آنسو میری قبولیت کو آواز دے رہے ہیں۔ اب سوائے اس کے میں اور کچھ نہیں کہتا!

اے میرے فرشتو! گواہ رہو میں نے اس کی دعا کو قبولیت کی دولت عطا فرمائی، کیونکہ میرا بندہ سمجھتا ہے کہ میرے سوا اس کا کوئی نہیں جو حقیقی چارہ ساز ہو۔ قرآن وحدیث میں دعائیہ کلمات بار بار آئے ہیں۔ جو اس پر دلالت کرتے ہیں کہ جن کلمات کو از خود رب العالمین جل وعلیٰ، اپنے محبوب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے تعلیم فرمائے۔ بندہ جب انہی کلمات کو بطور درخواست وعرضی خداوند قدوس کی بارگاہ میں پیش کرتا ہے۔ تو یقین فرمایئے وہ کبھی نامنظور نہیں فرماتا۔ طوالت کا خوف دامن گیر نہ ہوتا تو بہت کچھ پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا، قارئین کرام آپ کے ذوق طبع کے لیے ایک حکایت پر اس مقالہ کو ختم کرتا ہوں۔'' **وھو ھذا** ''

چار دُعائیں

بیان کرتے ہیں کہ حضرت منصور بن عمار رضی اللہ عنہ وعظ فرما رہے تھے، سامعین میں سے ایک شخص نے کھڑے ہو کر چار روپے (درہم) طلب کیے۔ آپ نے حاضرین سے فرمایا جو کوئی اسے چار روپے دے گا، میں اس کے لیے چار دعائیں کرونگا، ایک یہودی کا غلام کھڑا ہوا اور اس نے چار روپے دیتے ہوئے کہا، میرے لیے یہ دعائیں فرمایئے!

یہ کہ میں غلام ہوں، مجھے آزادی ملے، فقیر ہوں تو نگری حاصل ہو، گنہگار ہوں، مغفرت کی درخواست کریں، میرا غیر مسلم آقا، اسلام لے آئے۔

حضرت منصور بن عمار رضی اللہ عنہ نے یہ سنتے ہی اس کے لیے دعا فرمائی۔ جب وہ گھر واپس لوٹا تو مالک نے پوچھا۔ تو نے دیر کیوں لگائی؟ وہ کہنے لگا میں حضرت منصور بن عمار رضی اللہ

عنہ کا وعظ سننے لگا اور میں نے چار روپے صدقہ میں چار دعائیں حاصل کی ہیں۔

ایک اپنی آزادی کے لیے تھی، مالک بولا! اچھا! جاؤ پھر میں نے تمہیں آزاد کیا، دوسری دعا یہ تھی کہ میری محتاجی دور ہو، تو اس کے آقا نے یہ سنتے ہی چار ہزار درہم دے دیئے اور ایک دعا یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ تجھے اسلام کی دولت عطا فرمائے یہ سنتے ہی وہ کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوگیا۔

چوتھی دعا میرے اور تیرے لیے مغفرت و بخشش کی تھی، وہ کہنے لگا یہ میری قدرت سے باہر ہے! رات کو اس نومسلم نے خواب میں سنا کوئی کہنے والا کہہ رہا ہے جو کچھ تمہاری قدرت میں تھا وہ تو نے کیا اور جو ہماری قدرت میں ہے، ہم کرتے ہیں۔ لہٰذا سنیئے ہم نے تجھے، تیرے غلام، واعظ اور تمام سامعین وحاضرین کو اپنی مغفرت و بخشش سے نواز دیا۔

سبحان اللہ وبحمدہ وسبحان اللہ العظیم

اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں دُعا ہے کہ سراجاً منیراً صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، کے صدقے، علامہ منیر احمد یوسفی مدظلہ کے فیوض و برکات سے ہمیشہ ہمیشہ زمانہ مستفیض ہوتا رہے اور آپ قدم قدم پر حسن عمل وخلوص کے موتی بکھیرتے رہیں۔ آخر میں اللہ تبارک وتعالیٰ جل وعلیٰ کے حضور ناچیز کی تمنا ہے!

ہو تابشؔ خاتمہ عشقِ نبی پر
میسر ہو مجھے یوں شادکامی

طالب دُعا

محمد منشا تابش قصوری

خطیب مریدکے (شیخوپورہ)

مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

آدابِ دُعا

دُعا

دُعا کے دو معنی ہیں۔

ایک لغوی معنی اور دوسرے شرعی

لغوی معنی

دعا کے لغوی معنی ہیں پکارنا، بلانا، التجا، درخواست، عرض، چھوٹے کا اپنے بڑے سے اظہارِ عجز کے ساتھ مانگنا،

معاملہ فہمی:

اللہ تبارک وتعالیٰ کا پکارنا یا بلانا:

سورۃ البقرۃ میں ہے:۔

وَ اللّٰہُ یَدْعُوْٓا اِلَی الْجَنَّۃِ وَالْمَغْفِرَۃِ بِاِذْنِہٖ (آیت: ۲۲۱)

(ترجمہ) ''اور اللہ (تبارک وتعالیٰ) اپنے حکم سے جنت اور بخشش کی طرف بلاتا ہے۔''

اسی طرح سورت یونس میں ہے:۔

وَاللّٰہُ یَدْعُوْٓا اِلٰی دَارِ السَّلٰمِ (یونس:۲۵)

(ترجمہ) ''اور اللہ (جل جلالہ) سلامتی کے گھر کی طرف پکارتا ہے۔''

اللہ (جل جلالہ) اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پکارنا، بلانا:

سورۃ الانفال میں ارشادِ الٰہی ہے:

يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ ۚ (الانفال: ۲۴)

(ترجمہ) ''اے ایمان والو اللہ (جل شانہ) اور رسول (کریم صلی اللہ علیہ وسلم) کے پکارنے پر حاضر ہو جب (رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم) تمہیں اس چیز کے لیے بلائیں جو تمہیں زندگی بخشے گی۔''

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پکارنے والے، بلانے والے:

سورۃ الاحزاب میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَآاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا ۙ وَّ دَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِيْرًا ۝ (الاحزاب: ۴۶،۴۵)

(ترجمہ) ''اے غیب کی باتیں بتانے والے (محبوب صلی اللہ علیہ وسلم) بے شک ہم نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو حاضر و ناظر، خوش خبری دینے والے، ڈر سنانے والے، اور اللہ (تبارک وتعالیٰ) کی طرف، اللہ (جل جلالہ) کے حکم سے بلانے والے اور چمکا دینے والے آفتاب (بنا کر) بھیجا ہے۔''

بیٹوں اور عورتوں کو بلانا، پکارنا:

سورۃ آل عمران میں ہے اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے پیارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتا ہے:

فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ۗ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ۝ (آل عمران: ۶۱)

(ترجمہ) ''تو (اے محبوب صلی اللہ علیک وسلم) ان سے فرمائیں آؤ ہم اپنے بیٹوں کو پکارتے ہیں اور تمہارے بیٹوں کو بلاتے ہیں اور اپنی عورتوں اور تمہاری عورتوں کو اور اپنی جانوں کو اور تمہاری جانوں کو، پھر مباہلہ کریں تو جھوٹوں پر اللہ (تبارک وتعالیٰ) کی لعنت ڈالیں۔''

غزوۂ احد میں رسول کریم ﷺ کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پکارنا:۔

غزوۂ اُحد کے حالات بیان کرتے ہوئے اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:۔

(ترجمہ) ''بے شک اللہ (تبارک وتعالیٰ) نے تم سے وعدہ سچا کر دکھایا جب کہ تم اس کے حکم سے کافروں کو قتل کرتے تھے۔ یہاں تک کہ تم نے پست ہمتی اختیار کی اور حکم میں جھگڑا ڈالا اور نافرمانی کی اور اس کے بعد کہ اللہ (تبارک وتعالیٰ) تمہیں تمہاری خوشی کی بات (کفار کی شکست) دکھا چکا تھا۔ تم میں سے کوئی دنیا چاہتا تھا۔ (کہ مرکز چھوڑ کر مال غنیمت کے لیے چلا گیا) اور تم میں سے کوئی آخرت چاہتا تھا۔ (جو اپنے امیر حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ اپنی جگہ پہاڑی پر قائم رہ کر شہید ہو گیا) تمہارا منہ ان سے پھیر دیا کہ تمہیں آزمائے اور بے شک اس نے تمہاری لغزش سے درگزر فرمایا اور تمہیں معاف فرما دیا اور اللہ تبارک وتعالیٰ ایمان والوں پر بڑا فضل فرماتا ہے'' پھر فرمایا:

اِذْ تُصْعِدُوْنَ وَ لَا تَلْوٗنَ عَلٰۤى اَحَدٍ وَّ الرَّسُوْلُ یَدْعُوْكُمْ فِیْۤ اُخْرٰىكُمْ (آل عمران:۱۵۳)

(ترجمہ) ''جب تم منہ اٹھائے چلے جاتے تھے اور پیٹھ پھیر کر کسی کو نہ دیکھتے اور (اللہ جل جلالہ کے) رسول (ﷺ) تمہارے پیچھے تمہیں پکار رہے تھے (بلا رہے تھے)''

سورۃ المؤمنون میں اللہ تبارک وتعالیٰ، رسول کریم ﷺ سے فرما رہا ہے:

وَ اِنَّكَ لَتَدْعُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۷۳﴾ (المؤمنون:۷۳)

(ترجمہ) ''اور یقیناً آپ (ﷺ) تو انہیں سیدھی راہ کی طرف بلاتے ہیں''

ایک دوسرے کو پکارنا:۔

سورۃ النور میں ہے:

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا (النور:۶۳)

(ترجمہ) ''رسول اللہ (ﷺ) کے بلانے یا پکارنے کو ایسا نہ ٹھہرا لو جیسے تم آپس میں ایک دوسرے کو بلاتے یا پکارتے ہو۔''

رب کائنات کی طرف بلانا:

دعوت وتبلیغ کے اصول بیان فرماتے ہوئے ارشاد ہوا:

اُدۡعُ اِلٰی سَبِیۡلِ رَبِّکَ بِالۡحِکۡمَۃِ وَالۡمَوۡعِظَۃِ الۡحَسَنَۃِ وَجَادِلۡہُمۡ بِالَّتِیۡ ہِیَ اَحۡسَنُ (النحل:۱۲۵)

(ترجمہ) ''اپنے رب کی طرف پکی تدبیر اور اچھی نصیحت سے پکاریں اور ان سے اس طریقہ سے بحث کریں جو سب سے بہتر ہو۔''

حضرت شعیب علیہ السلام کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بلانا، پکارنا:

حضرت موسیٰ کلیم اللہ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت شعیب علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ و السلام کی بیٹیوں کی بکریوں کو پانی پلایا، وہ بچیاں جب گھر واپس آئیں تو اپنے والد گرامی حضرت شعیب علیہ السلام کو بکریوں کو پانی پلانے والا واقعہ بیان کیا تو حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا انہیں بلا کر لاؤ۔ چنانچہ ان میں سے ایک بچی شرم وحیا سے چلتی ہوئی آئی اور

قَالَتۡ اِنَّ اَبِیۡ یَدۡعُوۡکَ (القصص:۲۵)

(ترجمہ) ''کہنے لگی میرے والد (گرامی) آپ کو بلاتے ہیں۔ (پکارتے ہیں)''

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مردوں کو پکارنا:

حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے پروردگار کے حضور خواہش ظاہر کی کہ اے میرے پروردگار مجھے دکھا تو مردے کیسے زندہ فرمائے گا؟ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا کیا تجھے یقین نہیں؟ عرض کیا یقین تو ہے مگر میں یہ چاہتا ہوں کہ میرے دل کی تسکین ہو جائے (تو رب کائنات نے) فرمایا چار پرندے لے کر ہلا لے (مانوس کر لے) پھر ان کو ذبح کر کے ٹکڑے کر ڈالو اور ہر پہاڑ پر ایک ایک ٹکڑا رکھ دو (مطلب یہ کہ ٹکڑے ٹکڑے کر کے مختلف پہاڑوں پر ان کے اجزاء باہم ملا کر رکھ دیں)

ثُمَّ ادۡعُہُنَّ یَاۡتِیۡنَکَ سَعۡیًا ؕ وَاعۡلَمۡ اَنَّ اللّٰہَ عَزِیۡزٌ حَکِیۡمٌ (البقرۃ:۲۶۰)

(ترجمہ) ''پھر انہیں پکارو، تمہارے پاس دوڑتے ہوئے آجائیں گے اور جان رکھو کہ اللہ

تبارک و تعالیٰ غالب ہے، حکمتوں والا ہے۔"(ترجمہ محمد جونا گڑھی غیر مقلد چھاپہ سعودی عرب) اس ترجمہ سے یہ مسئلہ بھی واضح ہوگیا کہ مردوں کو پکارنا شرک نہیں اگر شرک ہوتا تو اللہ تبارک وتعالیٰ ایسا کرنے کے لیے نہ فرماتا۔

شرک کیا ہے؟ شرک یہ ہے کہ کسی کو اللہ تبارک وتعالیٰ کے سوا معبود جانا جائے یا معبود سمجھ کر پکارا جائے۔

حضرت اسرافیل علیہ السلام کا مردوں کو پکارنا:

اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ مِنْ اٰیٰتِہٖٓ اَنْ تَقُوْمَ السَّمَآءُ وَ الْاَرْضُ بِاَمْرِہٖ ؕ ثُمَّ اِذَا دَعَاکُمْ دَعْوَۃً ۖۗ مِّنَ الْاَرْضِ ۖۗ اِذَآ اَنْتُمْ تَخْرُجُوْنَ ﴿۲۵﴾ (الروم:۲۵)

(ترجمہ) "اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس کے حکم سے آسمان اور زمین قائم ہیں پھر جب تمہیں زمین سے ایک پکارے گا تو صرف ایک بار کی پکار سے تم سب زمین سے باہر نکل آؤ گے۔"

قرآن مجید کی محولہ بالا آیات سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ دعا کے مطلقاً معنی "پکارنا" اور "بلانا" بھی آتے ہیں جو مسلمہ ہیں، ایسی اور بھی کئی آیات ہیں۔

مذکورہ بالا تمام آیات میں غیر اللہ کو پکارا اور بلایا گیا ہے۔ بعض حضرات قرآن مجید کی آیات کے ذریعے ہی ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ غیر اللہ کو پکارنا شرک ہے۔ مثلاً وہ کہتے ہیں

وَ لَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ (یونس:۱۰۶)

(ترجمہ) "اور مت پکارو اللہ کے سوا کسی کو"

وَاَنَّ مَا یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِہٖ ھُوَ الْبَاطِلُ (الحج:۶۲)

(ترجمہ) "اور اس کے سوا جسے بھی پکارتے ہیں وہ باطل ہے۔"

وَاَنَّ مَا یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِہِ الْبَاطِلُ (لقمان:۳۰)

(ترجمہ) ''اور اس کے سوا جن کو لوگ پکارتے ہیں سب باطل ہیں۔''

ایسی تمام آیات میں، پہلی بات تو یہ ہے کہ یہاں یدعون، تدعون کے معنی پکارنا نہیں، بلکہ یدعون بمعنی یعبدون یعنی ''عبادت'' کے ہیں کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں کہ اس کی عبادت کی جائے، اگر کسی نے اپنی ذہنی اختراع سے کسی کو معبود بنا رکھا ہے تو یہ معبود باطل ہے۔ یہاں لکڑی پتھر کی مورتیوں کو اور من گھڑت جھوٹے معبودوں کو باطل کہا گیا ہے۔

واضح بات ہے کہ ایک شخص حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ''یارسول اللہ'' صلی اللہ علیک وسلم کہتا ہے، یہ پکار رسول صلی اللہ علیہ وسلم سمجھ کر ہے۔ الٰہ سمجھ کر نہیں ہے ''یارسول اللہ'' کے معنی ہیں ''اے اللہ تبارک وتعالیٰ کے رسول'' اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم حق ہیں۔ اور حق کے ساتھ آئے ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔ قُلْ یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ (یونس:۱۰۸) (ترجمہ) ''(اے محبوب صلی اللہ علیک وسلم) فرمادیں کہ اے لوگو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے حق پہنچ چکا ہے۔'' اور دوسرے مقام پر فرمایا: یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّكُمْ (النساء:۱۷۰) (ترجمہ) '' اے لوگو تحقیق تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے رسول (کریم صلی اللہ علیہ وسلم) حق لے کر آگئے''

وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

جیسی تمام آیات کی تشریح وہ آیات ہیں جن میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے:

فَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ (الشعراء:۲۱۳)

(ترجمہ) ''پس تم اللہ (تبارک وتعالیٰ) کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہ پکارو۔''

وَ لَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۘ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ (القصص:۸۸)

(ترجمہ) '' اور اللہ (تبارک وتعالیٰ) کے ساتھ کسی دوسرے کو معبود نہ پکارنا، کیونکہ بجز اللہ (تبارک وتعالیٰ) کے اور کوئی معبود نہیں۔''

رب ذوالجلال کے فرمانے کا اصل مقصد ومدعا یہ ہے کہ اس کی ذات کے سوا یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، اس کے سوا کسی کو بھی معبود جان کر پکارنا شرک ہے۔

ایسے ہی اللہ تبارک وتعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت کرنا بھی شرک عظیم ہے۔

جن آیات مبارکہ میں ایسا ذکر آتا ہے ان میں سے چند ایک ملاحظہ ہوں۔ مثلاً

وَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا یَخْلُقُوْنَ شَیْـًٔا وَّ هُمْ یُخْلَقُوْنَ ؕ (النحل: ۲۰)

(ترجمہ) ''اور جنہیں تم اللہ (تبارک وتعالیٰ) کے سوا پوجتے ہو وہ کچھ بھی نہیں بناتے اور وہ خود بنائے ہوئے ہیں۔'' [۱]

اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ یَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّ لَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ ؕ (الحج: ۷۳)

(ترجمہ) ''بے شک جنہیں تم اللہ (تبارک وتعالیٰ) کے سوا پوجتے ہو ایک مکھی نہ بنا سکیں گے اگرچہ سب اس پر اکٹھے ہو جائیں۔'' [۲]

وَالَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا یَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِیْرٍ ؕ (فاطر: ۱۳)

(ترجمہ) ''اور جنہیں تم اللہ (تبارک وتعالیٰ) کے سوا پوجتے ہو وہ دانہ خرما کے چھلکے تک کے مالک نہیں۔'' [۳]

بعض لوگ ان اور ایسی آیات کو انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء اللہ کرام رحمہم اللہ علیہم اجمعین پر چسپاں کرتے ہیں۔ حالانکہ ان تمام آیات میں اور ان جیسی دیگر آیات میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے واضح فرمایا ہے جن کو تم اللہ تبارک وتعالیٰ کے سوا پوجتے ہو وہ کسی چیز کے خالق نہیں، مردے ہیں، بے جان ہیں۔ یعنی لکڑی، پتھر، لوہے، تانبے، سونے اور چاندی کے بت۔

مشرکین لات ومنات، ھبل اور بعل بت کی پوجا کرتے تھے اور ان بتوں کو اِلٰـــہ جان کر

۱۔ تفسیر ابن عباس ۱۶۸، البیضاوی جلد ا ص ۲۶۳، جلالین جلد ۲ ص ۲۸۶، روح المعانی جز ۱۴ ص ۱۰۸، تفسیر روح البیان جلد ۵ ص ۲۳، ابن جریر جز ۱۴ ص ۹۳، شاہ ولی اللہ صاحب، امام احمد رضا خان صاحب بریلوی اور اشرف علی تھانوی صاحب دیوبندی

۲۔ تفسیر ابن عباس ص ۲۱۱، روح البیان جلد ۲ ص ۲۱، ابن جریر جز ۱۷ ص ۲۰۳، جلالین جلد ۲ ص ۱۰۳، شیخ سعدی شیرازی، امام احمد رضا خان، شاہ عبد القادر، اشرف علی تھانوی محمود الحسن دیوبندی۔

۳۔ تفسیر ابن عباس ص ۲۷۰، مدارک جلد ۳ ص ۳۳۷، ابن جریر جز ۲۲ ص ۱۲۵، روح البیان جلد ۷ ص ۳۳۲، جلالین جلد ۲ ص ۲۹۰، مظہری جلد ۸ ص ۵۰، شیخ سعدی شیرازی، شاہ ولی اللہ، امام احمد رضا خان بریلوی

پکارتے تھے۔ مسئلہ واضح ہے بت کی پوجا کرنا، بت کو پکارنا دین اسلام میں کسی طرح سے بھی جائز نہیں جب کہ انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء کرام رحمہم اللہ علیہم اجمعین اور دیگر انسانوں کو انسان سمجھ کر پکارنے کی کسی آیت میں ممانعت نہیں۔

مسجدوں میں ''یارسول اللہ یا علی یا غوث اعظم'' کے نعروں اور پکار سے روکنے کے لیے بعض لوگوں نے ایک آیت کا سہارا لیا ہوا ہے اور اپنے نظریہ کو سکون دینے کے لیے ایک آیت پڑھتے ہیں بلکہ کئی مساجد کے دروازوں پر یہ آیت مبارکہ لکھ دی گئی ہے اور ساتھ ہی اپنی مرضی کا ترجمہ بھی لکھ دیا ہے۔ آیت اور مرضی والا ترجمہ ملاحظہ ہو۔

وَّاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ﴿۱۸﴾ (الجن:۱۸)

(ترجمہ) ''اور یہ کہ مسجدیں اللہ (تبارک وتعالیٰ) کی ہیں لہٰذا ان میں اللہ (تبارک و تعالیٰ) کے ساتھ کسی اور کو نہ پکارو۔''

ایسا ترجمہ بعض لوگوں نے قرآن مجید میں بھی گھسیڑ دیا ہے۔ جن لوگوں نے ایسا ترجمہ کیا ہے ان میں سے بعض کے نام ملاحظہ فرمائیں: شاہ رفیع الدین، شاہ عبدالقادر، ثناءاللہ امرتسری، محمود الحسن، احمد علی لاہوری، ڈپٹی نذیر احمد، عبدالماجد دریا آبادی، عبداللہ یوسف علی، محمد جونا گڑھی، صفی الرحمان مبارک پوری وغیرہ۔

حالانکہ صحیح ترجمہ یہ ہے ''اور یہ کہ مسجدیں اللہ (تبارک وتعالیٰ) ہی کی ہیں تو اللہ (تبارک و تعالیٰ) کے ساتھ کسی کی بندگی نہ کرو۔''

صحیح تراجم ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) وَاَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلّٰهِ بَنَيْتَ لِذِكْرِ اللّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا (فَلَا تَعْبُدُوْا) مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا (فِی الْمَسَاجِدِ) (تفسیر ابن عباس ص ۴۷۰)

(ترجمہ) ''یعنی مساجد اللہ (تبارک وتعالیٰ) کے ذکر کے لیے ہیں ان میں اللہ (تبارک و تعالیٰ) کے ساتھ کسی کی عبادت نہ کرو۔''

(۲) فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا فِی الْمَسَاجِدِ لَا نَّهَا خَالِصَةً لِلّٰهِ وَ لِعِبَادَتِهٖ

(مدارک جلد ۲ ص ۷۳۷)

(۳) فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا (فَلَا تَعْبُدُوْا فِيْهَا غَيْرَهٗ) البیضاوی جلد ۲ صفحہ نمبر ۵۳۵

(۴) وآنکہ مسجد ہا مخصوص برائے خداست پس عبادت مے کنید بخدای یک را (شاہ ولی اللہ محدث دہلوی)

(۵) ''جتنی مسجدیں ہیں وہ سب اللہ کا حق ہیں سو اللہ کے ساتھ کسی کی عبادت مت کرو'' (اشرف علی تھانوی)

(۶) ''اور یہ کہ مسجدیں اللہ ہی کی ہیں تو اللہ کے ساتھ کسی کی بندگی نہ کرو۔'' (امام احمد رضا خان بریلوی)

(7) All the Mosques are places of worship belong to Allah., Therefore do not worship anyone besides Allah.(M.Ahmad Sufi)

علاوہ ازیں دیکھیں: ابن جریر جز ۲۹ ص ۲۲۹، تفسیر ابو سعود جلد ۸ ص ۲۷۱، تفسیر کبیر جلد ۸ ص ۲۲۹، صلاح الدین ص ۵۸۰، (مفہوم ملاحظہ فرمائیں) فتح القدیر جلد ۵ ص ۳۷۳، درمنثور جلد ۸ ص ۳۰۶، ابن کثیر جلد ۴ ص ۳۷۷، تفسیر قرطبی جلد ۱۰ جز ۲۰ ص ۱۵، تفسیر مظہری جلد ۱۰ ص ۹۲، ضیاء القرآن جلد ۵ ص ۳۹۳۔

سعودی عرب سے چھپنے والے اردو ترجمہ قرآن کے ساتھ حافظ صلاح الدین یوسف نے تفسیر لکھی ہے اور مفسر صاحب نے خوب گڈ مڈ کر کے اصل مقصد کو دھندلا کر کے آیت قرآنیہ کے معنی اپنی فرقہ وارانہ سوچ میں بدلنے کی ناکام کوشش کی ہے۔ ملاحظہ ہو:

''مسجد کے معنی سجدہ گاہ کے ہیں۔ سجدہ بھی چونکہ رکن نماز ہے اس لیے نماز پڑھنے کی جگہ کو مسجد کہا جاتا ہے۔ آیت کا مطلب واضح ہے کہ مسجدوں کا مقصد صرف ایک اللہ کی عبادت ہے۔ اس لیے مسجدوں میں کسی اور کی عبادت، دعا و مناجات اور استغاثہ و استمداد جائز نہیں۔ یہ امور ویسے تو مطلقاً ممنوع ہیں اور کہیں بھی غیر اللہ کی عبادت جائز نہیں۔ لیکن مسجدوں کا بطور خاص اس لیے ذکر کیا گیا ہے کہ ان کے قیام کا مقصد ہی اللہ کی عبادت ہے اگر یہاں بھی غیر اللہ کو پکارنا شروع کر دیا گیا تو یہ نہایت ہی قبیح اور ظالمانہ حرکت ہوگی۔ لیکن بدقسمتی سے نام نہاد مسلمان اب مسجدوں میں بھی اللہ کے ساتھ دوسروں کو مدد کے لیے پکارتے ہیں۔ بلکہ مسجدوں میں ایسے کتبے

آویزاں کئے ہوئے ہیں۔ جن میں اللہ تبارک وتعالیٰ کو چھوڑ کر دوسروں سے استغاثہ کیا گیا ہے۔''

(تفسیر احسن البیان ص ۱۳۵۱ چھاپہ سعودی عرب ریاض)

صاحب تفسیر نے کس طرح آیت مبارکہ کی تفسیر اپنی فرقہ واریت کے زہریلے قلم سے تحریر کی ہے، پوجا اور پکار کے معنی یکسر گڈ مڈ کر دیئے ہیں۔ چونکہ یہ لوگ ''یارسول اللہ'' کہنا حرام اور کفر سمجھتے ہیں لہذا انہوں نے اپنے باطنی ناپاک پروگرام کو قرآن مجید کی تفسیر میں داخل کر کے اپنے سوا دوسرے لوگوں پر نام نہاد مسلمان ہونے کا لیبل چسپاں کر دیا ہے۔ حالانکہ ان کی اپنی نام نہاد فکری صلاحیتیں حقیقت کو جاننے اور ماننے سے بالکل عاری ہیں۔ مسجدوں میں نمازی نماز پڑھتے ہوئے اللہ تبارک وتعالیٰ کے حضور اپنی قولی، مالی، بدنی عبادات پیش کرتے ہوئے چودہ سو سال سے پڑھتے چلے آرہے ہیں:۔

اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّیِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

یعنی ''اللہ تبارک وتعالیٰ کے ساتھ اپنی کل عبادات کا ذکر کرنے اور اظہار بندگی کے ساتھ جناب رسول کریم ﷺ کی بارگاہ میں پروانۂ سلام بایں الفاظ پیش کرتے ہیں، (اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ (یعنی یا نبی سلام علیک) ممکن ہے یہ حضرات التحیات بھی نہ پڑھتے ہوں۔ جو لوگ قرآن مجید کے معنوں اور مقاصد میں تحریف کر لیتے ہیں ان سے کیا بعید ہے جو چاہیں قلم وعمل کے ظلم دکھائیں۔

ویسے یہ لوگ خود بھی مساجد میں ہی لوگوں سے، غیر اللہ سے، امداد مانگتے ہیں۔ رسول کریم ﷺ کے قدموں کی برکت سے ساری زمین مسجد ہے جب ساری زمین مسجد ہے اور بمطابق ''تفسیر احسن البیان'' مسجدوں میں غیر اللہ سے مدد مانگنی ناجائز ہے تو اس فقرے کی زد میں ناشرین خود بھی آتے ہیں کیونکہ یہ امریکہ سے مدد مانگتے ہیں۔ ان کے طرز عمل سے پتہ چلتا ہے کہ انہیں مخاصمت ہے تو صرف رسول کریم ﷺ اور اولیاء کرام رحمھم اللہ علیہم اجمعین سے۔ انہوں نے اس مخاصمت میں اسلام کے حلیے اور نظام کو بگاڑنے کی پوری پوری کوشش کی ہے مگر ان کے قرآن مجید اور احادیث مبارکہ کے خلاف نامناسب اور غلط نظریات کی بیخ کنی تو ہوتی رہتی ہے لیکن وہ غلط

نظریات کی حفاظت کے لیے فرقہ وارانہ وفاداریاں نبھا رہے ہیں۔ کچھ واقعات اور حالات ملاحظہ ہوں تاکہ ایسے لوگوں کے من گھڑت نظریات سے آگاہی حاصل ہو سکے۔

سرکار دو عالم ﷺ کو وصال مبارک کے بعد حرف ندا ''یا'' کے ساتھ امداد کے لیے پکارنا، مصیبت کے وقت پکارنا، بروایت سند صحیح ثابت ہے۔''

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں قحط واقع ہوا، ایک صحابی حضرت بلال ابن حارث مزنی رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم ﷺ کے مزار پُر انوار پر حاضر ہوئے اور عرض کی۔ یا رسول اللہ استسق اللہ لامتك فانهم قد هلکوا '' یارسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم) اپنی امت کے لیے اللہ تعالیٰ سے پانی مانگئے وہ ہلاک ہوتی جارہی ہے۔'' فاتی الرجل فی المنام'' تو ایک مرد ان (حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ) کی خواب میں آئے۔ (الاستیعاب جلد ۲ ص ۴۶۴) میں ہے۔

''فاتاہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی المنام'' اس کی خواب میں نبی کریم ﷺ تشریف لائے اور فرمایا: ائت عمر فاقرئه السلام، فمرہ ان یستسقی للناس فانهم سیسقون وقل له علیك الکیس فاتی الرجل عمر فاخبرہ قال فبکی عمر و قال یا رب لا آلو الا ما عجزت عنه [1]

(ترجمہ) ''حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ اور انہیں کہو کہ لوگوں کے لیے بارش کی دعا کریں، انہیں بارش دی جائے گی اور انہیں کہو احتیاط کا دامن مضبوطی سے پکڑے رہو، وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ماجرا بیان کیا۔ (راوی) کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ رو دیئے عرض کیا یا اللہ (جل جلالک) میں اپنی بساط بھر کوتاہی نہیں کرتا۔''

اسی طرح مصیبت اور تکلیف میں ''غیر اللہ'' کو پکارنے کے بارے میں امام بخاری علیہ الرحمہ نے ''الادب المفرد'' میں زیر عنوان '' باب مایقول الرجل اذا خدرت رجله یعنی (باب جب کسی آدمی کا پاؤں سن ہو جائے تو وہ کیا کہے) میں لکھا ہے: '' خدرت رجل ابن عمر فقال له رجل اذکر احب الناس الیك فقال یا محمد ﷺ [2]

---

[1] فتح الباری جلد ۲ ص ۶۳۰، مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۷ ص ۴۸۲، الاستیعاب جلد ۲ ص ۴۶۴

[2] الادب المفرد ص ۱۴۲ سطر نمبر ۱۵ (چھاپہ بیروت) ص ۲۵۰ (چھاپہ سانگلہ ہل)، تحفۃ الذاکرین للشوکانی ص ۲۶۷ (چھاپہ بیروت۔)

یعنی'' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا پاؤں سن ہوگیا تو ایک آدمی نے انہیں کہا کسی ایسے انسان کو یاد کیجئے جس کے ساتھ آپ کو سب سے زیادہ محبت ہے تو انہوں نے پکارا۔'' یا محمد'' (صلی اللہ علیک وسلم) تو ان کی تکلیف دور ہوگئی۔ کیا عجیب معاملہ ہے ایک وہ مسلمان ہے جو'' یا محمد'' (صلی اللہ علیک وسلم) کہے تو اس کی تکلیف دور ہو جاتی ہے اور ایک وہ کلمہ پڑھنے والا ہے جس کو'' یا محمد صلی اللہ علیک وسلم'' کا مقدس کلمہ سن کر اور لکھا ہوا دیکھ کر تکلیف ہوتی ہے۔ امام بخاری علیہ الرحمہ بھی ایک مسلمان ہیں جنہوں نے اپنی کتاب 'الادب المفرد'' میں لکھا ہے کہ جس کے پاؤں کو تکلیف ہو وہ '' یا محمد'' (صلی اللہ علیک وسلم) کہے تو اس کی تکلیف ختم ہو جاتی ہے کیا امام بخاری علیہ الرحمہ نام نہاد مسلمان اور مشرک ہیں؟

دُعا کے شرعی معنی:۔

شرعی معنوں میں دعا کرنا، عبادت ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے:۔

دُعا عبادت ہے:

حضرت نعمان ابن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

اَلدُّعَآءُ هِيَ الْعِبَادَةُ [1] قَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ [2]

(ترجمہ)'' دُعا عبادت ہے۔'' تمہارا پروردگار فرماتا ہے تم میری عبادت کرو میں قبول کروں گا۔''

---

[1] ابوداؤد جلد ۱ ص ۲۱۵، الترغیب والترہیب جلد ۲ ص ۴۷۷، مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱۰ ص ۲۰۰، مسند احمد جلد ۴ ص ۲۷۱، ترمذی جلد ۲ ص ۱۷۵، موارد الظمان حدیث نمبر ۲۳۹۶، مشکوٰۃ ص ۱۹۴، طبرانی صغیر جلد ۲ ص ۹۷، طبری جز ۲۴ ص ۵۱، قرطبی جلد ا جز ۲ ص ۳۰۹، جلد ۸ جز ۱۵ ص ۲۱۳، حلیۃ الاولیاء جلد ۸ ص ۱۲۰، کتاب الاذکار ص ۳۴۰، ۳۳۳، ابن ماجہ ص ۲۸۰، الادب المفرد ص ۱۰۵، (بیروت)، ص ۱۸۵۔ (سانگلہ ہل)، فتح الباری جلد ۱۱ ص ۱۱۳۔

[2] مدارک جلد ۲ ص ۴۸۴، معالم وخازن جز ۶ ص ۸۵، مستدرک حاکم جلد ۲ ص ۲۷۵، ابن جریر جز ۲۴ ص ۷۸، روح البیان جلد ۸ ص ۲۰۰، مظہری جلد ۸ ص ۲۶۸، جلالین جلد ۲ ص ۱۸، مسند احمد جلد ۴ ص ۲۶۷، فتح الباری جلد ۱۱ ص ۱۱۳۔

دُعا صرف عبادت ہی نہیں بلکہ عبادت کا مغز بھی ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ [1]

(ترجمہ) ''دعا عبادت کا مغز ہے۔''

اللہ جل شانہ، کے ہاں پسندیدہ چیز!

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد مقدس ہے:۔

لَیْسَ شَیْءٌ اَکْرَمَ عَلَی اللّٰہِ سُبْحَانَہٗ مِنَ الدُّعَاءِ [2]

(ترجمہ) ''اللہ جل شانہ کے نزدیک دعا سے زیادہ پسندیدہ کوئی چیز نہیں''

دُعا نہ کرنے والے سے اللہ تبارک وتعالیٰ ناراض ہوتا ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

مَنْ لَمْ یَدْعُ اللّٰہَ سُبْحَانَہٗ غَضِبَ اللّٰہُ عَلَیْہِ [3]

(ترجمہ) ''جو شخص اللہ (تبارک وتعالیٰ) سے دعا نہ کرے، اللہ (تبارک وتعالیٰ) اس سے ناراض ہوتا ہے۔''

اس حدیث پاک کی شرح میں وحید الزماں صاحب (غیر مقلد) نے لکھا ہے:

''بعض اولیاء اللہ جو دعائیں نہیں کرتے، اس کا مطلب یہ نہیں کہ بالکل دعا نہیں کرتے۔ تمام انبیاء اور اولیاء نے دعا کی۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ مالک کی مرضی جب تک نہیں پاتے،

---

[1] ۔ترمذی جلد ۲ ص ۱۷۵، مشکوٰۃ ص ۱۹۴، کنز العمال جلد ۲ ص ۶۲، الترغیب والترہیب جلد ۲ ص ۲۸۲

[2] ۔ابن ماجہ ص ۲۸۰، مسند احمد جلد ۲ ص ۱۰۵، (بیروت) ص ۱۸۵، (سانگلہ ہل)، ترمذی جلد ۲ ص ۱۷۵، کنز العمال جلد ۲ ص ۶۶، مشکوٰۃ ص ۱۹۴، مسند احمد جلد ۲ ص ۳۸۲۔ شرح السنۃ جلد ۳ ص ۱۶۰، قرطبی جلد ۱ ص ۱۰۳، کتاب الاذکار ص ۳۳۳، الترغیب والترہیب جلد ۲ ص ۴۷۸

[3] ۔ابن ماجہ ص ۲۸۰، مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱۰ ص ۲۰۰، مشکوٰۃ ص ۱۹۵، الادب المفرد ص ۲۷ (بیروت) ص ۱۷۱، (سانگلہ ہل)، شرح السنۃ جلد ۳ ص ۱۶۰، ترمذی جلد ۲ ص ۱۷۵۔ (باختلاف الفاظ)

دعا نہیں کرتے۔ جب اس کی مرضی دعا میں پاتے ہیں تو فوراً دعا کرتے ہیں۔" (ابن ماجہ مترجم جلد ۳ ص ۳۳۳ حاشیہ نمبر ۱ من وعن)

افضل دُعا:۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں، میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ فرماتے تھے:

اَفْضَلُ الدُّعَآءِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ [۱] (ترجمہ) "تمام دعاؤں سے افضل دعا "الحمد للہ" ہے۔

دُعا تقدیر بدل دیتی ہے:

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں، رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

لَا يَرُدُّ الْقَضَآءَ اِلَّا الدُّعَآءُ وَلَا يَزِيْدُ فِي الْعُمُرِ اِلَّا الْبِرُّ [۲]

(ترجمہ) "قضا نہیں ٹلتی مگر دعا سے ٹل جاتی ہے اور نیک سلوک کے سوا کوئی چیز عمر کو نہیں بڑھاتی۔" حضرت ثوبان سے مروی روایت میں لَا يَرُدُّ الْقَدَرَ اِلَّا الدُّعَآءَ (یعنی تقدیر نہیں بدلتی مگر دعا سے) کے الفاظ ہیں [۳]

دُعا بلا کو ٹالتی ہے:

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، فرماتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔

اِنَّ الدُّعَآءَ يَنْفَعُ مِمَّا نَزَلَ وَمِمَّا لَمْ يَنْزِلْ فَعَلَيْكُمْ عِبَادَ اللّٰهِ بِالدُّعَآءِ [۴]

(ترجمہ) "دُعا نازل شدہ آفت میں بھی نفع دیتی ہے اور اس بلا میں بھی جو نہ اتری ہو۔

---

[۱]۔ ترمذی جلد ۲ ص ۱۷۶۔ مشکوٰۃ ص ۲۰۱۔ الترغیب والترہیب جلد ۲ ص ۴۱۵۔ مستدرک حاکم جلد ۱ ص ۶۷۶، درمنثور جلد ۱ ص ۳۱، ابن ماجہ حدیث نمبر ۳۸۰۰۔ ابن حبان حدیث نمبر ۲۳۲۶۔

[۲]۔ ترمذی جلد ۲ حدیث نمبر ۲۱۳۹، المعجم الکبیر للطبرانی جلد ۶ ص ۲۵۱۔

[۳]۔ مستدرک حاکم جلد ۱ ص ۶۷۰۔ ابن ماجہ حدیث نمبر ۲۲، ترمذی حدیث نمبر ۲۱۳۹، شرح السنۃ جلد ۶ ص ۲۶۴، مشکوٰۃ حدیث نمبر ۲۲۳۳، مسند احمد جلد ۵ ص ۲۷۷، المعجم الکبیر للطبرانی جلد ۲ ص ۱۰۰، جلد ۶ ص ۲۵۱۔

[۴]۔ مشکوٰۃ ص ۱۹۵، ترمذی جلد ۲ ص ۱۹۵، الترغیب والترہیب جلد ۲ ص ۴۸۰۔

تو اے اللہ (جل جلالک) کے بندو! دُعا کو مضبوطی سے پکڑو۔''

(یعنی دُعا کے دو فائدے ہیں۔ ایک یہ کہ اس کی برکت سے آئی بلا ٹل جاتی ہے۔ دوسرے یہ کہ آنے والی بلا رک جاتی ہے۔ لہٰذا ہر وقت دعا مانگنی چاہیے، شاید کوئی بلا آنے والی ہو اور اس دعا سے رک جائے۔ ڈھال ہتھیار کا وار روک لیتی ہے، پانی پیاس کو بجھا دیتا ہے ایسے ہی دعا آئی بلا کا وار روک لیتی ہے۔)

ہر نبی (علیہ السلام) کی ایک دُعا ضرور قبول ہوتی ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ مُسْتَجَابَةٌ يَدْعُوبِهَا وَاُرِيْدُ اَنْ اَخْتَبِئَ دَعْوَتِيْ شَفَاعَةً لِاُمَّتِيْ فِي الْاٰخِرَةِ[1]

(ترجمہ) ''ہر نبی (علیہ السلام) کے لیے ایک دعا ہوتی ہے۔ جو وہ دعا مانگتے ہیں اور اللہ (تبارک وتعالیٰ) اس کو ضرور قبول فرماتا ہے اور میں چاہتا ہوں اپنی دعا کو چھوڑے رکھوں اور قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کے لیے وہ دعا کروں''

حضرت معتمر علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ میں نے اپنے والد گرامی سے سنا اور انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حدیث شریف بیان کی۔ وہ فرماتے ہیں، نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

كُلُّ نَبِيٍّ سَاَلَ سُوْلًا اَوْقَالَ لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ قَدْ دَعَابِهَافَاسْتُجِيْبَ فَجَعَلْتُ دَعْوَتِيْ شَفَاعَةً لِّاُمَّتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ[2]

(ترجمہ) ''ہر نبی (علیہ السلام) نے (رب کائنات سے) ایک ایک سوال کیا ہے۔ یا ہر نبی (علیہ السلام) نے ایک ایک دعا کی ہے جس کو اللہ (تبارک وتعالیٰ) نے قبول فرمایا اور میں نے اپنی یہ دعا (جس کا قبول ہونا یقینی ہے) قیامت کے دن تک اپنی امت کی شفاعت کے لیے چھوڑ رکھی ہے۔''

---

[1]۔ بخاری جلد ۲ ص ۹۳۲، مسلم جلد ۱ ص ۱۱۳، شرح السنۃ جلد ۳ ص ۶۱، حلیۃ الاولیاء جلد ۷ ص ۲۵۹، مسند احمد جلد ۲ ص ۴۸۶۔

[2]۔ بخاری جلد ۲ ص ۹۳۲۔ فتح الباری جلد ۱۱ ص ۱۱۵، مسلم جلد ۱ ص ۱۱۳ مسند احمد جلد ۶ ص ۳۹۶۔

آدابِ دُعا کی تفصیل

آدابِ دُعا کی تفصیل

ا۔ دُعا باوضو کرنا

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ:

دَعَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِمَاءٍ فَتَوَضَّاءَ ثُمَّ رَفَعَ یَدَیْہِ

(ترجمہ) ''نبی کریم ﷺ نے پانی منگوایا اور وضو فرمایا، پھر دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے'' اور دعا فرمائی اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِعُبَیْدٍ اَبِیْ عَامِرٍ (یا الٰہی عبید ابو عامر کی بخشش فرما۔)

تو راوی کہتے ہیں میں نے حضور ﷺ کی بغلوں کی سفیدی کی زیارت کی۔ آپ ﷺ نے پھر بارگاہِ رب ذوالجلال میں عرض کیا:

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ فَوْقَ کَثِیْرٍ مِّنْ خَلْقِکَ مِنَ النَّاسِ [۱]

(ترجمہ) '' اے میرے اللہ (تبارک وتعالیٰ) قیامت کے دن اس کی قدر و منزلت کثیر مخلوق میں بلند فرما۔'' (اس حدیث شریف میں دعا سے پہلے وضو کرنے کا ذکر ہے)

۲۔ اسم اعظم کے وسیلہ سے دُعا:

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں، نبی کریم ﷺ نے ایک شخص سے سنا کہ وہ کہہ رہا تھا:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ بِاَنِّیْ اَشْھَدُ اَنَّکَ اَنْتَ اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ الْاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِیْ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ [۲] ''اے میرے اللہ (سبحانہ وتعالیٰ) میں تیری بارگاہ میں تیرے وسیلہ سے سوالی ہوں۔ بے شک تو اللہ (سبحانہ وتعالیٰ) ہے، ایک ہے، بے نیاز ہے، وہ ذات جو نہ کسی سے پیدا ہوا اور نہ جس سے کوئی پیدا ہوا اور نہ کوئی اس کا شریک ہے۔''

فَقَالَ لَقَدْ سَأَلْتَ اللّٰہَ بِالْاِسْمِ الَّذِیْ اِذَا سُئِلَ بِہٖ اَعْطٰی وَاِذَا دُعِیَ بِہٖ اَجَابَ

۱۔ بخاری جلد ۲ ص ۹۴۴، فتح الباری جلد ۱۱ ص ۲۲۴، عمدۃ القاری جلد ۱۲ جز ۲۳ ص ۱۲، تفہیم البخاری جلد ۹ ص ۶۶۱

۲۔ شرح السنۃ جلد ۳ ص ۷۸۔ الترغیب والترہیب جلد ۲ ص ۴۸۵

(ترجمہ) ''فرمایا تم نے اللہ تبارک وتعالیٰ سے وہ نام لے کر سوال کیا ہے جب کوئی یہ نام لے کر اُس سے مانگتا ہے تو وہ دیتا ہے اور جب کوئی وہ نام لے کر دعا کرتا ہے تو قبول فرماتا ہے۔''

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے ایک شخص کو سنا، وہ دُعا میں اس طرح کہہ رہا تھا:

اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسْئَلُكَ بِاَنَّ لَكَ الْحَمْدُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ وَحْدَكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ اَلْمَنَّانُ بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ذُوالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ [1]

ترجمہ: ''اے میرے اللہ (جل جلالک) میں تجھ سے سوالی ہوں اس وسیلہ سے کہ تمام تعریفیں تیری ہیں، تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، تو واحد ہے، تیرا کوئی شریک نہیں، تو احسان فرمانے والا ہے، آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمانے والا ہے۔ اے حقیقی جلالت والے اور اے حقیقی کرم فرمانے اور بخشش فرمانے والے'' تو آپ ﷺ نے فرمایا۔

لَقَدْ سَاَلَ اللّٰهَ بِاِسْمِهِ الْاَعْظَمِ الَّذِیْ اِذَا سُئِلَ بِهٖ اَعْطٰی وَاِذَا دُعِیَ بِهٖ اَجَابَ۔

ترجمہ: اس شخص نے اللہ (تبارک وتعالیٰ) کے نام سے سوال کیا ہے تو جب کوئی اس کے وسیلہ سے سوال کرتا ہے تو اللہ (تبارک وتعالیٰ) دیتا ہے تو جب کوئی اس کے وسیلہ سے دعا کرتا ہے تو اللہ (تبارک وتعالیٰ) قبول فرماتا ہے۔

۳۔ دُعا سے پہلے ذکر الٰہی اور درود شریف:

حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں، ایک مرتبہ رسول کریم ﷺ تشریف فرما تھے کہ ایک آدمی آیا، اس نے نماز پڑھی اور عرض کیا: اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ ''یاالٰہی میری بخشش فرما اور مجھ پر رحم فرما'' تو رسول کریم ﷺ نے فرمایا عَجِلْتَ اَیُّھَا الْمُصَلِّیْ ''اے نمازی تو نے بہت جلد بازی کی ہے''۔ اِذَا صَلَّیْتَ فَقَعَدْتَّ فَاحْمِدِ اللّٰهَ بِمَا هُوَ اَهْلُهٗ وَصَلِّ عَلَیَّ ثُمَّ ادْعُهٗ۔ ''جب تو نماز پڑھے، تو پھر بیٹھے، تو اللہ (تبارک وتعالیٰ) کی تعریف کر، جیسے اس کو لائق ہے اور مجھ پر درود شریف بھیج، پھر دعا کر'' راوی کہتے ہیں پھر ایک اور شخص آیا

---

[1] ۔ ابن ماجہ ص ۲۸۵ شرح السنۃ جلد ۳ ص ۷۷، ابن حبان حدیث نمبر ۲۳۸۲، الترغیب والترہیب جلد ۲ ص ۴۸۶۔

اس نے نماز پڑھی، نماز پڑھنے کے بعد اللہ تبارک وتعالیٰ کی حمد وثناء کی جیسے کرنی چاہیے تھی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ہدیہ درود شریف پیش کیا تو حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَیُّھَا الْمُصَلِّی اُدْعُ تُجَبْ [1] (اے نمازی دعا کر تیری دعا قبول ہے)

حدیث حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: فرماتے ہیں۔

اِنَّ الدُّعَاءَ مَوْقُوْفٌ بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَا یَصْعَدُ مِنْہُ شَیْءٌ حَتّٰی تُصَلِّیْ عَلٰی نَبِیِّكَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ [2]

(ترجمہ) ''بے شک دعا آسمان اور زمین کے درمیان معلق رہتی ہے اس میں سے کچھ اوپر نہیں چڑھتا جب تک رسول کریم ﷺ پر درود شریف نہ پڑھا جائے''

حدیث حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَا مِنْ دُعَاءٍ اِلَّا بَیْنَہٗ وَبَیْنَ السَّمَآءِ حِجَابٌ حَتّٰی تُصَلِّ عَلَی النَّبِیِّ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنْحَرَقَ الْحِجَابُ وَاسْتُجِیْبَ الدُّعَاءُ وَاِذَا لَمْ یُصَلِّ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمْ یُسْتَجِیْبُ الدُّعَاءُ [3]

(ترجمہ) ''جو بھی کوئی دعا ہے اس میں اور آسمان میں حجاب ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ جب حضرت محمد ﷺ پر درود شریف بھیجا جاتا ہے تو حجاب اٹھ جاتا ہے۔ اور یہ دعا درجہ قبولیت کو پہنچ جاتی ہے اور اگر نبی کریم ﷺ پر درود شریف نہ پڑھا جائے تو دعا قبولیت کا درجہ نہیں پاتی۔''

---

[1] ابوداؤد جلد ۱ ص ۲۱۵، ترمذی جلد ۲ ص ۱۸۵۔ الترغیب والترہیب جلد ۲ ص ۴۸۷، المعجم الکبیر للطبرانی جلد ۱۸ ص ۳۰۸، مجمع الزوائد جلد ۱۰ ص ۱۵۵، مشکوٰۃ ص ۸۶، نسائی جلد ۱ ص ۱۸۹، کنز العمال جلد ۲ ص ۱۲۹، شرح السنۃ جلد ۲ ص ۲۷۹۔

[2] جلاء الافہام ص ۲۹، شرح السنۃ جلد ۲ ص ۲۷۹

[3] جلاء الافہام ص ۱۱، الصلوٰۃ والسلام علی خیر الانام ص ۱۶، قاضی محمد سلمان منصوری

۴۔ دُعا سے پہلے اَللّٰھُمَّ یا اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا کہنا:۔

لفظ 'اللہ' اسم ذات ہے اس کی نہ جمع ہے اور نہ تانیث چونکہ جمع اور تانیث توحید کے منافی ہے لہٰذا اس اسم پاک کو ان سے پاک رکھا گیا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا اسم ذات زبان پر آتے ہی تمام صفات الٰہیہ اور صفاتی اسماء حسنیٰ خود بخود چشم تصور میں پھرنے لگ جاتے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا نام قرآن مجید میں سب سے زیادہ (یعنی ۲۶۹۷ بار) آیا ہے۔

دعا میں اَللّٰھُمَّ (یعنی اے اللہ جل جلالک) کا لفظ کثرت سے وارد ہوا ہے۔ رسول کریم ﷺ کی سینکڑوں دعائیں اَللّٰھُمَّ سے شروع ہوتی ہیں۔ کبھی اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا اکٹھے بھی فرمایا گیا ہے۔

ایسی ایک مثال قرآن مجید میں بھی ہے:۔

جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قوم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا کہ آپ اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ وہ ہمارے لیے آسمان سے پکا پکایا کھانا اتارے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس وقت جو دعا فرمائی وہ اس طرح تھی:۔

اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا اَنْزِلْ عَلَیْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ (المائدہ: ۱۱۴)

(ترجمہ) (اے اللہ ہمارے رب ہمارے لیے آسمان سے خوان اتار)

ایک مثال حدیث شریف سے ملاحظہ فرمائیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں، رسول کریم ﷺ اکثر یوں دعا فرماتے ہیں:۔

اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّ فِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ [۱]

(ترجمہ:۔) "اے اللہ ہمارے رب ہمیں دنیا میں بھی بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔"

۵۔ دُعا سے پہلے رَبَّنَا کہنا:۔

قرآن مجید میں جس قدر دعائیں آئی ہیں وہ اکثر و بیشتر رَبِّ یا رَبَّنَا کے کلمہ سے شروع ہوتی ہیں اور اس کا فلسفہ یہی معلوم ہوتا ہے کہ دعا کرنے والا اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ

۱۔ بخاری جلد ۲ ص ۹۴۵، مسند احمد جلد ۳ ص ۱۰۱، المعجم الکبیر للطبرانی جلد ۱۰ ص ۵۶، کتاب الاذکار ص ۱۶۵۔

میں اس کی صفت ربوبیت کو قبولیتِ دُعاء کے لیے بطور وسیلہ کے پیش کرتا ہے۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اِذَا قَالَ الْعَبْدُ یَارَبِّ یَا رَبِّ یَا رَبِّ قَالَ اللّٰہُ لَبَّیْكَ عَبْدِیْ سَلْ تُعْطَ [1]

(ترجمہ) "جب بندہ یارب یارب کہتا ہے تو اللہ تبارک وتعالےٰ فرماتا ہے اے میرے بندے لبیک مانگ کیا مانگتا ہے تاکہ تجھے عطا فرمایا جائے۔"

بار بار رَبَّنَا کہنے سے دُعا کا قبول ہونا:

سورتِ آل عمران میں ارشاد ہے۔ جو لوگ کھڑے، بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے اللہ تبارک و تعالےٰ کو یاد کرتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش پر غور کرتے ہیں اور کہتے ہیں:۔

رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿١٩١﴾ رَبَّنَآ اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَيْتَهٗ ؕ وَ مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿١٩٢﴾ رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا ۖ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَ كَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَ تَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ﴿١٩٣﴾ رَبَّنَا وَ اٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ وَ لَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ﴿١٩٤﴾ (آل عمران:۱۹۱ تا ۱۹۴)

(ترجمہ) "(۱) اے ہمارے رب تو نے یہ بے کار پیدا نہیں کیا، تو بڑی شان والا ہے تو ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالے (۲) اے ہمارے پالنے والے جسے تو نے دوزخ میں داخل فرمایا اسے ضرور تو نے ذلیل کیا اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں (۳) اے رب ہمارے ہم نے ایک منادی کرنے والے کی منادی کو سنا کہ وہ ایمان کے لیے بلاتا ہے کہ تم اپنے رب پر ایمان لاؤ تو ہم ایمان لائے (۴) اے رب ہمارے تو ہمارے گناہ بخش دے اور ہماری برائیاں مٹا دے اور ہماری موت اچھوں کے ساتھ کردے اور (۵) اے ہمارے رب ہمیں وہ عطا فرما جس کا تو نے ہم سے اپنے رسولوں کے ذریعے وعدہ فرمایا اور ہمیں قیامت کے دن ذلیل نہ کرنا، بے شک تو اپنے وعدوں کے خلاف نہیں کرتا۔"

---

[1] ۔ الترغیب والترہیب جلد ۲ ص ۴۸۸، مجمع الزوائد جلد ۱۰ ص ۱۵۹، کنز العمال حدیث نمبر ۳۱۳۲

جب انہوں نے بار بار ربنا کہہ کر بارگاہ الٰہی میں التجا کی تو رب کائنات نے فرمایا فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّیْ لَاۤ اُضِیْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى ۚ (آل عمران: ۱۹۵) ''تو ان کے رب نے ان کی دعا قبول فرمالی کہ میں تم میں سے ہر عمل کرنے والے کے عمل کو ضائع نہیں فرماتا خواہ مرد ہو یا عورت۔''

۶۔ دُعا میں تکلف کرنا منع نہیں ہے:

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بیٹے کو سنا وہ کہہ رہا تھا:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ الْقَصْرَ الْاَبْيَضَ عَنْ يَمِيْنِ الْجَنَّةِ اِذَا دَخَلْتُهَا (اے میرے اللہ (جل شانک) میں تجھ سے سفید محل مانگتا ہوں جو جنت کے دائیں طرف ہو جب میں اس میں داخل ہوں۔) تو حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: سَلِ اللّٰهَ الْجَنَّةَ وَعُذْبِهٖ مِنَ النَّارِ (اللہ تبارک وتعالیٰ سے جنت مانگ اور دوزخ سے پناہ مانگ) کیونکہ میں نے رسول کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے:۔ سَيَكُوْنُ قَوْمٌ يَعْتَدُوْنَ فِی الدُّعَاءِ [۱] ''قریب ہے ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو دعاؤں کو حد سے بڑھائیں گے۔''

ابن سعد نے کہا میں نے اپنے والد حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے ایک دعا کی جسے انہوں نے سنا، دعا اس طرح کی تھی۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ الْجَنَّةَ وَنَعِيْمَهَا وَبَهْجَتَهَا وَ كَذَا وَ كَذَا وَ اَعُوْذُبِكَ مِنَ النَّارِ وَسَلَاسِلِهَا وَ اَغْلَالِهَا وَ كَذَا وَ كَذَا

(ترجمہ:۔) ''یا اللہ (جلِ جلالک) میرا، تیری بارگاہ میں سوال ہے، مجھے جنت عطا فرما اور اس کی نعمتیں اور اس کی لذتیں فلاں اور فلاں عطا فرما اور میں پناہ چاہتا ہوں تجھ سے جہنم کی اور اس کی زنجیروں کی اور طوقوں کی اور اس کی فلاں فلاں بلاؤں کی'' تو میرے والد صاحب نے فرمایا میں نے رسول کریم ﷺ سے سنا ہے آپ ﷺ نے فرمایا قریب ہے ایک ایسی قوم پیدا ہوگی جو دعا میں مبالغہ کرے گی۔ تو تو بے چارہ کہیں ان لوگوں میں سے نہ ہو جائے اور فرمایا:

۱۔ ابن ماجہ ص ۲۸۳، قرطبی جلد ۴ جزء ۷ ص ۲۲۴۔ تلخیص الحبیر جلد ۱ ص ۲۲۴۔ کنز العمال حدیث نمبر ۳۲۹۵،
ابوداؤد حدیث نمبر ۱۴۸۰۔ مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۷ ص ۶۵۔

اِنَّکَ اِنْ اُعْطِیْتَ الْجَنَّۃَ اُعْطِیْتَھَا وَمَا فِیْھَا مِنَ الْخَیْرِ وَاِنْ اُعِذْتَ مِنَ النَّارِ اُعِذْتَ مِنْھَا وَمَا فِیْھَا مِنَ الشَّرِّ [1] (یعنی جب تجھے جنت ملے گی تو اس میں جو جنتی نعمتیں اور لذتیں ہیں سب مل جائیں گی اور اگر جہنم میں پہنچے گا تو اس کی سب آفتوں سے عذاب دیا جائے گا)

۷۔ رزقِ حلال:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:۔ اللہ (تبارک وتعالیٰ) طیب ہے اور طیب مال قبول فرماتا ہے اور اللہ (تبارک وتعالیٰ) نے مسلمانوں کو اُس چیز کا حکم فرمایا جس کا حکم انبیاء کرام (علیہم السلام) کو فرمایا کہ اے انبیاء کرام (علیہم السلام) طیب اور لذیذ چیزیں کھاؤ اور نیک اعمال کرو اور رب ذوالجلال نے فرمایا اے ایمان والو! ہماری دی ہوئی طیب اور لذیذ روزی کھاؤ۔ اس ارشاد کے سنانے کے بعد نبی کریم ﷺ نے ایک شخص کا ذکر فرمایا جو کہ:۔

یُطِیْلُ السَّفَرَ اَشْعَثَ اَغْبَرَ یَمُدُّ یَدَیْہِ اِلَی السَّمَآءِ یَارَبِّ یَا رَبِّ مَطْعَمُہٗ حَرَامٌ وَمَشْرَبُہٗ حَرَامٌ وَمَلْبَسُہٗ حَرَامٌ وَغُذِیَ بِالْحَرَامِ فَاَنّٰی یُسْتَجَابُ لِذٰلِکَ [2]

(ترجمہ) ''لمبے لمبے سفر کرتا ہے گرد آلود اس کے بال ہیں، آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا اٹھا کر (دعا کرتا ہے) اور کہتا ہے یا رب یا رب مگر اس کا کھانا حرام، پینا حرام، لباس حرام اور حرام کی ہی غذا پاتا ہے۔ تو ان وجوہ سے دُعا کیسے قبول ہو؟''

معذرت کے ساتھ عرض ہے کہ ہمارے نزدیک حلال وحرام کا تصور جانوروں کے گوشت تک محدود ہو کر رہ گیا ہے، ہم کوے اور چیل کو اس لیے نہیں کھاتے کہ یہ حرام ہیں اور خنزیر کا نام سن کر تھوکنے لگتے ہیں۔ مگر ہم رشوت اور سود کو شیر مادر سمجھ کر ہضم کر لیتے ہیں۔ غیبت کو قرآن پاک نے مردہ بھائی کے گوشت کھانے سے تعبیر کیا ہے اور ہماری محافل غیبت کے بغیر جمتی اور سجتی ہی نہیں۔

---

[1] ۔ ابوداؤد جلد ۱ ص ۲۱۵، تلخیص الحبیر جلد ۱ ص ۱۴۴۔

[2] ۔ الترغیب والترہیب جلد ۲ ص ۵۴۵، درمنثور جلد ۱ ص ۱۶۸، جلد ۸ ص ۱۰، کتاب الاذکار ص ۳۵۱، مسلم جلد ۱ ص ۳۲۶، مسند احمد جلد ۲ ص ۳۶۸، مصنف عبدالرزاق جلد ۵ ص ۱۹، مشکوٰۃ ص ۲۴۱

ہمارے اسلاف اکل حلال کا بہت خیال رکھتے تھے چنانچہ وہ بزرگ مستجاب الدعوات بھی تھے۔ حلال کھانے سے روح میں بالیدگی پیدا ہوتی ہے اور کیف وجذب کی کیفیت طاری ہوتی ہے

رسول کریم ﷺ نے ایک بار مستجاب الدعوات، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے فرمایا، اے سعد اپنے رزق کو پاک رکھ تیری دعا ہمیشہ قبول ہوگی۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے جس آدمی کے پیٹ میں ایک نوالہ بھی حرام کا ہوگا۔ چالیس روز تک اس کی دُعا قبول نہ ہو سکے گی۔

۸۔ قبلہ شریف کی طرف رخ کر کے دُعا کرنا:

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ عیدگاہ میں استسقاء (پانی مانگنے) کے لیے تشریف لائے۔ آپ ﷺ نے دعا فرمائی اللہ (تبارک وتعالیٰ) سے پانی مانگا۔

ثُمَّ اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ وَقَلَبَ رِدَائَهٗ [1] (ترجمہ) "پھر آپ ﷺ نے قبلہ شریف کی طرف چہرہ مبارک کیا اور چادر شریف الٹی"۔

علامہ قرطبی علیہ الرحمہ نے ایک حدیث شریف ہے، فرماتے ہیں:۔

روی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ ثَلَاثَةٌ لَا یُسْتَجَابُ دُعَاؤُھُمْ اٰکِلُ الْحَرَامِ وَ مُکْثِرُ الْغِیْبَةِ وَمَنْ کَانَ فِیْ قَلْبِهٖ غِلٌّ اَوْ حَسَدٌ لِّلْمُسْلِمِیْنَ [2]

(ترجمہ) "نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تین آدمیوں کی دعا قبول نہیں ہوتی (۱) حرام خور کی (۲) کثرت سے غیبت کرنے والے کی اور (۳) مسلمانوں کے حق میں کینہ اور حسد رکھنے والے کی"۔

۹۔ لوگوں کی طرف منہ کر کے دُعا کرنا:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ جمعۃ المبارک کے

---

[1] بخاری جلد ۲ ص ۹۳۹ تیسیر الباری جلد ۸ ص ۲۳۴، فتح الباری جلد ۱۱ ص ۱۷۳، عمدۃ القاری جلد ۱ جز ۲ ص ۳۰۱، تفہیم البخاری جلد ۲ ص ۶۲۵

[2] تفسیر قرطبی سورۃ الفلق جلد ۱۰ جز ۲۰ ص ۱۷۷۔

دن خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ ایک شخص نے عرض کیا:

''یا رسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم) دعا فرمائیے'' اللہ (تبارک وتعالیٰ) ہم پر بارش برسائے۔ آپ (ﷺ) نے دعا فرمائی۔ آسمان پر بادل چھائے اور پانی برسنے لگا۔ لوگوں کو گھر تک پہنچنا مشکل ہوگیا اور دوسرے جمعۃ المبارک تک یکساں بارش برستی رہی۔ پھر دوسرے جمعۃ المبارک میں وہی شخص یا کوئی اور دوسرا شخص کھڑا ہوکر عرض کرنے لگا۔ یارسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم) اللہ (تبارک وتعالیٰ) سے دعا فرمائیے یہ بارش موقوف کرے (رک جائے)، ہم لوگ تو ڈوب گئے ہیں تو آپ (ﷺ) نے یوں دعا فرمائی:

اَللّٰھُمَّ حَوَالَیْنَا وَلَا عَلَیْنَا فَجَعَلَ السَّحَابُ یَتَقَطَّعُ حَوْلَ الْمَدِیْنَةِ وَلَا یُمْطِرُ اَھْلَ الْمَدِیْنَةِ [1]

(ترجمہ) ''یا الٰہی ہمارے اردگرد برسا، ہم پر نہ برسا۔ اسی وقت ابر پھٹ گیا اور مدینہ شریف کے اردگرد ہوگیا اور مدینہ شریف والوں پر بارش موقوف ہوگئی۔''

مذکورہ بالا حدیث شریف سے یہ بات ثابت ہوئی کہ قبلہ کے علاوہ لوگوں کی طرف منہ کر کے بھی دعا کی جاسکتی ہے۔ جب لوگوں کی طرف منہ کر کے دعا کی جاسکتی ہے تو سرکار دوعالم ﷺ کی طرف منہ کر کے بھی دعا کی جاسکتی ہے اس کی کسی حدیث شریف میں ممانعت نہیں۔ لہٰذا جب مدینہ منورہ، دربار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضری کا موقع نصیب ہو تو سرکار کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منہ کر کے رب کائنات کے حضور دعا کریں اور اگر کوئی بے علم الجھے تو درگذر کریں۔ سمجھانے کی طاقت ہو تو محبت سے سمجھائیں وگرنہ دل میں دعا کرلیں۔

---

[1] بخاری جلد ۲ ص ۹۳۹، تیسیر الباری جلد ۸ ص ۲۳۵، فتح الباری جلد ۱۱ ص ۱۷۲، عمدۃ القاری جلد ۱۱ جز ۲۲ ص ۳۰۱، تفہیم البخاری جلد ۹ ص ۶۲۴، ابن ماجہ ص ۹۱، مسند احمد جلد ۳ ص ۱۰۴، السنن الکبریٰ للبیہقی جلد ۳ ص ۳۵۶، ۳۵۵، ۳۵۴، ۳۵۳، درمنثور جلد ۲ ص ۲۸، الادب المفرد ص ۹۰ (بیروت)، ص ۱۶۰ (سانگلہ ہل)، نصب الرایۃ جلد ۲ ص ۲۳۹، کتاب الاذکار ص ۱۵۵، مشکوٰۃ حدیث نمبر ۵۹۰۲، شرح السنۃ جلد ۴ ص ۴۱۴، مصنف عبدالرزاق جلد ۳ ص ۹۲، مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱۰ ص ۲۱۹، ۳۴۶، جلد ۱۱ ص ۴۸۱، کنز العمال جلد ۸ ص ۸۳۳، شرح معانی الآثار جلد ۱ ص ۳۲۲، البدایۃ النہایۃ جلد ۳ ص ۱۰۷، المعجم الکبیر للطبرانی جلد ۱۰ ص ۳۴۶

١٠۔ یقینِ قبولیت اور حضورِ قلب:

دعا میں اخلاص کے ساتھ حضور قلبی بھی ضروری ہے، جو دعائیں بے توجہی اور غیر شعوری طور پر مانگی جاتی ہیں ان کے بارے میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

اُدْعُوا اللّٰہَ وَاَنْتُمْ مُوْقِنُوْنَ بِالْاَ جَابَةِ وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰہَ لَا یَسْتَجِیْبُ دُعَاءَ مِنْ قَلْبِ غَافِلٍ لَاہٍ [1]

(ترجمہ) "اللہ (تبارک وتعالیٰ) سے دعا کرو اور یہ یقین رکھو کہ تمہاری دعا قبول ہوگی اور جان لو بے شک اللہ (تبارک وتعالیٰ) غافل اور کھیلتے ہوئے دل والوں کی دعا قبول نہیں فرماتا۔"

غور کرنے کا مقام ہے کہ جب درخواست دینے والا خود بے توجہی سے کام لے تو حاکم کو کیا ضرورت ہے کہ وہ اس کی درخواست پر توجہ دے۔

١١۔ دُعا کے لیے عزم بالجزم:

جب بھی دعا کی جائے تو مایوسی سے نہیں بلکہ یقین سے کرنی چاہیے۔ جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں، رسول کریم ﷺ نے فرمایا:۔

اِذَا دَعَا اَحَدُکُمْ فَلْیَعْزِمِ الْمَسْئَلَةِ وَلَا یَقُوْلَنَّ اَللّٰھُمَّ اِنْ شِئْتَ فَاعْطِنِیْ فَاِنَّہٗ لَا مُسْتَکْرِہَ لَہٗ [2]

(ترجمہ) "جب کوئی تم میں سے دعا کرے تو اللہ (تبارک وتعالیٰ) سے قطعی طور پر مانگے (کہ یہ چیز مجھے عطا فرما) یوں نہ کہے اگر تو چاہے تو عنایت فرما اس لیے کہ اللہ (تبارک وتعالیٰ) پر کوئی زبردستی نہیں کرسکتا۔"

اسی طرح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ

---

[1] ۔ الترغیب والترہیب جلد ۲ ص ۴۹۲، مشکوٰۃ ص ۱۹۵، میزان الاعتدال حدیث نمبر ۳۷۹۳، درمنثور جلد ۱ ص ۱۹۵، کنز العمال جلد ۲ ص ۷۔

[2] ۔ بخاری جلد ۲ ص ۹۳۸۔ مسلم جلد ۲ ص ۳۴۲، مسند احمد جلد ۳ ص ۱۰۱۔

نے فرمایا کوئی تم میں سے یوں دعا نہ کرے۔

اَللّٰھُمَّ اغۡفِرۡلِیۡ اَللّٰھُمَّ ارۡحَمۡنِیۡ اِنۡ شِئۡتَ لِیَعۡزِمِ الۡمَسۡئَلَۃَ فَاِنَّہٗ لَا مُکۡرِہَ لَہٗ [۱]

(ترجمہ) ”یا اللہ (جل جلالک) اگر تو چاہے تو مجھے بخش دے یا اللہ (جل جلالک) اگر چاہے تو مجھ پر رحم کر بلکہ قطعی طور سے سوال کرے کیونکہ اللہ (جل جلالہ) پر کسی کا زور تھوڑا ہے۔“

۱۲۔ دُعا کرنے میں جلد بازی نہیں کرنی چاہیے:

دعا کرنے والے کو دعا کرنے میں جلد بازی نہیں کرنی چاہیے بلکہ جب تک دعا قبول نہ ہو، دعا کرتے رہنا چاہیے۔ گھبرانا نہیں چاہیے، جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

یُسۡتَجَابُ لِاَحَدِکُمۡ مَا لَمۡ یَعۡجَلۡ یَقُوۡلُ دَعَوۡتُ فَلَمۡ یُسۡتَجَبۡ لِیۡ [۲]

(ترجمہ) ”تم میں سے ہر ایک کی دعا تب قبول ہوتی ہے جب تک وہ جلدی نہ کرے۔ یوں نہ کہے میں نے دعا کی لیکن قبول نہیں ہوئی۔“

(یعنی ناامیدی کا کلمہ منہ سے نہ نکالے اور اللہ کریم جل شانہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔ دعا کرنے سے کبھی نہ اکتائے۔)

۱۔ بخاری جلد ۲ ص ۹۳۸، تیسیر الباری جلد ۸ ص ۲۳۱، ابو داؤد جلد ۱ ص ۲۱۵، مشکوٰۃ ص ۱۹۴، ترمذی جلد ۲ ص ۱۸۷، ابن ماجہ ص ۲۸۲، مصنف عبدالرزاق جلد ۱۰ ص ۴۴۱، مسند احمد جلد ۲ ص ۲۴۳، ۴۴۶، ۴۸۶، ۵۰۰، ۵۳۰، کنز العمال جلد ۲ ص ۹۴، فتح الباری جلد ۱۱ ص ۱۶۸، عمدۃ القاری جلد ۱۱ جز ۲۲ ص ۲۹۹، تفہیم البخاری جلد ۹ ص ۶۲۰، مسند احمد جلد ۳ ص ۱۰۱، مسلم جلد ۲ ص ۳۴۲، (۳ سندیں) الادب المفرد ص ۹۰ (بیروت) (باختلاف الفاظ)

۲۔ درمنثور جلد ۱ ص ۱۹۵، قرطبی جلد ۱ جز ۲ ص ۳۱۱، الترغیب و الترہیب جلد ۲ ص ۴۹۰، بخاری جلد ۲ ص ۹۳۸، فتح الباری جلد ۱۱ ص ۱۶۹، عمدۃ القاری جلد ۱۱ جز ۲۲ ص ۲۹۹، تیسیر الباری جلد ۸ ص ۲۳۲، تفہیم البخاری جلد ۹ ص ۶۲۱، مسلم جلد ۲ ص ۳۵۲، ابو داؤد جلد ۱ ص ۲۱۲، ترمذی جلد ۲ ص ۱۷۶، ابن ماجہ ص ۲۸۲، مسند احمد جلد ۲ ص ۳۹۶، ۴۸۷، مصنف عبدالرزاق جلد ۱۰ ص ۴۴، مشکل الآثار جلد ۲ ص ۴۷، ۳، ۵۷، ۳، کنز العمال جلد ۲ ص ۷۹، حدیث نمبر ۳۲۲۲، آداب المفرد ص ۹۶ (بیروت)، ص ۱۷۰ (سانگلہ ہل) باب من قال یستجاب للعبد مالم یعجل، مشکوٰۃ ص ۱۹۴،

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی دوسری روایت میں ہے، فرماتے ہیں، رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

لَا یَزَالُ یُسْتَجَابُ لِلْعَبْدِ مَالَمْ یَدْعُ بِاِثْمٍ اَوْقَطِیْعَةِ رَحِمٍ مَالَمْ یَسْتَعْجِلْ قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا الْاِ سْتِعْجَالُ؟ قَالَ یَقُوْلُ قَدْ دَعَوْتُ وَقَدْ دَعَوْتُ فَلَمْ اَرَ یُسْتَجَبْ لِیْ فَیَسْتَحْسِرُ عِنْدَذٰلِكَ وَیَدَعُ الدُّعَآءَ ۔[1]

(ترجمہ) ''ہمیشہ بندہ کی دعا قبول ہوتی ہے جب تک وہ گناہ یا ناطہ توڑنے کی دعا نہ کرے اور جلدی نہ کرے، لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم) جلدی کے کیا معنیٰ ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا، یوں کہے کہ میں نے دعا کی، میں نہیں سمجھتا کہ وہ قبول ہو پھر ناامید ہو جائے اور دعا چھوڑ دے (یہ بات اللہ تبارک وتعالیٰ کو ناگوار ہوتی ہے) پھر وہ قبول نہیں کرتا، بندے کو چاہیے کہ اپنے مالک (حقیقی) سے ہمیشہ فضل وکرم کی امید رکھے اگر (دعا) دنیا میں قبول نہ ہوگی تو آخرت میں اس کا صلہ ملے گا)

۱۳۔ بزرگوں سے دُعا سیکھنا:

آداب دعا میں سے ایک ادب یہ بھی ہے کہ بزرگان دین سے دعا کرنے کا طریقہ سیکھا جائے یا جو دعا بزرگ سکھائیں اس کو ترجیح دی جائے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ ہمیں ایک دعا ایسے سکھاتے تھے جیسے قرآن مجید کی کوئی سورت سکھاتے ہوں۔ دعا یہ ہے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ وَمِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِیْحِ الدَّجَّالِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْیَاوَ الْمَمَاتِ ۔[2]

(ترجمہ) ''اے میرے اللہ (جل جلالک) میں تیری پناہ میں آتا ہوں، عذابِ دوزخ اور

۱۔ مسلم جلد ۲ ص ۳۵۲، الترغیب والترتیب جلد ۲ ص ۴۹۰، السنن الکبریٰ للبیہقی جلد ۳ ص ۳۵۳۔

۲۔ موطا امام مالک، ترمذی حدیث نمبر ۳۴۹۴، ابوداؤد حدیث نمبر ۹۸۰، مسند احمد جلد ۱ ص ۲۴۲، السنن الکبریٰ للبیہقی جلد ۳ ص ۱۵۲، ابن ماجہ حدیث نمبر ۳۸۴۰، شرح السنۃ جلد ۳ ص ۱۴۶، الترغیب والترہیب جلد ۴ ص ۴۵۰

عذابِ قبر سے اور میں تیری پناہ میں آتا ہوں مسیح دجال کے فتنہ سے اور میں تیری پناہ میں آتا ہوں زندگی اور موت کے فتنہ سے۔"

۱۴۔ بزرگوں سے دُعا کروانا:

حضرت قتادہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ فرماتے ہیں، حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا (حضرت) انس رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کا خادم ہے آپ ﷺ اس کے لیے دعا فرمائیں۔ آپ ﷺ نے دعا فرمائی:

اَللّٰھُمَّ اَکْثِرْ مَالَہٗ وَوَلَدَہٗ وَبَارِکْ لَہٗ فِیْمَا اَعْطَیْتَہٗ [۱]

(ترجمہ) "یا اللہ (جل سلطانک) اس (انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو بہت مال و دولت اور اولاد عطا فرما اور جو تو عطا فرمائے اس میں برکت دے۔"

اس حدیث شریف کی شرح میں وحید الزماں صاحب (غیر مقلد) نے لکھا ہے۔" آنحضرت ﷺ کی دعا کا یہ اثر ہوا کہ انس رضی اللہ عنہ بڑے مالدار اور صاحب جائیداد ہوئے، ایک سو بیس بیٹے اور بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ ننانوے یا ایک سو تیس سال عمر ہوئی۔ آگے لکھا ہے آپ ﷺ کی دعا کا کیا پوچھنا، آپ ﷺ کے غلاموں کی دعاؤں میں اللہ نے بڑے بڑے اثر دیئے ہیں۔"" حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء قدس سرہ نے بنئے سے ایک پیسہ قرض لے کر اپنے پیر و مرشد بابا فرید گنج شکر قدس سرہ کو کھانا کھلایا۔ اس وقت حضرت نظام الدین اولیاء کے پاس بجز ایک کہنہ ازار اور ایک بوسیدہ عمامہ کے کرتا تک نہ تھا۔ حضرت بابا فرید نے کھانا کھا کر فرمایا نظام الدین کیا خوش ذائقہ کھانا تو نے کھلایا۔ حالانکہ اس میں سوائے ترکاری کی جڑوں اور نمک کے کچھ نہ تھا۔ بھلا ایک پیسہ میں کیا کھانا ہوتا۔ پھر فرمایا جا نظام الدین تیرے دستر خوان پر دو وقتہ چار ہزار آدمی کھانا کھائیں گے، ایسا ہی ہوا۔ ان کو دہلی میں بے شمار فتوحات حاصل ہوئیں اور ہر روز دو وقتہ چار ہزار فقراء اور مساکین کو عمدہ عمدہ کھانے کھلایا کرتے۔" (تیسیر الباری جلد ۸ ص ۲۲۸ من وعن)

۱۔ شرح السنۃ جلد ۷ ص ۲۵۳، مسند احمد جلد ۳ ص ۱۹۴، السنن الکبریٰ للبیہقی جلد ۳ ص ۹۶، ترمذی حدیث نمبر ۳۸۲۹، مسلم جلد ۲ ص ۲۹۸، بخاری جلد ۱ ص ۲۶۶

۱۵۔ نیک لوگوں سے دُعا کروانا:

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اَنَّ رَجُلًا یَاْتِیْکُمْ مِنَ الْیَمَنِ یُقَالُ لَہٗ اُوَیْسٌ لَاْ یَدَعُ بِالْیَمَنِ غَیْرُ اُمٍّ لَہٗ قَدْ کَانَ بِہٖ بَیَاضٌ فَدَعَا اللّٰہَ فَاَذْھَبَہٗ اِلَّا مَوْضِعَ الدِّیْنَارِ اَوِالدِّرْھَمِ فَمَنْ لَقِیَہٗ مِنْکُمْ فَلْیَسْتَغْفِرْ لَکُمْ [1]

(ترجمہ) ''تمہارے پاس یمن سے ایک صاحب آئیں گے جنہیں (حضرت) اویس (قرنی رضی اللہ عنہ) کہا جاتا ہے انہیں یمن میں صرف ان کی والدہ ہی روکے ہوئے ہے ان کو برص کی سفیدی تھی تو انہوں نے اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا کی، اللہ تبارک وتعالیٰ نے وہ دور کردی سوائے دینار یا درہم کے برابر، تو تم میں سے جو ان سے ملے، وہ اُن سے اپنے لیے دعا کروائے۔''

انبیاء کرام علیہم السلام سے دُعائیں کروائی گئی:۔

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ یعنی ''میں قبول فرماتا ہوں پکارنے والے کی پکار (دُعا کرنے والی دُعا) جب وہ پکارتا ہے، دُعا کرتا ہے''

اس آیت اور ارشاد باری تعالیٰ پر ایمان والے کا عقیدہ ہے اور انبیاء علیہم السلام اور نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس حقیقت کو جانتے تھے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ سب کی سنتا ہے لیکن جب کوئی انبیاء کرام علیہم السلام اور خود رسول کریم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر دعا کرواتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم یا دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کسی سے نہ فرماتے کہ تم خود ہی دعا کرو اللہ تبارک وتعالیٰ سب کی سنتا ہے۔ ان کے قول و عمل سے پتا چلتا ہے کہ یہ عقیدہ ہونے کے باوجود کہ اللہ تبارک وتعالیٰ سب کی سنتا ہے، بزرگوں سے دعائیں کروانا شرک و بدعت نہیں، جو لوگ بزرگوں سے دعائیں کروانے کو شرک و بدعت کہتے ہیں وہ قابل رحم ہیں جب انہیں بھی آفت و بلا یا مصیبت کا سامنا ہوتا ہے تو وہ بھی بزرگوں کی تلاش کر کے دعائیں کرواتے ہیں۔

---

[1] ۔ مشکوۃ ص ۵۸۱، مسلم جلد ۲ ص ۳۱۱، کنزالعمال حدیث نمبر ۳۴۸۲۲، ۳۴۰۵۴، ۳، حلیۃ الاولیا جلد ۲ ص ۷۹

قرآن مجید اور احادیث مبارکہ اور سنت مقدسہ سے آگاہ لوگ یہ جانتے اور مانتے ہیں کہ نہ تو بزرگوں کے پاس جانا شرک و بدعت ہے نہ ہی ان سے دعائیں کروانا شرک و بدعت ہے بلکہ عین اسلام اور عین توحید ہے اللہ تبارک وتعالیٰ فہم عطا فرمائے۔

واقعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دُعا کا اور قوم:۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ اٰيٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ﴿۱۳۳﴾ وَلَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ قَالُوْا يٰمُوْسَى ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ۚ (الاعراف ۱۳۴۔۱۳۳)

(ترجمہ) ''پھر ہم نے ان پر طوفان بھیجا اور ٹڈیاں اور گھن کا کیڑا اور مینڈک اور خون کہ یہ سب کھلے کھلے معجزے تھے، سو وہ تکبر کرتے رہے اور وہ لوگ دراصل تھے ہی جرائم پیشہ اور جب ان کو عذاب واقع ہوتا تو (حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہو کر یوں عرض کرتے اے موسیٰ علیہ السلام ہمارے لیے اپنے رب سے اس بات کی دعا کر دیجئے جس کا اس نے آپ سے عہد کر رکھا ہے'' پھر وہ لوگ یہ بھی عرض کرتے ''اگر آپ یعنی موسیٰ علیہ السلام اس عذاب کو ہم سے ہٹا دیں تو ہم ضرور ضرور آپ کے کہنے پر ایمان لے آئیں گے اور ہم بنی اسرائیل کو بھی رہا کر کے آپ کے ہمراہ کر دیں گے۔'' ١

١ یعنی ایک عذاب آتا تو اس سے تنگ آ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آتے ان کی دعا سے وہ ٹل جاتا تو ایمان لانے کی بجائے پھر اس کفر و شرک پر جمے رہتے، پھر عذاب آتا ہر بار دعا کرواتے، آپ کبھی بھی نہ فرماتے میں تمہارے لیے دُعا نہیں کر سکتا تم خود ہی دعا کر لو۔ کیونکہ رب کائنات جل جلالہ سب کی سنتا ہے جب انبیاء کرام علیہم السلام جو معصوم عن الخطا ہیں ایسا نہیں فرماتے تھے تو ہمیں بھی جو پر خطا ہیں قطعاً ایسی بات نہیں کرنی چاہیے۔ لہٰذا دعائیں خود کریں یا بزرگوں سے کروائیں ہر طرح سے جائز ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت اویس رضی اللہ عنہ سے دُعا کروائی:۔

حضرت اسیر بن جابر سے روایت ہے، فرماتے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس، جب یمن سے لوگ آتے تو آپ ان سے پوچھتے کیا تمہارے درمیان حضرت اویس رضی اللہ عنہ رہتے

ہیں یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ خود حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان سے پوچھا کیا تمہارا نام اویس ابن عامر ہے (رضی اللہ عنہ)؟ انہوں نے کہا ہاں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا تم مراد قبیلے سے تعلق رکھتے ہو؟ انہوں نے کہا ہاں۔ کیا آپ (شہر) قرن میں رہتے ہو؟ انہوں نے کہا ہاں۔ پوچھا تم کو برص کی تکلیف تھی؟ فرمایا ہاں مگر وہ اچھا ہو گیا ہے اور درہم برابر باقی ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تمہاری والدہ ہے؟ انہوں نے کہا ہاں۔ تب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے رسول کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے:۔

يَاتِىْ عَلَيْكُمْ اُوَيْسُ ابْنُ عَامِرٍ مَعَ اَمْدَادِ اَهْلِ الْيَمَنِ مِنْ مُرَادٍ ثُمَّ مِنْ قَرْنٍ كَانَ بِهٖ بَرَصٌ فَبَرَأَ مِنْهُ اِلَّا مَوْضِعَ دِرْهَمٍ لَهٗ وَالِدَةٌ هُوَ بِهَا بَرٌّ لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهٗ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ يَسْتَغْفِرَ لَكَ فَافْعَلْ فَاسْتَغْفِرْ لِىْ فَاسْتَغْفَرَ لَهٗ[1]

(ترجمہ) ”تمہارے پاس (حضرت) اویس ابن عامر رضی اللہ عنہ آئیں گے، یمن کی امدادی فوج کے ساتھ، اس کا تعلق مراد قبیلے سے ہے، جو قرن کی شاخ ہے۔ اس کو برص تھا وہ اچھا ہو گیا ہے مگر درہم برابر باقی ہے۔ اس کی والدہ ہے، اسکا یہ حال ہے اگر اللہ تبارک وتعالیٰ کے بھروسے پر قسم کھا بیٹھے تو اللہ تبارک وتعالیٰ اس کو سچا فرما دے، پھر اگر تجھ سے ہو سکے تو اپنے لیے دعا کروانا، (حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کو دعا کے لیے کہا) تو حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لیے بخشش کی دعا کی۔“

اس واقعہ میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اچھے اور نیکوکار لوگوں سے دعائے خیر طلب کرنی چاہیے اگرچہ طالب دعا مرتبہ کے لحاظ سے افضل ہی کیوں نہ ہو۔

واقعہ:۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں، نبی کریم ﷺ اپنے کسی سفر میں تھے آپ ﷺ کا گزر ایک ایسے شخص پر ہوا جو گرم ریت پر پیٹھ اور پیٹ کے بل لیٹ رہا تھا اور کہہ رہا تھا اے نفس! رات کو سونا اور دن کو خرافات میں مبتلا ہونا اور تو پھر بھی جنت کی امید کرے جب وہ

---

[1] مسلم جلد ۲ ص ۳۱۱، مستدرک حاکم جلد ۳ ص ۴۵۶، دلائل النبوۃ جلد ۶ ص ۳۷۶،۳۷۷

شخص اپنے کام سے فارغ ہوگیا ہماری طرف متوجہ ہوا تو رسول کریم ﷺ نے فرمایا اپنے بھائی کو لو اور اس سے دعا کرواؤ۔ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم نے اس سے کہا۔ اُدْعُ اللّٰہَ لَنَا یَرْحَمُکَ اللّٰہُ (ہمارے لیے اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا کرو اللہ تبارک وتعالیٰ تجھ پر رحم فرمائے) اس شخص نے کہا اللہ تبارک وتعالیٰ تمہیں ہدایت کے امر پر جمع فرمائے، ہم نے کہا اور زیادہ دعا فرمایئے تو اس نے کہا اللہ تبارک وتعالیٰ تمہارا اٹھکانا جنت بنائے، ہم نے کہا اور زیادہ دعا کرو تو اس نے کہا اللہ تبارک وتعالیٰ تمہارے تقویٰ میں اضافہ فرمائے۔[1]

۱۶۔ دُعا اپنی ذات سے شروع کرنا:

امام ابن ماجہ قزوینی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے "کتاب الدعا" سنن ابن ماجہ میں باب باندھا ہے۔

بَابٌ اِذَا دَعَا اَحَدُ کُمْ فَلْیَبْدَاءْ بِنَفْسِہٖ (جب کوئی تم میں سے دعا کرے تو پہلے اپنی ذات سے شروع کرے۔) یہ باب باندھ کر ایک حدیث شریف لکھی ہے جس میں اس باب کے مطابق طریقہ دعا درج کیا گیا ہے کہ: اِذَا ذَکَرَ اَحَدًا فَدَعَالَہٗ بَدَاءِ بِنَفْسِہٖ[2] (ترجمہ) "نبی کریم ﷺ" جب کسی کا ذکر کر کے اس کے لیے دعا فرماتے تو پہلے اپنی ذات مقدسہ سے دعا شروع فرماتے۔"

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

یَرْحَمُنَا اللّٰہُ وَاَخَا عَادَ[3] (ترجمہ) "اللہ (تبارک وتعالیٰ) رحم فرمائے ہم پر اور (ہمارے) بھائی حضرت ہود علیہ السلام پر۔"

۱۷۔ چھوٹوں سے اپنے لیے دُعا کروانا:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں، میں نے نبی کریم ﷺ سے عمرہ کرنے کے لیے اجازت چاہی تو آپ ﷺ نے مجھے اجازت عطا فرمائی اور ساتھ ہی ارشاد فرمایا:

لَا تَنْسَنَا یَا اُخَیَّ مِنْ دُعَائِکَ فَقَالَ کَلِمَۃً مَا یَسُرُّنِی اَنَّ لِیَ بِھَا الدُّنْیَا[4]

---

[1] مجمع الزوائد جلد ۱۰ ص ۱۵۸۔ المعجم الکبیر للطبرانی جلد ۲ ص ۲۲۔ [2]۔ [3]۔ ابن ماجہ ص ۲۸۲۔ کنز العمال حدیث نمبر ۳۲۳۹۸، مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۷ ص ۳۳۔ [4]۔ کتاب السنی ص ۷۱۳، السنن الکبریٰ للبیہقی جلد ۵ ص ۲۵۱، ابوداؤد جلد ۱ ص ۲۱۷، کتاب الاذکار ۵۰۱۸۷، ۳۴۵، مشکوٰۃ ص ۱۹۵، ابن ماجہ ص ۲۱۳۔

(ترجمہ) ''اے میرے بھائی مجھے اپنی دعا میں نہ بھولنا سو ایسا کلمہ (کہ مجھے دعا میں نہ بھولنا) فرمایا جس سے مجھے اتنی خوشی ہوئی کہ اگر ساری دنیا مل جاتی تو اتنی خوشی نہ ہوتی۔''

۱۸۔عدم موجودگی میں دُعا کرنا:

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

دَعْوَةُ الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ لِاَخِيْهِ بِظَهْرِ الْغَيْبِ مُسْتَجَابَةٌ عِنْدَ رَأْسِهٖ مَلَكٌ مُوَكَّلٌ كُلَّمَا دَعَا لِاَخِيْهِ بِخَيْرٍ قَالَ الْمَلَكُ الْمُوَكَّلُ بِهٖ اٰمِيْنَ وَلَكَ بِمِثْلٍ۔ ؎۱

(ترجمہ) ''مسلمان کی اپنے مسلمان بھائی کے لیے اس کی پس پشت دعا ضرور قبول ہوتی ہے اس کے سر کے پاس فرشتہ مقرر ہوتا ہے کہ وہ جب اپنے بھائی کے لیے دعائے خیر کرتا ہے تو مقرر فرشتہ آمین کہتا ہے اور (کہتا ہے) تجھے بھی ایسا ہی ملے۔''

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، فرماتے ہیں، رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

اِنَّ اَسْرَعَ الدُّعَاءِ اِجَابَةً دَعْوَةُ غَائِبٍ لِغَائِبٍ ؎۲

(ترجمہ) ''بہت جلد قبول ہونے والی دُعا، غائب (مسلمان) کی دُعا ہے جو (اپنے غائب (مسلمان بھائی) کے لیے کی جائے۔''

۱۹۔ایسی دُعا کرنا جو اللہ (جل جلالہ) کے محبوب بندوں کی ہو:

حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

دَعْوَةُ ذِى النُّوْنِ اِذْ دَعَاهُ وَهُوَ فِىْ بَطْنِ الْحُوْتِ: لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّىْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ، فَاِنَّهٗ لَمْ يَدْعُ بِهَا رَجُلٌ مُّسْلِمٌ فِىْ شَىْءٍ قَطُّ اِلَّا

؎۱۔ مسلم جلد ۲ ص ۳۵۲، مشکوٰۃ ص ۱۹۴، مرآۃ جلد ۳ ص ۲۹۳، تلخیص الحبیر جلد ۲ ص ۹۵، ابن ماجہ ص ۲۱۳

؎۲۔ ترمذی جلد ۲ ص ۱۹۵، ابوداؤد جلد ۲ ص ۱۹۵، مشکوٰۃ ص ۱۹۵، مرآۃ جلد ۳ ص ۲۹۹، الترغیب و الترہیب جلد ۴ ص ۸۴۔

اِسْتَجَابَ اللّٰہُ لَہٗ ؎۱

(ترجمہ) ''حضرت ذی النون (یعنی حضرت یونس علیہ السلام) نے جو دعا مچھلی کے پیٹ میں پڑھی، جو کوئی مسلمان ان کلمات سے دعا کرے گا اللہ (تبارک وتعالیٰ) اس کی دعا کو قبول فرمائے گا۔ (وہ دُعا یہ ہے)

لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ

(ترجمہ) ''تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو پاک ومنزہ ہے بے شک میں ہی ظالموں میں سے ہوں''

۲۰۔ اپنے اور اولاد ومال کے لیے بددُعا نہ کرنا:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَا تَدْعُوْا عَلٰی اَنْفُسِکُمْ وَلَا تَدْعُوْا عَلٰی اَوْلَادِکُمْ وَلَا تَدْعُوْا عَلٰی اَمْوَالِکُمْ لَا تُوَافِقُوْا مِنَ اللّٰہِ سَاعَۃً یُسْئَلُ فِیْھَا عَطَاءٌ فَیَسْتَجِیْبُ لَکُمْ ؎۲

(ترجمہ) ''نہ اپنی جانوں پر بددعا کرو اور نہ اپنی اولاد پر اور نہ اپنے مالوں پر، ایسا نہ ہو کہ اتفاقاً وہ ایسی گھڑی ہو جس میں اللہ (تبارک وتعالیٰ) سے جو مانگا جائے وہ ملے اور تمہاری یہی دعا قبول ہو جائے۔''

ماں کی بددُعا اور واقعۂ جریج

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں، میں نے رسول کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ کوئی بچہ بجز حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام اور جریج والے بچہ کے اپنے پالنے میں نہیں بولا، لوگوں نے عرض کیا یا نبی اللہ (صلی اللہ علیک وسلم) جریج والا بچہ کون ہے؟ فرمایا جریج ایک بڑا زاہد آدمی تھا جو اپنی خانقاہ میں رہا کرتا تھا ایک گائے چرانے والا اس کی خانقاہ کے نیچے ٹھہرا کرتا تھا۔ گاؤں میں ایک عورت تھی جو اس چرواہے کے پاس آتی جاتی تھی۔ ایک دن

؎۱۔ الترغیب والترہیب جلد ۲ ص ۴۸۸، مستدرک حاکم جلد ۱ ص ۶۸۴، البدایۃ والنھایۃ جلد ۱ ص ۲۳۶، جلد ۲ ص ۶۳۷، ۴۱۵، ترمذی حدیث نمبر ۳۵۰۵، مسند احمد جلد ۱ ص ۱۷۰، السنن الکبریٰ للبیہقی جلد ۱ ص ۳۵۵، کتاب الاذکار ص ۱۰۳۔

؎۲۔ مسلم جلد ۲ ص ۴۱۶، مشکوٰۃ ص ۱۹۴، مرآۃ جلد ۳ ص ۲۹۳، ابوداؤد حدیث نمبر ۱۵۳۲۔

ایسے ہوا کہ جریج نماز پڑھ رہا تھا کہ اس کی ماں آگئی اس نے پکارا ''یا جریج'' (اے جریج) جریج نے دل میں سوچا ایک طرف ماں اور دوسری طرف نماز، اس نے نماز کو ترجیح دی۔ ماں نے دوبارہ پکارا ''یا جریج'' (اے جریج) جریج نے دل میں کہا کہ نماز ہے اور ماں ہے پھر اس نے نماز کو ترجیح دی۔ ماں نے تیسری مرتبہ پکارا ''یا جریج'' (اے جریج) اس نے پھر نماز کو ترجیح دی اور ماں کو جواب نہ دیا۔ تو اس کی ماں نے کہا لا اماتك الله یا جریج حتی تنظر فی وجه الموسات ثم الفرفت (اے جریج۔ اللہ تبارک وتعالےٰ تجھے موت نہ دے جب تک کہ تو بدکار عورتوں کا منہ نہ دیکھے یہ کہہ کر جریج کی ماں واپس چلی گئی۔ اس کے بعد ہوا یہ کہ اس عورت کو جو چرواہے کے پاس آتی جاتی تھی اسے بادشاہ کے پاس لایا گیا کہ اس کے ہاں بچہ پیدا ہوا ہے، بادشاہ نے پوچھا یہ کس کا بچہ ہے؟ اس نے کہہ دیا جریج کا، بادشاہ نے کہا خانقاہ والے جریج کا۔ اس نے کہا ہاں، اس نے کہا جریج کی خانقاہ توڑ دو اور اس کو میرے پاس لاؤ۔ لوگوں نے پھاوڑے سے جریج کی خانقاہ کو توڑ کر منہدم کر دیا اور جریج کو خوب مارا پیٹا، لوگوں نے جریج کا ہاتھ رسی سے اس کی گردن کے ساتھ باندھ دیا اور لے کر چلے۔ جب لوگ رنڈیوں کے پاس سے گزرے تو جریج نے کسبیوں کو دیکھا اور مسکرائے، رنڈیاں بھی جریج کو دیکھنے لگیں۔ بادشاہ نے کہا یہ رنڈیاں کیا کہتی ہیں؟ جریج نے کہا کیا کہتی ہیں؟ بادشاہ نے کہا یہ کہتی ہیں کہ اس عورت کے بچہ تجھ سے ہوا ہے۔ کسبیوں سے جریج نے پوچھا کیا تم یہی کہتی ہو؟ انہوں نے کہا ہاں تو جریج نے کہا وہ بچہ کہاں ہے؟ لوگوں نے کہا جو عورت تم پر الزام لگا رہی ہے اس کی گود میں ہے، وہ اس کی طرف متوجہ ہوا اور بچہ سے پوچھا تیرا باپ کون ہے؟ بچہ بولا گائے کا چرواہا۔ جب بادشاہ کو حالات سے آگاہی ہوئی۔ بادشاہ نے کہا کیا میں خانقاہ سونے کی بنوا دوں، جریج نے کہا نہیں، کہا چاندی کی بنوا دوں، کہا نہیں، پھر کیا کروں؟ کہا جیسی تھی ویسی بنوا دو۔ بادشاہ نے پوچھا کہ کسبیوں کو دیکھ کر کیوں مسکرائے تھے؟ جریج نے کہا ایک بات تھی جسے میں جانتا ہوں یہ میری ماں کی بددعا کا نتیجہ تھا جو مجھے لگ گئی تھی پھر انہوں نے لوگوں کو پورا قصہ سنایا۔ [۱]

نتیجہ [۱] اس پارسا درویش کے خلاف بھی والدہ کی وہ بددُعا اپنا اثر ظاہر کر گئی اگرچہ عنداللہ اس کی پاکدامنی مسلم تھی مگر ایک بدکارہ فاحشہ عورت کی صورت دیکھنے کی نوبت آگئی۔

۱۔ الادب المفرد ص ۸ (بیروت)، ص ۱۹ (سانگلہ ہل) بخاری جلد ۱ ص ۴۸۹، مسلم جلد ۲ ص ۳۱۳

نتیجہ ۲۔ ماں باپ کو جذبات کی رو میں بہہ کر اولاد کے حق میں بددعا نہیں کرنی چاہیے اور اولادوں کو بھی ماں باپ کے ادب واحترام اوران کے حقوق کی پاسداری کا خیال رکھنا چاہیے تاکہ بددعائیہ کلمات کی فائرنگ کی نوبت نہ آئے۔

۲۱۔عذاب کے لیے دُعا نہیں کرنی چاہیے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں، رسول کریم ﷺ نے ایک مسلمان کی عیادت فرمائی جو بیماری سے چوزے کی طرح ہوگیا تھا (یعنی بہت ضعیف اور ناتواں) آپ ﷺ نے فرمایا: ھل کنت تدعوا بشیء اَوْتسالہ ایاہ یعنی کیا تو اللہ (تبارک و تعالیٰ) سے کچھ دعا کیا کرتا تھا یا اللہ تبارک وتعالیٰ سے کچھ سوال کیا کرتا تھا؟ اس نے عرض کیا جی ہاں (یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم) میں یہ عرض کیا کرتا تھا یا اللہ (جل جلالک) تو مجھے آخرت میں جو عذاب دینے والا ہے، دنیا ہی میں دے لے۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

سُبْحَانَ اللّٰہِ لَا تُطِیْقُہٗ اَوْلَا تَسْتَطِیْعُہٗ اَفَلَا قُلْتَ اَللّٰھُمَّ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّ فِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ قَالَ فَدَعَا اللّٰہُ لَہٗ فَشَفَاہُ [۱]

(ترجمہ) ''سبحان اللہ تجھے اتنی طاقت کہاں یا ہمت کہاں کہ اللہ (تبارک وتعالیٰ) کا عذاب اٹھا سکے۔ تو نے یہ کیوں نہ عرض کیا! کہ یا اللہ مجھے دنیا میں بھی بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما اور مجھے دوزخ کے عذاب سے بچالے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کے لیے اللہ (تبارک وتعالیٰ) کی بارگاہ میں دعا فرمائی اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے اسے شفاء عطا فرمادی۔''

لہٰذا کسی دنیوی پریشانی، فقروفاقہ، مال اور اولاد کی طرف سے تکلیف، مصیبت اور جسمانی بیماری کی وجہ سے تنگ آکر اپنے اور مال و اولاد کے خلاف دُعا نہیں کرنی چاہیے شرعاً اس کی اجازت نہیں البتہ اگر کسی دینی فتنہ میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو تو اپنے دین وایمان کے تحفظ کے پیش نظر رسول کریم ﷺ کے ارشاد کے مطابق یوں دُعا کی جاسکتی ہے اَللّٰھُمَّ اَحْیِنِیْ مَا کَانَتِ الْحَیَاۃُ خَیْرًا لِّیْ وَ تَوَفَّنِیْ اِذَا کَانَتِ الْوَفَاۃُ خَیْرًا لِّیْ [۲] ''اے اللہ (جل جلالک) مجھے

۱۔ مشکوٰۃ ص ۲۲۰، مسند احمد جلد ۳ ص ۱۰۷، کتاب السنی ص ۱۹۶۔ شرح السنہ جلد ۵ ص ۱۵۷، مسلم جلد ۲ ص ۳۴۳
۲۔ مسند احمد جلد ۳ ص ۱۰۴۔ االبدایہ والنہایہ جلد ۱ ص ۲۱۹۔

زندگی عطا فرما جب تک کہ زندگی میرے لیے بہتر ہے اور مجھے موت دے جب کہ موت میرے لیے بہتر ہوگی"

۲۲۔ دُعا میں عافیت مانگنا:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، فرماتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔

مَنْ فُتِحَ لَهُ مِنْكُمْ بَابُ الدُّعَاءِ فُتِحَتْ لَهُ أَبْوَابُ الرَّحْمَةِ وَمَا سُئِلَ اللّٰهُ شَيْئًا يَعْنِي أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ أَنْ يُسْأَلَ الْعَافِيَةَ [۱]

(ترجمہ) "تم میں سے جس کے لیے دُعا کا دروازہ کھولا جائے تو اس کے لیے رحمت کے دروازے کھول دیئے جائیں گے۔ عافیت سے بڑھ کر کوئی ایسی چیز اللہ (تبارک وتعالیٰ) سے نہ مانگی گئی ہو جو اسے زیادہ پیاری ہو۔" (یعنی جسے بروقت، ہر حال میں دعائیں کرنے کی توفیق ملے تو یہ اس کی علامت ہے کہ اللہ کریم اس کے لیے رحمت کے دروازے کھول دے)

۲۳۔ دوسروں کے لیے نام لے کر عدم موجودگی میں دُعا کرنا:

امام بخاری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں مَنْ خَصَّ أَخَاهُ بِالدُّعَاءِ دُوْنَ نَفْسِهٖ (آدمی اپنے سوا دوسرے بھائی کے لیے دعا کرسکتا ہے)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں:

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِعُبَيْدٍ أَبِي عَامِرٍ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قَيْسٍ ذَنْبَهُ [۲]

(ترجمہ) "نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ جل جلالک عبید ابو عامر کی بخشش

۱۔ ترمذی حدیث نمبر ۳۵۴۸، مشکوٰۃ ص ۱۹۵، مرآۃ جلد ۳ ص ۲۹۷، مستدرک حاکم جلد ۱ ص ۶۷۵، الترغیب والترہیب جلد ۲ ص ۴۷۹، کنز العمال حدیث نمبر ۳۱۵۳۔ ۳۱۳۰

۲۔ تیسیر الباری جلد ۸ ص ۲۲۵، بخاری جلد ۲ ص ۹۴۳، البدایۃ والنہایۃ جلد ۴ ص ۳۳۹، کنز العمال حدیث نمبر ۳۰۲۵۶۔

فرما اے اللہ جل جلالک عبداللہ بن قیس کے گناہ معاف فرما''

۲۴۔خوش حالی میں دُعا کرنا:۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں، رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

مَنْ سَرَّهُ اَنْ يَّسْتَجِيبَ اللّٰهُ لَهُ عِنْدَ الشَّدَائِدِ وَالْكُرَبِ فَلْيُكْثِرِ الدُّعَاءِ فِي الرَّخَاءِ [1]

(ترجمہ) ''جس شخص کو یہ بات اچھی لگے کہ اللہ (تبارک وتعالیٰ) سختیوں اور تکلیفوں میں اس کی دُعائیں قبول کرے تو اسے چاہیے کہ خوش حالی اور راحت کے دور میں بکثرت دُعا کرتا رہے، (وہ شخص عقلمند ہے جو فراخی ہو یا تنگ دستی ہو ہر حال میں اپنے رب تعالیٰ سے دُعا اور طلب کا سلسلہ بدستور جاری رکھے۔)

۲۵۔جامع دُعا کرنا:

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَحِبُّ الْجَوَامِعَ مِنَ الدُّعَاءِ وَيَدَعُ مَاسِوٰى ذٰلِكَ [2]

(ترجمہ) ''رسول اللہ ﷺ جامع دعاؤں کو پسند فرماتے تھے اور جو دعا جامع نہ ہوتی اس کو چھوڑ دیتے۔'' جامع دعا وہ ہے جس کے الفاظ تھوڑے ہوں اور مطلب بہت زیادہ جیسے:

رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّار

(ترجمہ) اے ہمارے رب ہمیں دنیا اور آخرت میں بھلائی عطا فرما اور دوزخ کے عذاب سے بچا۔

---

[1] ۔ترمذی جلد ۲ ص ۱۷۵، مستدرک حاکم جلد ۱ ص ۴۹۷، مشکواۃ ص ۱۹۵، کنز العمال حدیث نمبر ۳۲۲۰، کتاب الاذکار ص ۳۳۳۔

[2] ۔ابوداؤد جلد ۲ ص ۲۱۵، کنز العمال جلد ۷ ص ۴۳، حدیث نمبر ۱۸۰۲۱، مشکوٰۃ ص ۱۹۵، کتاب الاذکار ص ۳۳۳۔

۲۶۔ قطع رحمی نہ کرنا:

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں، میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ فرماتے تھے:

مَا مِنْ اَحَدٍ يَّدْعُوا بِدُعَآءٍ اِلَّا اٰتَاهُ اللّٰهُ مَا سَأَلَ اَوْكَفَّ عَنْهُ مِنَ السُّوْءِ مِثْلَهُ مَا لَمْ يَدْعُ بِاِثْمٍ اَوْ قَطِيْعَةِ رَحْمٍ [1]

(ترجمہ) ''جب کوئی اُس سے (یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ سے) مانگتا ہے تو اللہ (تبارک و تعالیٰ) اُس دعا کرنے والے کو عطا فرماتا ہے جو وہ دعا کرتا ہے یا اُس کے برابر اسکی برائی کو معاف فرما دیتا ہے۔ جب تک کسی گناہ یا ناطہ کاٹنے کے لیے دعا نہ کرے۔''

۲۷۔ درمیانی آواز سے دُعا:

ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں، دعا درمیانی آواز سے کرنی چاہیے۔ کیونکہ سورت بنی اسرائیل میں ہے:۔

وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ [2]

یہ آیت دعا کے بارے میں نازل ہوئی۔ یعنی'' دعا درمیانی آواز سے کرو، نہ بہت اونچی اور نہ بہت آہستہ۔'' دُعا کرتے وقت ہیت اور آواز سے تذلل کا اظہار ہونا چاہیے نہ بہت زیادہ چیخ کر دعا کی جائے اور نہ ہی بالکل خاموشی اختیار کرنی چاہیے، دعا میں زیادہ چلانا خلاف ادب ہے۔ اللہ تبارک وتعالےٰ ارشاد فرمایا ہے۔

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ۝ (الاعراف: ۵۰)

(ترجمہ) ''اپنے رب سے دعا کرو گڑگڑاتے اور چھپا کر اور وہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔''

---

[1] ۔ ترمذی جلد ۲ ص ۱۷۵، مشکوٰۃ ص ۱۹۵، درمنثور جلد ا ص ۱۹۶۔

[2] ۔ تیسیر الباری جلد ۸ ص ۲۲۲، بخاری جلد ۲ ص ۹۳۶، عمدۃ القاری جلد ۱۱ جز ۲۲ ص ۲۹۲، فتح الباری جلد ۱۱ ص ۱۵۸، تفہیم البخاری جلد ۹ ص ۶۰۸، قرطبی جلد ۵ جز ۱۰ ص ۲۲۲۔

علامہ ابوالبرکات نسفی اپنی تفسیر مدارک شریف میں لکھتے ہیں، ابن جریج سے روایت ہے''
ایصاح فی الدعاء مکروہ و بدعۃ ۱؎ (دعا میں چیخنا اور چلانا مکروہ اور بدعت ہے)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

یَآ اَیُّھَا النَّاسُ لَا تَدْعُوْنَ اَصَمَّ وَلَا غَائِبًا اِنَّ الَّذِیْ تَدْعُوْنَہٗ بَیْنَکُمْ وَ بَیْنَ اَعْنَاقِ رِکَابِکُمْ ۲؎

(ترجمہ) ''اے لوگو تم نہ تو بہرے کو پکارتے ہو اور نہ اس کو پکارتے ہو جو غائب ہے بلکہ جس کو پکارتے ہو وہ تمہارے اور تمہاری سواریوں کی گردنوں کے پاس ہے''

یعنی جسے تم پکارتے ہو وہ انسانی جہتوں کے لحاظ سے دوری اور نزدیکی میں ایک جیسا سنتا ہے اس لیے چلانے کی کیا ضرورت ہے۔ مناسب حد تک آواز کے ساتھ دعا کرنے میں حرج نہیں تاکہ سننے والے آمین کہہ سکیں۔

۲۸۔ دُعا میں گڑگڑانا (تضرع):۔

اللہ تبارک وتعالےٰ کے حضور گڑگڑا کر عاجزی اور انکساری کے ساتھ اپنی درخواست پیش کرنا، کوئی حاجت مانگنا، یا گناہوں کی معافی مانگنا تضرع اور عجز کہلاتا ہے۔

اللہ تبارک وتعالےٰ ارشاد فرماتا ہے:۔

وَاذْکُرْ رَّبَّکَ فِیْ نَفْسِکَ تَضَرُّعًا وَّخِیْفَۃً (الاعراف:۲۰۵)

(ترجمہ) ''اور اپنے رب کو دل میں یاد کرو عاجزی اور ڈر سے''

پس دعا کرنے والے کو چاہیے اپنی دعا میں سوز وگداز، عجز ونیاز، عاجزی وبے چارگی، بے بسی اور بے کسی کا اظہار کرے۔ حتیٰ کہ شکل وصورت کا انداز بھی عاجزانہ اور بے چارگی وبے بسی والا

۱؎۔ تفسیر مدارک جلد ۱ ص ۴۱۷، روح المعانی جلد ۸ ص ۱۳۹

۲؎۔ بخاری، مسلم جلد ۲ ص ۳۴۶، ابوداؤد جلد ۱ ص ۲۲۰، مسند احمد جلد ۴ ص ۴۰۳، السنن الکبریٰ للبیہقی جلد ۲ ص ۱۸۴، کتاب السنی ص ۱۸۲

ہو۔ محض سوال و دعا کے الفاظ پر ہی اکتفا نہ کیا جائے بلکہ زبان و دل، حال کے صحیح ترجمان ہوں۔ ایسا انداز دعا اور عاجزی وانکساری کا انعام، اللہ والوں کی صحبت سے حاصل ہوتا ہے۔

۲۹۔ تین بار دُعا اور استغفار:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں:

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُعْجِبُهُ اَنْ يَّدْعُوَ ثَلَاثًا وَ يَسْتَغْفِرُ ثَلَاثًا ۱

(ترجمہ) ''یہ کہ رسول اللہ ﷺ کو تین بار دعا اور تین بار استغفار کرنا پسند تھا''۔

۳۰۔ دُعا میں سجع قافئے سے پرہیز کرنا:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کو فرمایا:

فَانْظُرِ السَّجْعَ مِنَ الدُّعَاءِ فَاجْتَنِبْهُ ۲

(ترجمہ) '' دیکھو دعا میں سجع اور قافیہ بندی سے پرہیز رکھو۔''

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، میں نے رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو دیکھا ہے وہ اس سے پرہیز کرتے تھے۔ (سیدھی سادھی اور بلا تکلف دعا فرماتے) ''اگر بلا قصد دعا سجع ہو جائے تو قباحت نہیں''۔ (تیسیر الباری جلد ۸ ص ۲۳۰)

چنانچہ سرورِ کائنات ﷺ کی چند دعاؤں میں کلمات موزونہ منقول و ماثور ہیں لیکن ان دعاؤں میں قافیہ بندی کا قصد نہیں کیا گیا۔

ترمذی شریف میں ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، فرماتے ہیں، جب آپ ﷺ تہجد کی نماز سے فارغ ہوتے تو اس طرح دعا فرماتے:۔

۱۔ ابوداؤد جلد ۱ ص ۲۲۰، کتاب الاذکار ص ۳۴۲، مسند احمد جلد ۱ ص ۳۹۴، ۳۹۷، کتاب السنی ص ۱۳۲، المعجم الکبیر للطبرانی جلد ۱۰ ص ۱۹۷، کنز العمال جلد ۷ ص ۸۰۔

۲۔ بخاری جلد ۲ ص ۹۳۸، فتح الباری جلد ۱۱ ص ۱۲۶، تفہیم البخاری جلد ۹ ص ۶۱۷، عمدۃ القاری جلد ۱۱ جز ۲۲ ص ۲۹۸، تیسیر الباری جلد ۸ ص ۲۳۰

(۱) اَللّٰھُمَّ ذَا الْحَبْلِ الشَّدِیْدِ وَالْاَمْرِ الرَّشِیْدِ اَسْئَلُکَ الْاَمْنَ یَوْمَ الْوَعِیْدِ وَالْجَنَّۃَ یَوْمَ الْخُلُوْدِ مَعَ الْمُقَرَّبِیْنَ الشُّھُوْدِ وَالرُّکَّعِ السُّجُوْدِ وَالْمُوْفُوْنَ بِالْعُھُوْدِ اِنَّکَ رَحِیْمٌ وَّدُوْدٌ وَّ اَنْتَ تَفْعَلُ مَا تُرِیْدُ ۱؎

(ترجمہ) ”اے میرے اللہ (جل جلالک) مضبوط رسی والے اور صحیح حکم والے، وعید کے دن امن کا طالب ہوں اور خلود کے دن جنت کا، تیرے مقربین کی رفاقت سے بہرمند ہونا چاہتا ہوں جنہوں نے تیری گواہی دی، تیرے لیے رکوع و سجود کو شعار ٹھہرایا۔ اپنے عہد کو پورا کیا۔ اے پروردگار تو رحیم اور محبت والا ہے اور تو جو چاہے کرسکتا ہے۔“

(۲) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں، رسول کریم ﷺ کی دعاؤں میں یہ دعا بھی تھی:۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ عِلْمٍ لَا یَنْفَعُ وَعَمَلٍ لَا یُرْفَعُ وَقَلْبٍ لَا یَخْشَعُ وَدُعَاءٍ لَا یُسْمَعُ وَمِنْ نَفْسٍ لَا تَشْبَعُ ۲؎

(ترجمہ) ”اے اللہ (جل جلالک) میں اُس علم سے پناہ مانگتا ہوں جو نفع نہ دے اور ایسے علم سے جو تیری بارگاہ میں مقبول نہ ہو اور ایسے دل سے جس میں خشوع نہ ہو اور ایسی دعا سے جو مقبول نہ ہو اور ایسے نفس سے جو کبھی نہ بھرے“

قافیہ بندی، بے تکلف اور آمد کے طور پر ہو تو جائز ہے۔

۳۱۔ جذبہ معافی اور درگزر:۔

ہماری دعاؤں کا ایک بنیادی مقصد اللہ تبارک وتعالیٰ سے بخشش طلب کرنا ہے۔ جب ہم اللہ تبارک وتعالیٰ سے مہربانی اور عفو کے امیدوار ہیں تو ہمیں خود بھی دوسروں کے ساتھ رحم و مروت کا سلوک کرنا چاہیے جب ہم کسی بھائی کی ذراسی لغزش معاف نہیں کرتے تو اللہ تبارک و

۱؎۔ المعجم الکبیر للطبرانی جلد ۱۰ ص ۲۸۴، حدیث نمبر ۱۰۶۶۸۔ ترمذی جلد ۲ ص ۱۷۹، صحیح ابن خزیمہ جلد ۲ ص ۱۶۷۔

۲؎۔ ابن ماجہ حدیث نمبر ۲۵۰، مسلم حدیث نمبر ۲۰۸۸، مسند احمد جلد ۳ ص ۲۵۵، مستدرک حاکم جلد ۱ ص ۱۰۸، مجمع الزوائد جلد ۱۰ ص ۱۴۳، الترغیب والترہیب جلد ۱ ص ۱۲۴۔

تعالیٰ سے کس منہ سے بخشش طلب کر سکتے ہیں۔

ہمیں چاہیے کہ دوسروں پر احسان کر کے، اِسی عمل کو وسیلہ بنا کر اللہ تبارک وتعالیٰ سے اپنی بخشش کی دعا مانگیں۔ جو برتاؤ ہم اوروں سے چاہتے ہیں وہی ہم ان کے ساتھ بھی کریں۔ چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا ؕ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (النور: ۲۴)

(ترجمہ) ''اور چاہیے کہ معاف کریں اور درگزر کریں کیا تم اسے دوست نہیں رکھتے کہ اللہ (تبارک وتعالیٰ) تمہاری بخشش فرمائے؟ اور اللہ (جل شانہ) بخشش فرمانے والا بڑا مہربان ہے''

۳۲۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر:۔

اسلام میں دین و دنیا کی تفریق نہیں۔ اس لیے ہر مسلمان پر نیکی کرنے اور برائی سے لوگوں کو باز رکھنے کا فریضہ عائد ہوتا ہے۔ امت محمدیہ علیہ الصلوات والتسلیمات پر ہی تمام امتوں کی قیادت ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آل عمران: ۱۱۰)

(ترجمہ) ''تم سب امتوں میں بہتر ہو جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو''

رسول کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں ''قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں (حضرت) محمد (ﷺ) کی جان ہے (دو باتوں میں سے ایک ضرور ہو گی یعنی یا تو) تم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہو گے (اور یا) عنقریب اللہ تبارک وتعالیٰ تم پر عذاب نازل فرمائے گا اور اس وقت تم اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا کرو گے اور تمہاری دعا قبول نہ کی جائے گی۔

موجودہ دور میں ہماری دعاؤں کے مستجاب نہ ہونے کی ایک وجہ ہمارا اس فریضے سے تغافل بھی ہے۔ آج کل ایک نیک اور شریف آدمی کو بُرا کہہ دینا بڑا آسان ہے مگر بُرے کو بُرا کہنا بڑا مشکل ہے۔

۳۳۔ دُعا میں ہاتھ اٹھانا:

ا۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

دَعَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثُمَّ رَفَعَ یَدَیْہِ وَرَاَیْتُ بَیَاضَ اِبْطَیْہِ ؎۱

(ترجمہ) ''نبی کریم ﷺ نے دعا کی تو دونوں ہاتھ اتنے اٹھائے کہ میں نے آپ ﷺ کی بغلوں مبارک کی سفیدی دیکھی''۔

۲۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جب بنی خذیمہ کے لوگوں کو مار ڈالا تھا تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:۔

رَفَعَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَدَیْہِ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَبْرَاءُ اِلَیْکَ مِمَّا صَنَعَ خَالِدٌ ؎۲

(ترجمہ) ''نبی کریم ﷺ نے دونوں نورانی ہاتھ مبارک اٹھائے اور بارگاہ خداوندی میں عرض کیا'' اے اللہ (جل جلالک) میں خالد بن ولید (رضی اللہ عنہ) کے کام سے بیزار ہوں''۔

۳۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت طفیل بن عمر الدوسی رضی اللہ عنہ، رسول کریم ﷺ کی بارگاہ عالیہ میں حاضر ہوئے تو انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم) قبیلہ دوس نے نافرمانی اور انکار کر دیا ہے۔ آپ ﷺ ان پر بددعا فرمائیں۔ حضور ﷺ نے قبلہ کی طرف رخ انور فرمایا:

وَرَفَعَ یَدَیْہِ فَظَنَّ النَّاسُ اِنَّہٗ یَدْعُوْا عَلَیْھِمْ فَقَالَ اَللّٰھُمَّ اِھْدِ دَوْسًا وَائْتِ بِھِمْ ؎۳

؎۱۔ مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱۰ ص ۹۷۳، ۳۴۶، تیسیر الباری جلد ۸ ص ۲۳۲، مشکوٰۃ ص ۱۹۶ (عن انس رضی اللہ عنہ) بخاری جلد ۲ ص ۹۳۸۔

؎۲۔ مشکوٰۃ شریف حدیث نمبر ۳۹۷۶، تیسیر الباری جلد ۸ ص ۲۳۲، بخاری جلد ۲ ص ۹۳۸، عمدۃ القاری جلد ۱۱ جز ۲۲ ص ۳۰۰، البدایہ والنہایہ جلد ۴ ص ۳۱۳، مصنف عبدالرزاق جلد ۵ ص ۲۲۲، حدیث نمبر ۹۴۳۵، جلد ۱۰ ص ۱۷۴، حدیث نمبر ۱۸۷۲۱، کنز العمال جلد ۱ ص ۳۱۷، حدیث نمبر ۱۴۸۹، مسند احمد جلد ۲ ص ۱۵۱، السنن الکبریٰ للبیہقی جلد ۹ ص ۱۱۵، مشکل الآثار جلد ۴ ص ۲۵۴، قرطبی جلد ۴ جز ۷ ص ۲۲۴، فتح الباری جلد ۱۱ ص ۱۷۱۔

؎۳۔ مسلم فضائل صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جلد ۲ ص ۳۰۷، مسند احمد جلد ۲ ص ۲۴۳، ۴۴۸، ۵۰۲، بخاری جلد ۲ ص ۹۴۶، مشکوٰۃ حدیث نمبر ۵۹۹۶، دلائل النبوۃ جلد ۱ ص ۷۹، الادب المفرد ص ۹۰، (بیروت) ص ۱۶۰ کنز العمال جلد ۲ ص ۱۱۴، حدیث نمبر ۳۴۰۱، البدایہ والنہایہ جلد ۳ ص ۱۰۰، دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۵ ص ۳۵۹، فتح الباری جلد ۱۱ ص ۲۳۴، عمدۃ القاری جلد ۱۲ جز ۲۲ ص ۱۹، تیسیر الباری جلد ۸ ص ۲۶۶

(ترجمہ) ''اور دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے۔ لوگوں نے یہ سمجھا کہ آپ ﷺ ان لوگوں کے لیے بددُعا فرمائیں گے لیکن رسول اللہ ﷺ نے یہ دعا فرمائی۔ ''یا الٰہی قبیلہ دوس کو ہدایت عطا فرما اور اس کو ہمارے پاس لے آ''۔

۴۔ حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اِنَّ رَبَّکُمْ حَیٌّ کَرِیْمٌ یَسْتَحْیِ مِنْ عَبْدِہٖ اِذَا رَفَعَ یَدَیْہِ اِلَیْہِ اَنْ یَّرُدَّھُمَا صِفْرًا ۱؎

(ترجمہ) ''بے شک تمہارا پروردگار شرم والا، کرم والا ہے۔ وہ حیا فرماتا ہے اس بات سے کہ اس کا بندہ اس کی طرف ہاتھ اٹھائے اور وہ ہاتھ خالی پھیر دے۔

(اس حدیث شریف میں بھی ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کا ذکر ہے)

۳۴۔ دونوں ہاتھ کہاں تک اٹھائے جائیں:۔

دونوں ہاتھوں کو اس قدر اونچا کیا جائے کہ سینے یا کندھوں کے مقابل ہو جائیں اور سینے کے قریب نہ ہوں بلکہ سامنے کی سمت میں بڑھے ہوئے ہوں اور ہاتھوں کو اٹھانے کا یہی درجہ اوسط ہے۔ نبی کریم ﷺ دعا کے وقت اکثر اپنے نورانی ہاتھوں کو اتنا ہی اٹھاتے تھے۔ باقی احادیث مبارکہ میں ہاتھوں کو زیادہ اوپر اٹھانا معلوم ہوتا ہے تو یہ صورت بعض حالات و واقعات پر محمول ہے یعنی جب دعا میں بہت ہی زیادہ استغراق اور محویت منظور ہوتی تھی مثلاً استسقا یا سخت آفات اور مصائب کے وقت دُعا کرتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں کی ہتھیلیوں کا رخ آسمان کی طرف ہوتا تھا۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، فرماتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔

''سَلُوا اللّٰہَ بِبُطُوْنِ اُکُفِّکُمْ وَلَا تَسْئَلُوْا بِظُھُوْرِھَا ۲؎

۱؎۔ ابوداؤد جلد ۱ ص ۲۱۶، ابن ماجہ ص ۲۸۴، باب رفع الیدین فی الدعاء۔ مصنف عبدالرزاق جلد ۲ ص ۲۵۱ حدیث نمبر ۳۲۵۰، مجمع الزوائد جلد ۱۰ ص ۱۲۹، درمنثور جلد ۱ ص ۱۹۵، کنزالعمال احادیث نمبر ۳۱۲۸، ۳۲۶۷، ۳۲۶۸، ترمذی جلد ۲ ص ۱۹۶، الترغیب والترہیب جلد ۲ ص ۴۸۰، مشکوٰۃ ص ۱۹۵۔

۲؎۔ ابوداؤد جلد ۱ ص ۲۱۶۔ السنن الکبریٰ للبیہقی جلد ۷ جلد ۲ ص ۲۷۲، مجمع الزوائد جلد ۱۰ ص ۱۶۹، مشکوٰۃ ص ۱۹۵

(یعنی دعا اللہ تبارک وتعالٰی سے ہتھیلیاں اوپر اٹھا کر کرو نہ کہ ہتھیلیوں کی پشت کے ساتھ)

۳۵۔ دُعا کے بعد چہرے پر ہاتھ پھیرنا:

(۱) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں۔

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا رَفَعَ يَدَيْهِ فِى الدُّعَاءِ لَمْ يَحُطَّهُمَا حَتّٰى يَمْسَحَ بِهِمَا وَجْهَهٗ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى فِىْ حَدِيْثِهٖ لَمْ يَرُدَّهُمَا حَتّٰى يَمْسَحَ بِهِمَا وَجْهَهٗ [1]

(ترجمہ) ”رسول کریم ﷺ جب دعا کے لیے (نورانی) ہاتھ (مبارک) اٹھاتے تھے تو نیچے لانے سے پہلے اپنے چہرہ (انور) پر پھیرتے اور (حضرت) محمد بن مثنٰی (رضی اللہ تعالٰی عنہ) نے اپنی روایت میں کہا ہے کہ اپنے ہاتھ (مبارک) نہ لوٹاتے تھے جب تک اپنے چہرہ (اقدس) پر نہ پھیر لیتے تھے“

(۲) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، فرماتے ہیں، رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

اِذَا دَعَوْتُمُ اللّٰهَ فَادْعُ بِبُطُوْنِ اُكُفِّكُمْ وَلَا تَدْعُ بِظُهُوْرِهَا فَاِذَا فَرَغْتُمْ فَامْسَحُوْا بِهَا وُجُوْهَكُمْ [2]

(ترجمہ) ”جب تم اللہ (تبارک وتعالٰی) سے دعا کرو تو اپنی ہتھیلیاں اوپر رکھو اور ہاتھوں کی پشت اوپر مت رکھو (مگر نماز استسقاء میں) جب تم دعا سے فارغ ہو تو ہاتھوں کو اپنے منہ پر پھیرو“

(۳) حضرت سائب ابن یزید رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں:

اَنَّ النَّبِىَّ كَانَ اِذَا دَعَا فَرَفَعَ يَدَيْهِ مَسَحَ وَجْهَهٗ بِيَدَيْهِ [3]

(ترجمہ) ”نبی کریم ﷺ جب دعا فرماتے تھے تو دونوں (نورانی) ہاتھ (مبارک)

---

[1] ۔ مشکوٰۃ ص ۱۹۵، ترمذی جلد ۲ ص ۱۷۶

[2] ۔ مشکوٰۃ ص ۱۹۵، شرح السنۃ جلد ۳ ص ۱۶۷۔ ابوداؤد جلد ۱ ص ۲۱۶

[3] ۔ ابوداؤد جلد ۱ ص ۲۱۶، مسند احمد جلد ۴ ص ۲۲۱، مشکوٰۃ ص ۱۹۶

اٹھاتے پھر دونوں (نورانی) ہاتھ (مبارک) اپنے نورانی چہرہ (مبارک) پر پھیرتے۔"

۳۶۔ ہاتھ کہاں تک اٹھائے جائیں:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، فرماتے ہیں:

اَلْمَسْأَلَةُ اَنْ تَرْفَعَ يَدَيْكَ حَذْوَ مَنْكِبَيْكَ اَوْنَحْوَ هُمَا وَالْاِسْتِغْفَارُ اَنْ تُشِيْرُ بِاِصْبَعٍ وَاحِدَةٍ وَالْاِبْتِهَالُ اَنْ تَمُدَّ يَدَيْكَ جَمِيْعًا[۱]

(ترجمہ) "سوال یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں کو کندھوں تک اٹھایا جائے اور استغفار یہ ہے کہ ایک انگلی سے اشارہ کرے اور عاجزی اور زاری سے دعا مانگنا یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں کو (دعا کرنے والا) پھیلا دے۔"

۳۷۔ آمین کہنا:

ہر دعا کے بعد دعا کرنے والوں اور دعا سننے والوں، سب کو آمین کہنا چاہیے۔

(۱) حضرت سعید ابن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

اِذَا اَمَّنَ الْقَارِئُ فَاَمِّنُوْا فَاِنَّ الْمَلَائِكَةَ تُؤَمِّنُ فَمَنْ وَافَقَ تَأْمِيْنُهُ تَامِيْنَ الْمَلَائِكَةِ غُفِرَلَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ[۲]

(ترجمہ) "جب پڑھنے والا آمین کہے تو تم بھی "آمین" کہو اس لیے کہ فرشتے بھی "آمین" کہتے ہیں۔ پھر جس کی آمین فرشتوں کی آمین سے موافقت کر جائے اس کے اگلے پچھلے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔" (ہر دعا کے بعد دعا کرنے والے اور دعا سننے والوں، سب کا آمین کہنا مستحب ہے)

(۲) حضرت ابوہبیرہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں، حضرت حبیب بن مسلمہ فہری رضی

۱۔ ابوداؤد جلد ا ص ۲۱۶

۲۔ بخاری جلد ۲ ص ۹۴۷، تیسیر الباری جلد ۸ ص ۲۶۹، مسند احمد جلد ۲ ص ۲۳۸

اللہ عنہ مستجاب الدعوات تھے یہ لشکر کے امیر مقرر ہوئے سرحد پار کرنے کے بعد جب دشمنوں سے ملے تو لوگوں سے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ لوگوں سے فرماتے تھے۔

لَا يَجْتَمِعُ مَلَاءٌ فَيَدْعُوا بَعْضُهُمْ وَيُؤَمِّنُ سَائِرُهُمْ اِلَّا اَجَابَهُمُ اللّٰهُ [1]

(ترجمہ) ''جب کوئی جماعت جمع ہوتی ہے اور ان کا بعض دعا کرے اور باقی آمین کہیں تو اللہ تبارک وتعالیٰ ضرور ان کی دعا قبول فرماتا ہے۔''

(۳) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے لیے بددعا فرمائی تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا کو قبول فرمایا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا۔

''قَدْ اُجِيْبَتْ دَعْوَتُكُمَا'' حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کو فرمایا کہ تم دونوں کی دعا قبول کرلی گئی) حالانکہ ''دعا موسیٰ و امن ہارون'' (حضرت موسیٰ علیہ السلام دعا فرماتے تھے اور حضرت ہارون علیہ السلام امین کہتے تھے۔) چونکہ امین بھی دعا ہے اس لیے دعا کی نسبت دونوں کی طرف ہوگئی۔ (فَسَمَّا هُمَا اللّٰهُ دَاعِيَيْنِ) [2]

۳۸۔ مجلس سے اٹھتے ہوئے دوستوں کے لیے دُعا:

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، فرماتے ہیں، رسول کریم ﷺ جب کسی مجلس میں تشریف فرما ہوتے تو اٹھنے سے پہلے اصحاب واحباب رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے لیے دعا فرماتے اور دعا کے کلمات حسب ذیل ہوتے: (اس میں امت کے لیے خوب صورت تعلیم اور انداز دعا بیان ہے):۔

اَللّٰهُمَّ اقْسِمْ لَنَا مِنْ خَشْيَتِكَ مَا يَحُوْلُ بِهٖ بَيْنَنَا وَبَيْنَ مَعَاصِيْكَ وَمِنْ طَاعَتِكَ مَا يُبَلِّغُنَا بِهٖ جَنَّتَكَ وَمِنَ الْيَقِيْنِ مَاتُهَوِّنُ بِهٖ عَلَيْنَا مُصِيْبَاتِ الدُّنْيَا وَمَتِّعْنَا بِاَسْمَاعِنَا وَاَبْصَارِنَا وَقُوَّتِنَا مَا اَحْيَيْتَنَا وَاجْعَلْهُ الْوَارِثَ مِنَّا وَاجْعَلْ ثَارَنَا عَلٰى مَنْ ظَلَمَنَا وَانْصُرْنَا عَلٰى مَنْ عَادَانَا وَلَا تَجْعَلْ

---

[1]۔ مجمع الزوائد جلد ۱۰ ص ۱۷۰، الترغیب والترہیب جلد ۱ ص ۳۳۱، مستدرک حاکم جلد ۳ ص ۳۹۰، المعجم الکبیر للطبرانی جلد ۴ ص ۲۲۔

[2]۔ قرطبی جلد ۴ جز ۸ ص ۲۴۰، فتح القدیر جلد ۲ ص ۵۸۱۔ البیضاوی جلد ۱ ص ۴۴۵

مُصِیبَتَنَا فِی دِینِنَا وَلَا تَجْعَلِ الدُّنْیَا اَکْبَرَ ھَمِّنَا وَلَا مَبْلَغَ عِلْمِنَا وَلَا تُسَلِّطْ عَلَیْنَا مَنْ لَّا یَرْحَمُنَا ؂

(ترجمہ) ''یا اللہ (جل سلطانک) ہمارے درمیان اپنا اتنا خوف تقسیم فرمادے جو ہمارے گناہوں کے درمیان حائل ہو جائے اور ہمارے درمیان اپنی فرمانبرداری اتنی تقسیم فرما دے جو ہمیں تیری جنت تک لے جائے اور یقین (کامل) کی نعمت اتنی تقسیم فرمادے کہ ہم پر دنیا کی مصیبتیں آسان ہو جائیں اور جب تک تو ہم کو زندہ رکھے ہمارے کانوں، آنکھوں اور قوتوں کو اطاعت کی توفیق عطا فرمادے اور ہماری نسلوں سے ہمارا وارث فرمادے اور جو ہم پر ظلم کرے اس پر ہمارا انتقام خاص کر دے اور جو ہم پر زیادتی کرے ہمیں اس پر مدد فرما اور ہمارے دین میں ہمیں کسی مصیبت (کی آزمائش میں مبتلا) نہ فرمانا اور دنیا کو ہمارا بڑا مقصود نہ بنانا اور ہمارے علم کی انتہا ہمارے لیے (آزمائش) نہ بنانا اور ہم پر ایسے شخص کو مسلط نہ فرمانا جو ہم پر رحم نہ کرے۔''

بہت پیاری اور عظیم دعا ہے جس میں درج ذیل باتوں کی تمنا کی گئی ہے اور امت کو تعلیم فرمائی ہے۔

۱۔ خوف الٰہی:

خوف الٰہی سے تقویٰ اور گناہوں سے بچنے کی توفیق حاصل ہوتی ہے۔ خوف الٰہی کتنی عظیم نعمت ہے جسے رسول کریم ﷺ اپنے اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے لیے ہمیشہ مانگتے تھے حالانکہ کائنات میں سب سے زیادہ رسول کریم ﷺ کے دل میں خوف الٰہی ہے۔

۲۔ اطاعت وفرمانبرداری کی نعمت کی طلب:

جب انسان کو اللہ تبارک وتعالیٰ سے یقین کامل کی نعمت حاصل ہو جاتی ہے کہ ایک دن تو ہم نے دنیا سے جانا ہے تو یہ دنیا جو دار المصائب ہے اس میں سفر کرنا اور مصائب کو برداشت کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ جس کو یقین کامل ہو جائے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ، عبادات پر ثواب کثیر اور اطاعت پر اجر عظیم

؂۔ شرح السنۃ جلد ۳ ص ۱۵۲۔ کتاب السنی ص ۱۵۸۔ کتاب الاذکار ص ۲۵۵، مشکوٰۃ ص ۲۱۹، ترمذی حدیث نمبر ۳۵۰۲۔ مستدرک حاکم جلد ۱ ص ۷۰۰ حدیث نمبر ۵۲۸۔

عطا فرماتا ہے۔ اس کے لیے ریاضات شاقہ آسان ہو جاتی ہیں اور مصیبت میں صبر کرنے پر اور بڑے درجے ملنے کے یقین پر مصیبت عین راحت نظر آتی ہے۔ جب اللہ تبارک وتعالیٰ کی وعید اور عذاب قبر اور عذاب حشر و نار کا تعین ہو جاتا ہے تو انسان کو گناہوں کا ترک کرنا آسان ہو جاتا ہے۔

۳۔ بے قصور سے انتقام نہ لینا:

اس میں تعلیم ہے کہ بے قصور سے انتقام نہ لیا جائے اور ایک کی تقصیر کی سزا دوسرے کو نہ دی جائے۔

۴۔ دین میں مصیبت و آزمائش سے حفاظت:

مصیبت دو طرح کی ہے ایک فقر و محتاجی یا دکھ، درد اور بیماری اور دوسری مصیبت گناہوں اور بے ادبوں کی محبت یا رفاقت، ایسے لوگوں کی صحبت سے ایمان کے ضائع ہونے کا خطرہ ہے اور جس کا ایمان کھو گیا اس کی عاقبت تباہ ہوگئی۔ پس اس سے پناہ مانگنی چاہیے۔

۵۔ مذمت دنیا:

اس بات کی مذمت فرمائی گئی ہے کہ زندگی کا مقصد صرف حصول دنیا نہیں کیونکہ دنیا ملعون ہے۔ بلکہ زندگی کا مقصد اللہ تبارک وتعالیٰ کی عبادت اور رسول کریم ﷺ کی اطاعت و پیروی ہے۔"

۳۹۔ موت کے لیے دُعا نہ کرنا:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں، رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

لَا يَتَمَنَّيَنَّ اَحَدُكُمُ الْمَوْتَ لِضُرٍّ نَزَلَ بِهٖ فَاِنْ كَانَ لَا بُدَّ مُتَمَنِّيًا لِلْمَوْتِ فَلْيَقُلْ اَللّٰهُمَّ اَحْيِنِيْ مَا كَانَتِ الْحَيَاةُ خَيْرًا لِّيْ وَتَوَفَّنِيْ اِذَا كَانَتِ الْوَفَاةُ خَيْرًا لِّيْ [1]

(ترجمہ) "اگر تم میں سے کسی پر مصیبت آئے تو وہ موت کی آرزو نہ کرے۔ اگر ایسا ہی لاچار ہو تو یوں کہے یا اللہ (جل جلالک) جب تک دنیا کی زندگی میرے حق میں بہتر ہو مجھ کو زندہ

[1] ۔ ترمذی حدیث نمبر ۹۸۰۔ ابن ماجہ حدیث نمبر ۴۲۶۵۔ مسند احمد جلد ۳ ص ۱۰۳

رکھ اور جب موت میرے حق میں بہتر ہو تو مجھے دنیا سے اٹھا لے۔''

۴۰۔ وصال شدہ کے لیے ہاتھ اٹھا کر دُعا کرنا:

حضرت جابر ابن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں، (حضرت) طفیل بن عمرو (رضی اللہ عنہ) نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم) دوس کا قلعہ بڑا مضبوط ہے وہیں چلے چلئے لیکن رسول اللہ ﷺ نے اس ذخیرۂ فضیلت کی وجہ سے جو انصار کے لیے مقدر ہو چکا تھا، انکار کر دیا۔ اس کے بعد (حضرت) طفیل (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور ان کی قوم کا ایک آدمی مدینہ شریف میں ہجرت کر کے آ گیا۔ یہاں آ کر وہ آدمی بیمار پڑ گیا اور زندگی سے تنگ آ گیا (یا اسی طرح کا کوئی لفظ راوی نے بیان کیا) وہ بڑی مدت تک زندہ رہا۔ ایک بار اس نے چھری لی اور اپنی گردن کی دونوں رگیں کاٹ دیں اور فوت ہو گیا۔ (حضرت) طفیل رضی اللہ عنہ نے اس کو خواب میں دیکھا اور پوچھا تیرے ساتھ کیا معاملہ کیا گیا؟ کہا کہ نبی کریم ﷺ کی طرف ہجرت کرنے کے صلہ میں مغفرت ہوگئی پوچھا اور تیرے ہاتھوں کا کیا حال ہے؟ کہا کہ جو تم اپنے ہاتھوں سے بگاڑلو۔ تو اس کی اصلاح نہیں ہوا کرتی۔

جو دُعائیں رد نہیں ہوتیں:

(۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں، رسول کریم ﷺ نے فرمایا:۔

ثَلَاثَةٌ لَا تُرَدُّ دَعْوَتُهُمُ الصَّائِمُ حِيْنَ يُفْطِرُ وَالْإِمَامُ الْعَادِلُ وَ دَعْوَةُ الْمَظْلُوْمِ يَرْفَعُهَا اللّٰهُ فَوْقَ الْغَمَامِ وَ تُفْتَحُ لَهَا اَبْوَابُ السَّمَاءِ وَيَقُوْلُ الرَّبُّ وَعِزَّتِيْ لَاَ نْصُرَنَّكَ وَلَوْ بَعْدَ حِيْنٍ [۱]

(ترجمہ) ''تین اشخاص کی دعا رد نہیں ہوتی، روزہ دار کی دُعا جب افطاری کر رہا ہو اور عدل و انصاف کرنے والے حاکم کی دعا اور مظلوم کی دعا جس کو اللہ تبارک وتعالیٰ بادلوں کے اوپر اٹھا لیتا ہے۔ اس کے لیے آسمانوں کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور اللہ تبارک وتعالیٰ

۱۔ ابن ماجہ حدیث نمبر ۱۵۷۲۔ السنن الکبریٰ للبیہقی جلد ۳ ص ۳۴۵، ترمذی حدیث نمبر ۲۵۲۶، ۳۵۹۸۔ الترغیب والترہیب جلد ۲ ص ۸۹۔

فرماتا ہے مجھے اپنی عزت کی قسم میں ضرور تیری مدد کرونگا اگر چہ کچھ دیر بعد ہی سہی۔''

(۲) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے، فرماتے ہیں، رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

ثَلاثُ دَعْوَاتٍ مُسْتَجَابَاتٍ لَا شَكَّ فِيهِنَّ دَعْوَةُ الْوَالِدِ وَدَعْوَةُ الْمُسَافِرِ وَدَعْوَةُ الْمَظْلُومِ [1]

(ترجمہ) ''تین دعائیں بلاشبہ (اللہ تبارک وتعالیٰ) کی بارگاہ میں مقبول ہیں۔ باپ کی دعا، مسافر کی دعا اور مظلوم کی دعا۔''

(۳) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، فرماتے ہیں، نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

خَمْسُ دَعْوَاتٍ يُسْتَجَابُ لَهُنَّ دَعْوَةُ الْمَظْلُومِ حَتّٰى يَنْتَصِرَ وَدَعْوَةُ الْحَاجِّ حَتّٰى يَصْدُرَ وَدَعْوَةُ الْمُجَاهِدِ حَتّٰى يَفْقُدَ وَدَعْوَةُ الْمَرِيضِ حَتّٰى يَبْرَأَ وَدَعْوَةُ الْاَخِ لِاَخِيهِ بِظَهْرِ الْغَيْبِ ثُمَّ قَالَ وَاَسْرَعُ هٰذِهِ الدَّعْوَاتِ اِجَابَةً دَعْوَةُ الْاَخِ بِظَهْرِ الْغَيْبِ [2]

(ترجمہ) ''پانچ دعائیں بہت قبول فرمائی جاتی ہیں، مظلوم کی دعا حتیٰ کہ بدلہ لے لے (یعنی زبان یا ہاتھ یا حاکم کے ہاں فریاد کر کے جس سے اس کی مظلومیت ختم ہو جائے) حاجی کی دعا حتیٰ کہ (گھر) لوٹ آئے اور غازی کی دعا حتیٰ کہ جنگ بند ہو جائے، بیمار کی دعا حتیٰ کہ تندرست ہو جائے اور مسلمان بھائی کی پسِ پشت دعا۔ پھر فرمایا ان سب مسلمانوں میں بھائی کی دعا پس پشت زیادہ قبول ہوتی ہے۔''

۴۱۔ دُعا کے وقت بے کسی اور بے قراری کا اظہار:۔

اللہ تبارک وتعالےٰ کا ارشاد ہے:۔

اَمَّنْ يُّجِيبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ (النمل: ۶۲)

(ترجمہ) ''بھلا کون ہے جو مضطر اور بے قرار کی دعا قبول فرماتا ہے جب وہ اس سے دعا کرتا ہے''

---

[1] ترمذی حدیث نمبر ۱۹۰۵۔ ابوداؤد حدیث نمبر ۱۵۳۶، ابن ماجہ حدیث نمبر ۳۸۶۲، مسند احمد جلد ۲ ص ۲۵۸۔ شرح السنۃ جلد ۳ ص ۱۶۳، قرطبی جلد ۲ جز ۳ حدیث نمبر ۲۲۳۔ الترغیب والترہیب جلد ۴ ص ۸۴، مشکوٰۃ ص ۱۹۵۔

[2] مشکوٰۃ ۱۹۶۔ کنز العمال حدیث نمبر ۳۳۰۹

مضطر کی دُعا ہر حالت میں قبولیت سے نوازی جاتی ہے:۔

امام قرطبی علیہ الرحمہ مضطر کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

قال ابن عباس ھوذوالضرورة المجھود[1]

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، انتہائی ضرورت مند شخص کو (مضطر) کہتے ہیں۔

قال السّدی اَلَّذِیْ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ

حضرت سُدی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں بے کس و بے بس (جس میں نہ کوئی ہمت ہو نہ طاقت وقوت)

"وقال ذوالنون ھوالذی قَطَعَ العلائق عما دون اللہ" (حضرت ذوالنون علیہ الرحمہ فرماتے ہیں (مضطر) وہ ہے جو اللہ تبارک وتعالیٰ کے سوا سب کو چھوڑ کر اپنے آپ کو صرف ایک ذات پاک کا محتاج سمجھے۔)

وقال سھل بن عبداللہ ھو الذی اذارفع یدیہ اِلی اللہ داعیا لم یکن لہ وسیلة من طاعة قدمھا (اور حضرت سہل بن عبداللہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں (مضطر) وہ ہے جب وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے سامنے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے تو اس کے پاس بطور وسیلہ کے دربار الٰہی میں پیش کرنے کے لیے کوئی طاعت نہ ہو۔)

حضرت مالک بن دینار علیہ الرحمہ کی خدمت اقدس میں ایک شخص حاضر ہوا اور اس نے درخواست کی۔ اَنَا اَسْئَلُکَ بِاللّٰہِ اَنْ تَدْعُوْنِیْ فَاَنَا مُضْطَرٌ (میں آپ کو اللہ تبارک وتعالیٰ کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں کہ میرے لیے بارگاہِ الٰہی میں دعا فرمایئے میں انتہائی بے قرار ہوں۔) قال اِذًا فَاسْئَلْہُ فَاِنَّہٗ یُجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاہُ[2] (تو حضرت مالک بن دینار علیہ الرحمہ نے فرمایا جب تو بے قرار ہے تو اپنے لیے خود ہی دعا کر کیوں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ بے قرار کی دعا قبول فرماتا ہے۔)

1۔ قرطبی جلد ۷ جز ۱۳ ص ۱۴۸

2۔ تفسیر ابن کثیر جلد ۳ ص ۱۴۸

مضطر کی دُعا کا واقعہ:

حضرت امام زید بن عبدالواحد بصری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں بصرہ میں ایک شخص خچر والا رہتا تھا اور لوگوں کو کرایہ پر خچر دیتا تھا بڑا اعتبازی اور دیانت دار آدمی تھا جسے تاجر لوگ اپنا مال واسباب دے کر دوسرے شہروں میں تاجروں کے پاس بھیج دیا کرتے تھے۔ ایک دن وہ بصرہ سے کوفہ روانہ ہوا۔ راستہ میں ایک شخص اُسے ملا، پوچھا کہاں کا ارادہ ہے، خچر والے نے کہا کوفہ جا رہا ہوں، کہنے لگا مجھے بھی کوفہ جانا ہے مگر میں پیدل نہیں چل سکتا کیا یہ ممکن ہے کہ ایک دینار کرایہ پر مجھے خچر پر سوار کرلے۔ قلی نے اُسے منظور کرلیا اور وہ خچر پر سوار ہو گیا راستے میں ایک دوراہہ ملا۔ سوار نے پوچھا تم کس راستے سے چلو گے خچر والے نے جس راستے کی طرف جانا تھا بتایا مگر سوار نے کہا دوسرا راستہ قریب کا ہے اور جانور کے لیے بھی سہولت ہے اس راہ میں سبزہ بھی کافی ہوتا ہے۔ خچر والے نے کہا میں نے یہ راستہ نہیں دیکھا سوار نے کہا میں نے بارہا یہ راستہ دیکھا ہے۔ خچر والے نے کہا اچھی بات ہے اسی راستے پر چلتے ہیں، تھوڑی دور جانے کے بعد وہ راستہ وحشت ناک جنگل پر ختم ہو گیا جہاں بہت سے مردے پڑے ہوئے تھے، وہ شخص سواری سے اترا اور کمر سے خنجر نکال کر خچر والے کو قتل کرنے کا ارادہ کیا، خچر والے نے کہا کہ ایسا نہ کر یہ خچر اور سامان سب کچھ لے لے یہی تیرا مقصود ہے، مجھے قتل نہ کر، وہ شخص نہ مانا اور قسم کھالی کہ پہلے تجھے ماروں گا پھر یہ سب کچھ لے لوں گا۔ خچر والے نے بہت عاجزی کی مگر اُس ظالم نے ایک بھی نہ مانی، بے چارے خچر والے نے کہا اچھا مجھے دو رکعت زندگی کی آخری نماز پڑھ لینے دے، اس نے کہا ٹھیک ہے جلدی سے پڑھ لے اور ہنسنے لگا اور تمسخر اڑانے کے انداز میں کہنے لگا ان مُردوں نے بھی یہی کہا تھا مگر اُن کی نماز ان کے کچھ کام نہ آئی، خچر والے نے نماز شروع کی۔ الحمد شریف پڑھ کر (خوف سے) کوئی سورت بھی یاد نہ آئی بے اختیار زبان پر یہ آیت جاری ہوئی۔ ''اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ'' یہ پڑھ رہا تھا اور رو رہا تھا کہ ایک سوار نمودار ہوا جس کے سر پر چمکتی ہوئی لوہے کی ٹوپی تھی اس نے نیزہ مار کر اس ظالم سوار کو قتل کر دیا جس جگہ وہ ظالم گر کر مرا آگ کے شعلے اس جگہ سے اٹھنے لگے۔ یہ نمازی بے اختیار سجدہ میں گر گیا اللہ تبارک وتعالےٰ کا شکر ادا کیا، نماز کے بعد اس سوار کی طرف دوڑا اس سے پوچھا کہ اللہ تبارک وتعالےٰ کے

واسطے اتنا تو بتادو کہ تم کون ہو؟ اس نے کہا کہ میں۔ اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ کا غلام ہوں اب تم مامون ہو جہاں چاہو چلے جاؤ یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔ [1]

مضطر کی دُعا کی قبولیت کی وجہ:

امام قرطبی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

اللہ تبارک وتعالیٰ نے بے قرار کی دعا قبول فرمانے کی ذمہ داری قبول فرماتے ہوئے اپنی طرف سے اس کی اطلاع بھی (قرآن مجید) میں دے دی ہے اور اس کا سبب یہ ہے کہ وہ بے قرار نہایت ہی اخلاص کے ساتھ اللہ تبارک وتعالیٰ کے ہاں پناہ اور سہارا حاصل کرنے کی درخواست کرتا ہے اور اس کی توجہ ہر طرف سے کٹ کر اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف مرکوز ہو جاتی ہے۔

وللاخلاص عنده سبحانه موقع وذمة وجد من مومن او كافرٍ طائعٍ او فاجرٍ فيجيب المضطر لمواضع اضطراره واخلاصه [2]

(ترجمہ) "اور اخلاص کی اللہ تبارک وتعالیٰ کے ہاں قدر ومنزلت اور ذمہ داری ہے خواہ اخلاص کا مظاہرہ کرنے والا مومن ہو یا کافر، فرمانبردار ہو یا نافرمان پس اللہ تبارک وتعالیٰ بے قرار شخص کی دعا کو اس کی بے قراری اور اخلاص کی وجہ سے قبول فرماتا ہے"۔

مظلوم کی دُعا سے بچنا:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کا گورنر بنا کر بھیجا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جو ہدایات فرمائی تھیں ان میں سے ایک نصیحت یہ بھی فرمائی تھی کہ مظلوم کی بددعا سے بچنا کیونکہ مظلوم کی دعا اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے درمیان کوئی پردہ حائل نہیں ہے وہ قبول ہو کر رہتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، فرماتے ہیں، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔ اِتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُوْمِ [3] (مظلوم کی بددعا سے ڈرو)

---

[1] ۔ ابن کثیر جلد ۳ ص ۳۱۸

[2] ۔ تفسیر قرطبی جلد ۷ جز ۱۳ ص ۱۴۸ سورۃ النمل

[3] ۔ دار قطنی جلد ۲ ص ۱۳۶، جلد ۵ ص ۵۵، ۴۔ نصب الرایہ جلد ۳ ص ۹۸ ۔ [illegible] للبیہقی جلد ۴ ص ۹۶

کسی کی چیز زبردستی نہ لے یا تعدی سے کسی کے حق کو روک کر یا کسی پر بہتان لگا کر ظلم نہ کر۔ کہیں تیرے خلاف بددعا نہ کر ڈالے کیونکہ مظلوم کی دعا اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے درمیان کوئی پردہ حائل نہیں ہوتا یعنی مظلوم کی دعا ظالم کے خلاف قبول کی جاتی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں رسول کریم ﷺ نے فرمایا۔

دَعْوَةُ الْمَظْلُومِ مُسْتَجَابَةٌ وَإِنْ كَانَ كَافِرًا فَفُجُورُهُ عَلَى نَفْسِهِ [۱]

"مظلوم کی دعا قبول ہوتی ہے اگرچہ وہ بدکار ہی کیوں نہ ہو، اس کی بدکاری کا وبال اس کی ذات پر ہے۔"

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

اِتَّقُوا دَعْوَةَ الْمَظْلُومِ وَإِنْ كَانَ كَافِرًا فَإِنَّهُ لَيْسَ دُونَهَا حِجَابٌ [۲]

(ترجمہ) (مظلوم کی بددعا سے بچو اگرچہ وہ کافر ہی کیوں نہ ہو کیونکہ اس کے لیے کوئی روک نہیں ہے۔)

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مرقات شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں "مظلوم کی دعا کو اس لیے زیادہ قابل توجہ قرار دیا گیا ہے کہ جب ظلم کی آگ اس کے اندرونی اعضاء یعنی قلب وغیرہ کو جلاتی ہے تو نہایت عاجزی اور حاجت کے ساتھ مظلوم کی زبان سے دعائیہ کلمات نکلتے ہیں اور اس پر اضطراری کیفیت طاری ہوتی ہے۔ پس اس کی دعا کو اجابت سے نوازا جاتا ہے چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے:۔

أَمَّنْ يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوءَ [۳]

(بھلا کون ہے، وہ جو بےقرار کی التجا قبول کرتا ہے جب وہ اس سے دعا کرتا ہے)

۱۔ مسند احمد جلد ۲ ص ۳۶۷۔ مجمع الزوائد جلد ۱۰ ص ۱۵۱، الترغیب والترہیب جلد ۳ ص ۱۸۷، مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۷ ص ۵۹۔ ۲۔ مجمع الزوائد جلد ۱۰ ص ۱۵۲، الترغیب والترہیب جلد ۳ ص ۱۸۸

۳۔ مرقاۃ جلد ۵ ص ۴۴۲

مظلوم کی دُعا کی قبولیت کی صورتیں:

مظلوم کی دعا کی قبولیت کی تین صورتیں ہیں۔

امام قرطبی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔اجابة دعوة المظلوم بالنصرةِ عَلٰی ظالمه بما شاءَ سبحانه من قهرٍ له اَوْ اقتصاص منه او تسليط ظالم آخَرَ عليه يقهرهٗ كما قال عزوجل " وَكَذٰلِكَ نُوَلِّيْ بَعْضَ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضًا (الانعام آیت نمبر ۱۲۹)

(۱) یا تو اللہ تبارک وتعالیٰ اس ظالم کو مظلوم کے آگے مغلوب ومقہور کردے گا (۲) یا اس ظالم سے ظلم کا پورا پورا بدلہ لیا جائے گا۔ (۳) یا اس ظالم پر کسی دوسرے جابر ظالم کو مسلط فرما دے گا۔ جو اس کو ذلیل کرے گا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے " اور ہم بعض ظالموں کو بعض ظالموں کے ساتھ ملا دیں گے" کیونکہ ففجورُ الفَاجِرِ و كُفْرُ الْكَافِرِلَا يَعُوْدُ مِنْهُ نَقْصٌ وَلَا وَهْنٌ عَلٰى مملكة سيدهٖ فلا يمنعه ما قضٰى للمضطر مِنْ اِجَابَتِهٖ [۱] (مظلوم کی دعا کی قبولیت میں اس کا فسق اور کافر کا کفر مانع نہیں ہوتا کیونکہ یہ فسق وکفر مالک الملک کی مملکت عالیہ پر اثر انداز نہیں ہوسکتا۔)

رسول کریم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے

اِتَّقُوْادَعْوَةَ الْمَظْلُوْمِ فَاِنَّهَا تُحْمَلُ عَلَى الغَمَامِ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ تبارَكَ وَتَعَالٰى وَعِزَّتِىْ وَجَلَالِىْ لَاَ نْصُرَنَّكَ وَلَوْ بَعْدَ حِيْنَ وَهُوَ صَحِيْحٌ اَيْضًا [۲]

(ترجمہ) "مظلوم کی بددعا سے بچو اس لیے کہ وہ بادل پر اٹھائی جاتی ہے" اور اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم میں تیری ضرور مدد کروں گا اگرچہ کچھ وقت کے بعد کیوں نہ ہو اور یہ حدیث بھی صحیح ہے۔)

امام قرطبی علیہ الرحمہ اس حدیث پاک کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ

---

[۱]۔ تفسیر قرطبی جلد ۷ جز ۱۳ ص ۱۴۸، ۱۴۹۔

[۲]۔ الترغیب والترہیب جلد ۳ ص ۱۸۸، مجمع الزوائد جلد ۱۰ ص ۱۵۲۔ ترمذی حدیث نمبر ۷ ۲۶۴۔ ۱۹۷۰، المعجم الکبیر للطبرانی جلد ۴ ص ۸۴

اپنے خاص ملائکہ کومظلوم کی دعا کے استقبال کے لیے بھیجتا ہے جواس دعا کو اٹھا کر آسمانوں پر پہنچاتے ہیں تا کہ تمام فرشتے اس کو دیکھ کر بارگاہ الٰہی میں مظلوم کی نصرت اور قبولیت دعا کے لیے سفارش پیش کریں۔ اس حدیث میں ظلم سے پورے طور پر بچنے کی تاکید پائی جاتی ہے کیونکہ ظلم میں اللہ تبارک وتعالےٰ کی ناراضگی اور نافرمانی اور اس کے حکم کی مخالفت پائی جاتی ہے۔ چنانچہ حدیث قدسی ہے:

يَا عِبَادِيْ اِنِّي حَرَّمْتُ الظُّلْمَ عَلٰى نَفْسِيْ وَ جَعَلْتُهُ بَيْنَكُمْ مُحَرَّمًا فَلَا تَظَالِمُوْا [۱]

''اے میرے بندو! میں نے اپنے اوپر ظلم کو حرام کرلیا ہے اور ایک دوسرے پر ظلم کرنے کو تمہارے درمیان بھی حرام کر دیا ہے، لہٰذا تم آپس میں ظلم نہ کرو''

محولہ بالا احادیث مبارکہ سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے۔ کہ مندرجہ ذیل لوگوں کی دعائیں ضرور قبول ہوتی ہیں۔

(۱) روزہ دار کی افطاری کے وقت کی دعا

(۲) عدل وانصاف کرنے والے امام وحاکم کی دعا

(۳) مظلوم کی دعا

(۴) والدین کی دعا

(۵) مسافر کی دعا

(۶) حاجی کی دعا

(۷) مجاہد کی دعا

(۸) بیمار کی دعا

(۹) مسلمان کے لیے مسلمان بھائی کی پسِ پشت دعا

۱۔ قرطبی جلد ۶ جز ۱۳ ص ۲۲۴

۴۲۔دُعا کے لیے اچھی جگہ اور مقام اولیاء:۔

یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ ماں باپ جب تک زندہ رہتے ہیں تو ماں باپ ہی ہوتے ہیں اور فوت ہونے کے بعد بھی ماں باپ ہی رہتے ہیں۔ مرنے کے بعد وہ جن، بھوت یا بُت نہیں ہو جاتے۔ مومن والدین کی قبریں جنت کا باغ ہوتی ہیں۔ ایسے ہی اولیاء اللہ زندہ بھی اولیاء ہوتے ہیں اور دنیا سے جانے کے بعد بھی اولیاء اللہ ہی رہتے ہیں اور ان کے مزارات جنت کے باغ ہوتے ہیں کتنا خوش نصیب وہ شخص ہے جس کے والدین ولی اللہ بھی ہوں۔ اس تمہید کا مقصد و مدعا یہ ہے کہ ولی اللہ کے مقام کو ولی اللہ کا مقام سمجھتے ہوئے اس کی دنیوی زندگی میں اس کے پاس اس کی موجودگی میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے حضور دعا کرنا درست ہے اور وصال کے بعد اس کے مزار شریف کے پاس بھی دعا کرنا درست ہے۔

دنیوی زندگی والی ولی اللہ کا واقعہ:۔

حضرت بی بی مریم رضی اللہ عنہا پیدائشی ولیہ تھیں، ان کی والدہ نے ان کی ولادت کے بعد، اپنی نذر کے مطابق اُسے مسجد اقصیٰ میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے سپرد کر دیا تھا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اسے اچھی طرح قبول فرمالیا یعنی باوجود لڑکی ہونے کے اُسے بیت المقدس کی خدمت کے لیے منظور فرمالیا اور اُسے اچھا پروان چڑھایا، اُسے حضرت زکریا علیہ السلام کی نگہبانی میں دیا۔ حضرت زکریا علیہ السلام، حضرت بی بی مریم رضی اللہ عنہا کے خالو تھے۔ آپ بڑی شفقت سے حضرت بی بی مریم رضی اللہ عنہا کی پرورش فرمانے میں مشغول ہو گئے ایک دن حضرت زکریا علیہ السلام حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی نماز پڑھنے کی جگہ تشریف لائے تو نیا رزق پایا آپ نے پوچھا ''یٰمَرْیَمُ اَنّٰی لَكِ هٰذَا قَالَتْ هُوَمِنْ عِنْدِاللّٰهِ'' (اے مریم یہ تیرے پاس کہاں سے آیا؟ بولیں وہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے آیا ہے) جب حضرت زکریا علیہ السلام نے حضرت مریم رضی اللہ عنہا پر اللہ تبارک وتعالیٰ کی اس عنایت کو ملاحظہ فرمایا تو آپ وہیں اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں باین انداز دعا فرمائی قَالَ رَبِّ هَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّیَّةً طَیِّبَةً ۚ اِنَّكَ سَمِیْعُ الدُّعَآءِ ﴿۳۸﴾ (آلِ عمران ۳۸:) ''عرض کیا اے میرے رب مجھے اپنے پاس سے ستھری اولاد عطا فرما بے شک تو ہی دعا سننے والا ہے'' آپ نے بارگاہ الٰہی میں اس یقین اور اعتقاد کے ساتھ دعا کی کہ، جو قادر مطلق رب بے

موسم کے کھانے اور پھل وغیرہ عنایت فرمانے والا ہے وہی بڑھاپے کے عالم میں عورت کے بانجھ ہونے کے باوجود بھی اولاد دینے پر قادر ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کی قیادت میں فرشتوں کی ایک جماعت بھیجی جس نے حضرت زکریا علیہ السلام کو فرمایا اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًاۢ بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَسَيِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۳۹﴾ (آلِ عمران: ۳۹) ”بے شک اللہ (تبارک وتعالیٰ) آپ کو حضرت یحییٰ علیہ السلام کا مژدہ سناتا ہے، جو اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف کے ایک کلمہ کی تصدیق فرمائے گا وہ (قوم کا) سردار (ہوگا) اور ہمیشہ کے لیے عورتوں سے بچنے والا اور ہمارے خاص نبیوں میں سے ہوگا“

اس واقعہ سے پتا چلتا ہے کہ اللہ والوں کے مقامات پر دُعا کرنا اور اللہ تبارک وتعالیٰ سے اولاد اور وہ بھی بیٹے مانگنا شرعاً ہر طرح سے جائز ہے اگرچہ مانگنے والے انبیاء کرام علیہم السلام یا اولیاء عظام رضی اللہ عنہم ہی ہوں۔ حضرت مریم رضی اللہ عنہا ولیہ ہیں جب کہ حضرت زکریا، نبی علیہ السلام ہیں، نبی اللہ علیہ السلام نے ولیہ کے مقام پر بارگاہ الٰہی میں اولاد کے لیے دُعا کی ہے۔ قرآن مجید کے اس عظیم واقعہ سے یہ بات عیاں ہو رہی ہے کہ اولیاء اللہ کے مقامات پر، اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں دعائیں کرنا، کائنات کی عظیم کتاب قرآن مجید جو عظیم آفاقی نسخہ ہے، کے عین مطابق ہے اور توحید کے اصولوں کی آئینہ دار ہے۔ اولیاء اللہ کے مقامات پر جا کر اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعائیں کرنے والوں پر طعن وتشنیع دین سے مکمل طور پر آگاہ نہ ہونے کا ثبوت ہے۔ بعض نادان اور ناسمجھ لوگ اولیاء اللہ کی درگاہوں کو شرک کے اڈے کہتے ہیں جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم، اولیاء اللہ اور ایمان والے عوام الناس کی قبور یا مزارات کو جنت کے باغ فرماتے ہیں۔ پیر طریقت رہبر شریعت امین علم لدنی حضرت قبلہ حاجی محمد یوسف علی نگینہ صاحب قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں۔

گل مَن یوسفؔ دی اے واعظ ایہہ سب نے ٹکڑے جنت دے
ایہہ روضے والیاں جنیاں دی دھرتی تے تھاواں ہوندیاں نیں
نبیاں تے ولیاں دے در تے مقبول دعاواں ہوندیاں نیں
ہڑھ وگدے نیں جدوں ہنجواں دے فیر معاف خطاواں ہوندیاں نیں

۴۳۔دُعا میں نیک اعمال کو وسیلہ بنانا:۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ ایک مرتبہ بنی اسرائیل کے تین (نیک) آدمی کہیں جا رہے تھے (راستہ میں) انہیں بارش نے آلیا۔ (طوفان بادوباراں سے بچنے کے لیے) پہاڑ کی ایک غار میں گھس گئے۔ اتفاقاً ایک پتھر پہاڑ سے گرا اور غار کے منہ پر آرہا اور غار کا منہ بند ہو گیا۔ انہوں نے آپس میں صلاح مشورہ کیا کہ اب کیا کریں۔ ایک نے کہا اپنے نیک اعمال کا ذکر کرو جو خالصتاً اللہ تبارک وتعالیٰ کی خوشنودی کے لیے ہوں۔ ان کے "وسیلہ" سے دعا کرو شاید وہ اسے کھول دے (تم کو نجات دلوائے)۔ ان میں سے ایک نے کہا! اے میرے اللہ (جل جلالک) تو جانتا ہے میرے ماں باپ دونوں بوڑھے تھے اور میرے بچے بھی چھوٹے تھے، میں ان کی پرورش کے لیے بکریاں چرایا کرتا تھا، جب شام کو گھر آتا اور دودھ دھوتا تو پہلے اپنے والدین کو دودھ پلاتا پھر اپنے بچوں کو۔ ایک دن ایسا ہوا کہ جانور چرنے کے لیے بہت دور دراز نکل گئے اور میں دیر سے شام کو گھر آیا، جب دیکھا تو والدین سو چکے تھے۔ میں نے حسب عادت دودھ دھویا اور دودھ لاکر والدین کے سرہانے کھڑا ہو گیا اور ان کو نیند سے بیدار کرنا پسند نہ کیا اور یہ بھی پسند نہ کیا کہ ان سے پہلے بچوں کو دودھ پلاؤں۔ گو رات بھر بچے میرے پاؤں کے پاس روتے رہے، دودھ مانگتے رہے۔ (مگر میں نے انہیں دودھ نہ دیا) حتیٰ کہ فجر طلوع ہو گئی۔ (اس مذکورہ شخص نے اپنے نیک عمل کا وسیلہ لے کر اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ اقدس میں دعا کی) اور عرض کیا: فَاِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اِنِّیْ فَعَلْتُ ذٰلِكَ اِبْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَاَفْرُجْ لَنَافُرْجَةً نَرىٰ مِنْهَا السَّمَاءَ " یا اللہ (جل جلالک) تو جانتا ہے اگر میں نے یہ کام خالص تیری رضامندی کے لیے کیا تھا تو ہمارے لیے کچھ راستہ کھول دے تاکہ اس سے ہم آسمان دیکھیں۔ (اس نیک عمل کے وسیلہ سے مذکورہ شخص کی دعا قبول ہوئی) اللہ تبارک وتعالیٰ (جل جلالہ) نے اس (پتھر) میں اتنا سوراخ کر دیا کہ وہ آسمان کو اس میں سے دیکھنے لگے۔

دوسرے شخص نے بارگاہ خداوندی میں عرض کیا اے میرے اللہ (جل سلطانک) میرے چچا کی ایک بیٹی تھی میں اس کو بہت چاہتا تھا جیسے لوگ اپنی بیویوں سے محبت کرتے ہیں۔ (ایک دن) میں نے اسے اپنے (فاسد) ارادے کا اظہار کر کے علیحدگی کے لیے کہا۔ اس نے سو دینار طلب کئے۔ میں نے محنت مزدوری کر کے سو اشرفیاں جمع کیں اور اس کے پاس گیا۔ جب میں اس

کے دونوں پاؤں کے درمیان بیٹھا تو اس نے کہا اے اللہ (جل جلالہ) کے بندے، اللہ (تبارک و تعالیٰ) سے ڈر اور خلاف شرع اس مہر کو نہ کھول۔ میں یہ سن کر اٹھ کھڑا ہوا۔ (اس مذکورہ شخص نے اس واقعہ کو بیان کر کے اس واقعہ کے وسیلہ سے بارگاہ ایزدی میں دعا کی) اے میرے اللہ تبارک و تعالیٰ تو جانتا ہے۔ اگر میں تیری رضا کے لیے برائی سے بچ گیا تو ہمارے لیے پتھر سے راستہ کھول دے۔ تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کے اس عمل کے وسیلہ سے دعا قبول فرمائی اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کے لیے پتھر اور کھول دیا۔

اب تیسرے شخص نے کہا اے میرے اللہ جل جلالک میں نے ایک شخص کو ایک خرق (یعنی آٹھ سیر غلہ) کے عوض مزدوری پر لگایا تھا۔ جب اس نے کام پورا کر لیا تو مجھے کہا میرا حق دو۔ میں نے اسکا حق پیش کر دیا۔ اس نے اس کو ترک کر دیا اور اپنا حق لینے سے انکار کر دیا۔ اس کے (چلے جانے کے) بعد میں اس کے پیسوں سے کاشت کرتا رہا۔ حتیٰ کہ اس کے (نفع میں) سے میں نے بیل گائے اور ان کے چرانے والا خرید لیا۔ پھر (ایک مدت کے بعد) وہ مزدور آیا اور کہنے لگا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ سے ڈر مجھ پر ظلم نہ کر اور میرا حق مجھے واپس کر دے۔ میں نے کہا جا وہ سب گائے بیل اور چرواہے لے لے، تیرے ہی ہیں۔ وہ کہنے لگا بھلے آدمی اللہ (جل شانہ) سے ڈر اور میرنے ساتھ مذاق نہ کر۔ میں نے کہا میں تیرے ساتھ مذاق نہیں کرتا۔ یہ بیل گائے اور چرواہے تیرے ہی ہیں، لے جا۔ آخر وہ سب لے کر چل دیا۔ تیسرے شخص نے عرض کیا اے میرے اللہ (جل شانک) میں نے یہ کام اگر خالصتاً تیری خوشنودی کے لیے کیا ہے تو جو راستہ باقی رہ گیا ہے وہ بھی کھول دے۔ جب اس تیسرے شخص نے اپنے نیک عمل کو بیان کر کے اپنی دعا کا وسیلہ بنایا تو اللہ رب العزت اس عمل کے وسیلہ سے کی گئی دعا قبول فرمائی اور ان کے آگے سے سارے پتھر کو ہٹا دیا (اور وہ تینوں غار سے باہر نکل آئے) [1]

---

[1]۔ بخاری جلد ۲ ص ۸۸۳، جلد ۱ ص ۲۹۴، ۳۱۳، ۴۹۳، ''باب اجابتہ من بروالدیہ'' (جو ماں باپ سے نیکی کرے اس کی دعا کا قبول ہونا یعنی ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے کے وسیلے سے قبولیت دعا) تیسیر الباری جلد ۸ ص ۳، جلد ۴ ص ۵۱۷، جلد ۳ ص ۲۷۵، ۳۶۹، تفہیم البخاری جلد ۳ ص ۴۵۱، ۵۷۰، جلد ۵ ص ۳۴۰، فتح الباری جلد ۱۰ ص ۴۹۵، عمدۃ القاری جلد ۶ جز ۱۲ ص ۲۳، ۱۷۱، جلد ۸ جز ۱۶ ص ۵۱، جلد ۱۱ جز ۲۲ ص ۷۵، شرح السنتہ جلد ۱۲ ص ۱۸، الترغیب والترہیب جلد ۳ ص ۳۲۰، السنن الکبریٰ للبیہقی جلد ۶ ص ۱۱۷، مسند احمد جلد ۲ ص ۱۱۶، کنز العمال حدیث نمبر ۲۲۷۲، ۲۳۳۳، ۵۹۵۴، قرطبی جلد ۱ جز ۲ ص ۲۰۰، جز ۵ ص ۱۲۷، جلد ۶ جز ۷ ص ۱۲۷، جلد ۴ جلد ۶ جز ۱۱ ص ۳۲۔

نوٹ: مذکورہ بالا واقعہ سے یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ دعا کرتے ہوئے نیک اعمال کا وسیلہ لیا جا سکتا ہے۔ مگر یہاں اس بات کا جاننا بھی ضروری ہے کہ نیک اعمال کا اپنا کوئی وجود نہیں کسی صاحب ایمان کے کرنے سے ان کا وجود عمل میں آتا ہے۔ صاحبِ ایمان ہوا تو عمل ہوا لہٰذا صالح عمل کا وسیلہ لینا بالواسطہ طور پر نیک عمل کرنے والے کا وسیلہ ہے۔

فرقہ غیر مقلدین کے امام وحید الزماں صاحب نے تیسیر الباری جلد ۸ ص ۵ حاشیہ نمبر ا پر اس حقیقت کو بایں الفاظ تسلیم کیا ہے۔

''اعمال صالحہ سے توسل اس حدیث سے اور نیز آیت قرآنی وَابْتَغُوْا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ سے ثابت ہے''...... امام جزری علیہ الرحمہ نے ''حصن حصین'' کے شروع میں لکھا ہے۔ ''وان یتوسل الی اللہ بانبیا ئہ و الصالحین من عبادہ'' اور ایک جماعت اہل حدیث اس کے جواز کی طرف گئی ہے۔ وہ کہتے ہیں جب اصل توسل جائز ہوا تو وہ اموات اور احیاء سب کو شامل ہوگا۔ احیاء کی تخصیص پر کوئی دلیل شرعی نہیں ہے اس کے سوا انبیاء تو اپنی قبور میں احیاء ہیں جیسے دوسری حدیث میں وارد ہے۔''

انہی صاحب نے اپنی کتاب کی جلد ۲ ص ۸۴ پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے، حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلے سے دعائے بارش کرنے کے ضمن میں لکھا ہے:۔

''اس حدیث سے نیک بندوں کا وسیلہ لینا ثابت ہوا۔ بنی اسرائیل بھی قحط میں اپنے پیغمبر کے اہل بیت کا توسل کیا کرتے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ پانی برساتا۔ اس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک آنحضرت ﷺ کا توسل، آپ ﷺ کی وفات کے بعد منع تھا۔ کیونکہ آپ ﷺ تو اپنی قبر میں زندہ ہیں اور آنحضرت ﷺ نے ایک صحابی کو دعا سکھائی اس میں یوں ہے،

''یَا مُحَمَّدُ اِنِّی اَتَوَسَّلُ بِكَ اِلٰى رَبِّىْ'' اور ان صحابی نے آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد یہ دعا دوسروں کو سکھلائی۔'' (تیسیر الباری جلد ۲ ص ۸۲)

انہی صاحب نے مزید لکھا ہے ''ہمارے اصحاب میں سے امام ابن تیمیہ اور ابن قیم آنحضرت ﷺ، انبیاء اور اولیاء کے وسیلہ کے عدم جواز کی طرف گئے ہیں۔ جب کہ اکابر محدثین اور علماء نے ابن تیمیہ اور ابن قیم سے اختلاف کیا ہے اور لکھا ہے کہ اموات و احیاء سے اصل وسیلہ کا جواز شرع سے ثابت ہے۔'' (تیسیر الباری جلد ۲ ص ۸۵، جلد ۸ ص ۸۶)

۴۴۔ دُعا میں نبی کریم ﷺ کا وسیلہ لینا:

اپنی دعاؤں میں نبی کریم ﷺ کا وسیلہ لینا تعلیم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور دعا کی قبولیت کا سبب ہے۔ تفصیل ملاحظہ ہو:۔

حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک نابینا صحابی رضی اللہ عنہ، رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے یا رسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم) اللہ (تبارک وتعالیٰ جل مجدہ الکریم) سے دعا فرمایئے کہ وہ مجھے عافیت عطا فرمائے (یعنی آنکھ کی خرابی دور ہو جائے)۔ آپ ﷺ نے فرمایا اگر چاہے تو میں تیرے لیے دعا فرماؤں اور اگر تو صبر کرے تو یہ تیرے لیے بہتر ہے۔ اس نے عرض کیا آپ ﷺ دعا فرما دیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وضو کر اور اچھی طرح سے وضو کر اور ان کلمات کے ساتھ دعا کر۔ بعض روایات میں ہے کہ اس کو فرمایا۔ دو رکعت نماز ادا کر اور یوں دُعا کر۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ وَاَتَوَجَّہُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ نَبِیِّ الرَّحْمَۃِ یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ اَتَوَجَّہُ بِکَ اِلٰی رَبِّیْ فِیْ حَاجَتِیْ ھٰذِہٖ لِتُقْضٰی لِیْ اَللّٰھُمَّ فَشَفِّعْہُ فِیَّ [1]

---

[1]۔ ابن ماجہ عربی ۱۰۰، المعجم الصغیر للطبرانی ص ۱۰۴، مسند احمد جلد ۴ ص ۱۳۸ ۱۱۳ (۴ سندیں) جامع صغیر جلد ۱ ص ۵۹، صحیح ابن خزیمہ جلد ۲ ص ۲۲۵، ۲۲۶، ابن السنی ص ۲۲۲، تحفۃ الذاکرین ص ۱۸۰، حصن حصین عربی ص ۹۷، شفاء السقام ص ۱۶۵، کتاب الاذکار نووی ص ۱۵۷، حلبی کبیر ص ۴۳۲، مستدرک حاکم جلد ۱ ص ۴۵۸، ۷۰۱، مستدرک تلخیص ذہبی جلد ۱ ص ۴۵۸، خصائص کبریٰ جلد ۲ ص ۲۰۱، اصابہ ابن حجر ص ۱۶۴، کنز العمال جلد ۱ ص ۱۹۳، روح المعانی جلد ۴، ص ۱۲۵، ۱۲۶، نزہۃ المجالس جلد ۱ ص ۸۰، تاریخ حبیب الٰہ ص ۱۸۹، کتاب الشفاء عربی ص، کتاب الشفاء اردو ص ۲۳۱، شرح شفا ملا علی قاری جلد ۲ ص ۱۰۶، نسیم الریاض جلد ۳ ص ۱۰۶، ۳۹۸، البدایہ والنہایہ جلد ۲ ص ۱۶۱، ۱۶۲ اغنیۃ الطالبین جلد ۱ ص ۱۲ مصری چھاپہ، حجۃ اللہ علی العالمین عربی ص ۴۳۱، ۷۹۸، ۸۱۴، انوار محمدیہ ص ۳۸۵، سیرت النبی جلد ۳ ص ۱۶۴۱ الدرر السنیہ ص ۸، شمس التواریخ ص ۱۱۱۹، افضل الصلوٰۃ علی سید السادات اردو ص ۱۳۹ مطالع المسرات ص ۳۶۲، جذب القلوب فارسی ۲۱۹، باب الصلوٰۃ الترغیب والترہیب جلد ۱ ص ۴۷۴، مجمع الزوائد جلد ۲ ص ۲۷۹، کتاب الوسیلہ ابن تیمیہ ص ۱۵۹...... ۱۵۴، فتاویٰ ابن تیمیہ جلد ۱ ص ۱۰۵، ۲۷۵...... ۲۶۴، ۳۲۳، ۳۲۴، تاریخ بخاری جلد ۲ ص ۲۰۹، الفتوحات ربانیہ فی شرح الاذکار النویہ عربی ص ۳۰۳، بہار شریعت جلد ۴ ص ۳۰، تحفۃ الاخودی ص ۸۲، زرقانی شرح مواہب جلد ۸ ص ۳۸۱، وفاالوفا سمہودی جلد ۲ ص ۴۲۰۔

(ترجمہ) ''اے میرے اللہ (جل جلالک) میں تیرے نبی پاک، رحمتوں والے نبی حضرت محمد ﷺ کے وسیلہ سے تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں آپ ﷺ کے وسیلہ سے اس حاجت کے لیے اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں تاکہ میرے لیے پوری ہو جائے۔ (قبول ہو جائے) اے میرے اللہ (جل شانک) پس قبول کیجئے ان کی شفاعت میرے حق میں۔''

تمام محدثین نے مذکورہ بالا روایت کو ترمذی شریف، نسائی شریف، مستدرک حاکم شریف اور ابن ماجہ شریف کے حوالہ سے نقل کیا ہے اور اسے امام بخاری علیہ الرحمہ اور امام مسلم علیہ الرحمہ کی شرط پر صحیح کہا گیا ہے۔ جیسا کہ علامہ شوکانی (جسے ابن تیمیہ کے مقلدین، اہل حدیث حضرات اپنا امام مانتے ہیں) نے تحفۃ الذاکرین صفحہ ۱۶۱ میں لکھا ہے۔ نیز یہ بھی تحریر کیا ہے کہ جب اس نابینا نے دعا کی اور کھڑا ہوا تو اس کی آنکھیں روشن ہوگئیں۔ قدیم محدثین نے ترمذی شریف کے حوالہ سے اس حدیث پاک کو نقل کیا ہے، مگر موجودہ ترمذی شریف سے ''یا محمد'' کاٹ دیا گیا ہے۔ اسی طرح نسائی شریف کے موجودہ نسخوں میں بھی یہ حدیث پاک نہیں ملتی جب کہ پہلے محدثین نے بحوالہ نسائی شریف اس حدیث پاک کو نقل کیا ہے۔

ان کتابوں کے نام قارئین کرام کی خدمت میں معلومات میں اضافہ کے لیے حاشیہ میں پیش کئے گئے ہیں جن میں یہ حدیث پاک موجود ہے۔

یہ دعا اس وقت کی گئی جب سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ظاہرہ زمانہ حیات میں تھے مگر جب آپ ﷺ نے دنیا سے پردہ فرمایا تو ایک دفعہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ایک شخص ان کے پاس کسی ضرورت کے پیش نظر گیا لیکن حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے کوئی توجہ نہ فرمائی۔ اس حاجت مند شخص کی ایک موقع پر حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی اس نے اپنے واقعہ کو بیان کیا تو حضرت عثمان ابن حنیف رضی اللہ عنہ نے کہا فکر نہ کرو، تازہ وضو کرو اور پھر مسجد میں جا کر دو رکعت نفل نماز ادا کرو اور دعا کرو۔ اس سائل کو وہ دعا بتائی جو صفحہ نمبر ۱۰۱ پر آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں۔

اس کے بعد وہ شخص حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا۔ دروازے پر دربان نے فوراً استقبال کیا اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس لے گیا، حضرت عثمان ذوالنورین رضی

اللہ عنہ نے بڑی محبت اور شفقت کے ساتھ اسے اپنے پاس بٹھایا اور فرمایا بھئی کیا بات ہے؟ اس شخص نے اپنی ضرورت اور حاجت بیان کی۔ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے فوراً اسے حل کیا اور بہت عزت سے رخصت فرمایا۔

حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ شخص بعد میں مجھے ملا، میرا بہت شکریہ ادا کرنے لگا۔ میں نے اس سے کہا بھئی یہ دعا حضور اکرم ﷺ نے ایک نابینا کو سکھائی تھی اور میں اس وقت موجود تھا۔ (اس میں ظاہری حیات کے بعد توسل اور ندا غائبانہ کا ذکر ہے۔)

مندرجہ بالا واقعہ حسب ذیل کتب میں موجود ہے۔

(المعجم الصغیر للطبرانی ص ۱۰۳، انجاح الحاجہ حاشیہ ابن ماجہ ص ۱۰۰، حجۃ اللہ علی العالمین ص ۸۱۵، شفاء السقام عربی ص ۱۲۷، ۱۶۸، الدرر السنیہ بحوالہ طبرانی وبیہقی ص ۸، جذب القلوب ص ۲۱۹، ۲۲۰، کتاب الوسیلہ ص ۱۵۷ فتاویٰ ابن تیمیہ جلد ۱ ص ۲۶۸، مجمع الزوائد جلد ۲ ص ۱۲۷۹، الترغیب والترہیب جلد ۱ ص ۴۷۴)

ابن تیمیہ نے اپنی کتاب الوسیلہ اور فتاویٰ ابن تیمیہ میں ترمذی اور نسائی کے حوالہ سے حدیث نابینا کو نقل کیا۔ نیز ابن تیمیہ نے لکھا ہے کہ اس حدیث کو بیہقی وغیرہ نے دلائل النبوۃ میں روایت کیا ہے۔

ابن تیمیہ کی خودساختہ بدعت نما تحریر:

ابن تیمیہ نے اس حدیث پاک کو نقل کر کے فتاویٰ ابن تیمیہ جلد ۱ ص ۲۶۶ میں اپنا من گھڑت قول لکھا ہے کہ اس حدیث پاک میں دعائے مصطفیٰ ﷺ سے وسیلہ لیا گیا ہے نہ کہ ذات مصطفیٰ ﷺ سے'' حالانکہ **اللھم انی اسئلک واتوجہ الیک بنبیک محمد نبی الرحمہ** کے الفاظ سے صاف ظاہر ہوتا ہے سرکار کائنات ﷺ کی ذات اقدس سے وسیلہ لیا گیا ہے۔ تمام محدثین کرام اور دینی کتابوں کے مصنفین نے حدیث نابینا کو من وعن نقل کیا ہے اور ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ وغیرہ کا حوالہ دیا ہے۔

چودہویں صدی میں اشرف علی تھانوی صاحب دیوبندی نے ''مناجات مقبول'' کے نام سے ایک کتاب لکھی اور اس میں نابینا والی حدیث پاک کو ص ۲۶۰ (چھاپہ تاج کمپنی تتمہ میں)

من كانت له حاجة فليقل بعد الوضوء والصلوٰة

کے عنوان سے نقل کیا ہے مگر ظلم یہ کیا ہے کہ اشرف علی تھانوی صاحب نے یا محمد انی اتوجه بك الی ربی تک حدیث پاک کو کاٹ دیا اور پھر حاشیہ پر لکھ دیا ہے اختصرته لا ن الندا الوارد فیه لا دلیل علی بقائه بعد حیاته علیه السلام ''چونکہ آپ ﷺ کے حیات کے بعد ندا کی کوئی دلیل نہیں اس لیے میں نے حدیث کو مختصر کر دیا ہے۔''

لا حول ولا قوة الا بالله العلی العظیم، العیاذ بالله۔

حدیث مصطفیٰ ﷺ اور کاٹتے ہیں تھانوی صاحب۔ اس سے بڑھ کر اور کیا فتنہ ہو سکتا ہے؟ اور پھر اسی پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ ایک ایڈیشن میں حدیث پاک کاٹی اور حاشیہ لکھ دیا کہ میں نے حدیث پاک مختصر کر دی ہے اور دوسرے ایڈیشن کے ص ۱۲۱ میں حدیث پاک بھی کاٹ دی اور حاشیہ بھی کاٹ دیا تا کہ اہل ایمان کو پتا نہ چل سکے کہ تھانوی صاحب نے سرکار مدینہ ﷺ کی حدیث پاک کاٹ دی ہے۔

ان دونوں ایڈیشنوں کی فوٹو ملاحظہ فرمائیں:

مَنْ كَانَتْ لَهُ حَاجَةٌ فَلْيَقُلْ بَعْدَ الْوُضُوْءِ وَالصَّلٰوةِ

جس کو کچھ حاجت ہو وہ وضو کر کے نماز پڑھے اور یہ دعا کرے

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ وَاَتَوَجَّهُ اِلَيْكَ بِنَبِيِّكَ

یا اللہ میں مانگتا ہوں آپ سے اور متوجہ ہوتا ہوں آپکی طرف بذریعہ آپ کے نبی

مُحَمَّدٍ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ فِیْ حَاجَتِیْ هٰذِهٖ

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے جو رحمت کے نبی ہیں اپنی اس حاجت میں تاکہ پوری

لِتُقْضٰى لِیْ فَشَفِّعْهُ فِیَّ +

ہو جائے پس قبول کیجئے شفاعت انکی میرے حق میں۔

ے ہ اختصرته لان الندآء الوارد فیه لادلیل علی بقایه بعد حیاته علیه السلام

دوسرے نسخہ میں حاشیہ بھی کاٹ دیا۔

مَنْ كَانَتْ لَهُ حَاجَةٌ فَلْيَقُلْ بَعْدَ الْوُضُوْءِ وَالصَّلٰوةِ

جس کو کچھ حاجت ہو وہ وضو کر کے نماز پڑھے اور یہ دعا کرے

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُكَ وَاَتَوَجَّهُ اِلَيْكَ بِنَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ نَّبِیِّ

یا اللہ میں مانگتا ہوں آپ سے اور متوجہ ہوتا ہوں آپ کی طرف بذریعہ آپ کے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم

الرَّحْمَةِ فِیْ حَاجَتِیْ هٰذِهٖ لِتُقْضٰى لِیْ فَشَفِّعْهُ فِیَّ

کے جو رحمت کے نبی ہیں اپنی اس حاجت میں تاکہ پوری ہو جائے پس قبول کیجئے شفاعت ان کی میرے حق میں

چند کتابوں کے فوٹو جن میں حدیث پاک اور دعا کے الفاظ بغیر قطع و برید کے موجود ہیں۔

شفا السقام علامہ سبکی ص ۱۶۵

الحالة الثانية التوسل به بذلك النوع بعد خلقه صلى الله عليه وسلم فى مدة حياته فمن ذلك ما رواه ابو عيسى الترمذى فى جامعه فى كتاب الدعوات قال ثنا محمود بن غيلان ثنا عثمان بن عمر ثنا شعبة عن ابى جعفر عن عمارة بن خزيمة بن ثابت عن عثمان بن حنيف ان رجلا ضرير البصر أتى النبى صلى الله عليه وسلم فقال ادع الله ان يعافينى قال: ان شئت دعوت و ان شئت صبرت فهو خير الك قال فادعه. قال: فأمره ان يتوضأ فيحسن وضوء ويدعو بهذا الدعاء. اللهم انى اسألك و أتوجه اليك بنبيك محمد نبى الرحمة يا محمد انى توجهت بك الى ربى فى حاجتى ليقضى لى اللهم شفعه فىّ .

تحفة الذاكرين ص ١٨٠

صَلاةُ الضُرِّ وَالحاجَةِ

« يتوضأ ويُصلي ركعتين ، ثم يدعو : اللّهم إني أسألك ، وأتوجه إليك بنبيك مُحمدٍ نبيِّ الرحمةِ ، يا مُحمدُ إني أتوجهُ بكَ إلى ربي في حاجتي هذهِ لِتُقضى لي اللّهمَّ فشفِّعهُ فيَّ » . (ت ، س ، مس) .

الحديث أخرجه الترمذي والحاكم في المستدرك والنسائي كما قال المصنف رحمه الله ، وهو من حديث عثمان بن حنيف رضي الله عنه قال [جاء أعمى إلى رسول الله ﷺ فقال يا رسول الله ادع الله لي أن يعافيني . قال إن شئت دعوت ، وإن شئت صبرت فهو خير لك . قال فادعه قال فأمره أن يتوضأ ويحسن وضوءه] وزاد النسائي في بعض طرقه [فتوضأ فصلى ركعتين] ثم ذكر في الترمذي ما ذكره المصنف من قوله ﷺ [اللهمّ إني أسألك إلخ] وأخرجه من حديث أيضاً ابن ماجه والحاكم في المستدرك ، وقال صحيح على شرط الشيخين ، وزاد فيه : فدعا بهذا الدعاء ، فقام وقد أبصر ، وقال الترمذي حسن صحيح .

كتاب الاذكار ص ١٥٧

وروينا في كتاب الترمذي ، وابن ماجه ، عن عثمان بن حنيف رضي الله عنه ، أن رجلاً ضرير البصر أتى النبيَّ ﷺ فقال : ادع الله تعالى أن يعافيني ، قال : « إنْ شِئْتَ دَعَوْتُ ، وإنْ شِئْتَ صَبرْتَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ » ، قال فادعه ، فأمره أن يتوضأ فيحسنَ وضوءَه ويدعو بهذا الدعاء : « اللّهُمَّ إني أسألُكَ وأتوجَّهُ إلَيْكَ بِنَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ ﷺ نبيِّ الرَّحْمَةِ ، يا مُحَمَّدُ إنّي تَوَجَّهْتُ بِكَ إلى رَبِّي في حاجَتِي هَذِهِ لِتُقْضَى لي ، اللَّهُمَّ فَشَفِّعْهُ فيَّ » قال الترمذي : حديث حسن صحيح .

الجامع الصغير جلد ا ص ٥٨

اللهم انى أسألك وأتوجه اليك بنبيك محمد نبى الرحمة يامحمد انى توجهت بك الى ربى فى حاجتى هذه لتقضى لى اللهم فشفعه فى (ت ه ك) عن عثمان بن حنيف (صح)

کتاب السنی ص ۲۲۲

باب ما يقول لمن ذهب بصره

[٦٢٨] أخبرني أبو عروبة حدثنا العباس بن فرح الرياشي والحسين[1] بن يحيى الثوري قالا ثنا أحمد بن شبيب بن سعيد قال ثنا أبي عن روح بن القاسم عن أبي جعفر المدني وهو الخطمي عن أبي أمامة بن سهل بن حنيف عن عمه عثمان بن حنيف رضي الله عنه قال سمعت رسول الله ﷺ وجاء إليه رجل ضرير فشكا إليه ذهاب بصره فقال رسول الله ﷺ ألا تصبر قال يا رسول الله ليس لي قائد وقد شق علي فقال النبي ﷺ ائت الميضاة فتوضأ وصل ركعتين ثم قل اللهم إني أسلك وأتوجه إليك بنبي محمد ﷺ يا نبي الرحمة يا محمد إني أتوجه بك إلى ربي عز وجل فتجلي عن بصري اللهم شفعه فيّ وشفعني في نفسي ، قال عثمان وما تفرقنا ولا طال بنا الحديث حتى دخل الرجل كأنه لم يكن ضريراً قط .

صحیح ابن خزیمہ جلد۲ ص ۲۲۵/۲۲۶

١٢١٩ – حدثنا محمد بن بشار وأبو موسى ، قالا : حدثنا عثمان بن عمر ، نا شعبة عن أبي جعفر المدني ، قال : سمعت عمارة بن خزيمة يحدث عن عثمان بن حنيف :

أن رجلاً ضرير أتى النبي ﷺ فقال : أدع الله أن يعافيني ، قال : «إن شئت أخرت ذلك وهو خير . وإن شئت دعوت» . قال أبو موسىٰ ، قال : فادعه ، وقالا ، فأمره أن يتوضأ ، قال بندار : فيحسن ، وقالا : ويصلّي ركعتين ويدعو بهذا الدعاء» : أللهمّ إني أسألك وأتوجه إليك بنبيك محمد نبي الرحمة ، يا محمد إني توجهت بك إلى ربي في حاجتي هذه فتقضي لي ، أللهم شفّعه فيّ . زاد أبو موسى : وشَفِّعني فيه» . قال : ثم كأنه شك بعد في : «وشفعني فيه» .

مستدرک حاکم جلد ۱ ص ۷۰۰/۷۰۱

۱۹۰۹/ ۱۰۹ ـ أخبرنا أحمد بن سلمان الفقيه، ثنا الحسن بن مكرم، ثنا عثمان بن عمرو، ثنا شعبة.

وأخبرنا أحمد بن جعفر، ثنا عبد الله بن أحمد بن حنبل، حدثني أبي، ثنا محمد بن جعفر، ثنا شعبة، عن أبي جعفر المدني قال: سمعت عمارة بن خزيمة يحدث عن عثمان بن حنيف رضي الله عنه أن رجلاً ضريراً أتى النبي ﷺ فقال: ادع الله تعالى أن يعافيني قال:

«إن شئت أخرت ذلك وإن شئت دعوت» قال: فادعه قال فأمره أن يتوضأ فيحسن الوضوء ويصلي ركعتين ويدعو بهذا الدعاء اللهم أسألك وأتوجه إليك بنبيك محمد ﷺ نبي الرحمة يا محمد إني أتوجه بك إلى ربك في حاجتي هذه فتقضيها لي اللهم شفعه في وشفعني فيه.

هذا حديث صحيح الإسناد ولم يخرجاه.

مسند الامام احمد بن حنبل جلد ۴ ص ۱۳۸

●(حديث عثمان بن حنيف رضي الله تعالى عنه)●

حدثنا عبد الله حدثني أبي ثنا عثمان بن عمر أنا شعبة عن أبي جعفر قال سمعت عمارة بن خزيمة يحدث عن عثمان بن حنيف أن رجلا ضرير البصر أتى النبي صلى الله عليه وسلم فقال ادع الله أن يعافيني قال ان شئت دعوت لك وان شئت أخرت ذاك فهو خير فقال ادعه فأمره أن يتوضأ فيحسن وضوءه فيصلي ركعتين ويدعو بهذا الدعاء اللهم انى أسألك وأتوجه اليك بنبيك محمد نبي الرحمة يا محمد انى توجهت بك الى ربي في حاجتي هذه فتقضى لي اللهم شفعه فيّ حدثنا عبد الله حدثني أبي ثنا روح قال ثنا شعبة عن أبي جعفر المدني قال سمعت عمارة بن خزيمة بن ثابت يحدث عن عثمان بن حنيف أن رجلا ضريرا أتى النبي صلى الله عليه وسلم فقال يا نبي الله ادع الله أن يعافيني فقال ان شئت أخرت ذلك فهو أفضل لآخرتك وان شئت دعوت لك قال لا بل ادع الله لي فأمره أن يتوضأ وأن يصلي ركعتين وأن يدعو بهذا الدعاء اللهم انى أسألك وأتوجه اليك بنبيك محمد صلى الله عليه وسلم نبي الرحمة يا محمد انى أتوجه بك الى ربي في حاجتي هذه فتقضى وتشفعني فيه وتشفعه فيّ قال فكان يقول هذا مرارا ثم قال بعد أحسب أن فيها أن تشفعني فيه قال ففعل الرجل فبرأ

الترغیب والترہیب جلد ۱ ص ۲۷۴ تا ۲۷۶

وهو أن رجلا كان يختلف إلى عثمان بن عفان رضي الله عنه في حاجة له، وكان عثمان لا يلتفت إليه، ولا ينظر في حاجته، فلقي عثمان بن حنيف فشكا ذلك إليه، فقال له عثمان بن حنيف: ائت الميضأة فتوضأ، ثم ائت المسجد فصل فيه ركعتين، ثم قل: اللهم إني أسألك، وأتوجه إليك بنبينا محمد صلى الله عليه وسلم نبي الرحمة، يا محمد! إني أتوجه بك إلى ربي فيقضي حاجتي، وتذكر حاجتك ورح إلي[1] حتى أروح معك، فانطلق الرجل فصنع ما قال له، ثم أتى باب عثمان فجاء البواب حتى أخذ بيده، فأدخله على عثمان بن عفان فأجلسه معه على الطنفسة، وقال: ما حاجتك؟ فذكر حاجته فقضاها له، ثم قال: ما ذكرت حاجتك حتى كانت هذه الساعة، وقال: ما كانت[1] لك من حاجة فائتنا، ثم إن الرجل خرج من عنده فلقي عثمان بن حنيف فقال له: جزاك الله خيرا[2]، ما كان ينظر في حاجتي، ولا يلتفت إلي حتى كلمته في، فقال عثمان بن حنيف: والله ما كلمته، ولكن شهدت رسول الله صلى الله عليه وسلم، وأتاه رجل ضرير فشكا إليه ذهاب بصره، فقال له النبي صلى الله عليه وسلم: أو تصبر[3]، فقال: يا رسول الله إنه ليس لي قائد، وقد شق[4] علي؟ فقال له النبي صلى الله عليه وسلم ائت الميضأة فتوضأ، ثم صل ركعتين، ثم ادع بهذه الدعوات، فقال عثمان بن حنيف: فوالله ما تفرقنا، وطال بنا الحديث حتى دخل علينا الرجل كأنه لم يكن به ضر قط. قال الطبراني بعد ذكر طرقه: والحديث صحيح.

مجمع الزوائد جلد٢ ص ٢٧٩

وعن عثمان بن حنيف أن رجلا كان يختلف إلى عثمان بن عفان فى حاجة له فكان عثمان لا يلتفت اليه ولا ينظر فى حاجته فلقى عثمان بن حنيف فشكا ذلك اليه فقال له عثمان بن حنيف ائت الميضأة فتوضأ ثم ائت المسجد فصل فيه ركعتين ثم قل اللهم إنى أسألك وأتوجه اليك بنبينا محمد صلى الله عليه وسلم نبى الرحمة يا محمد إنى أتوجه بك الى ربى فيقضى لى حاجتى وتذكر حاجتك ورح إلىّ حين أروح معك فانطلق الرجل فصنع ماقال له ثم أتى باب عثمان فجاء البواب حتى أخذ بيده فأدخله على عثمان بن عفان فأجلسه معه على الطنفسة وقال حاجتك فذكر حاجته فقضاها له ثم قال له ماذكرت حاجتك حتى كانت هذه الساعة وقال ماكانت لك من حاجة فائتنا ثم ان الرجل خرج من عنده فلقى عثمان بن حنيف فقال له جزاك الله خيراً ماكان ينظر في حاجتى ولايلتفت إلىّ حتى كلمته فى فقال عثمان بن حنيف والله ماكلمته ولكن شهدت رسول الله صلى الله عليه وسلم وأتاه رجل ضرير فشكا اليه ذهاب بصره فقال له النبي صلى الله عليه وسلم أو تصبر فقال يارسول الله إنه ليس لى قائد وقد شق على فقال له النبى صلى الله عليه وسلم ائت الميضأة فتوضأ ثم صل ركعتين ثم ادع بهذه الكلمات فقال عثمان بن حنيف فوالله ماتفرقنا وطال بنا الحديث حتى دخل عليه الرجل كأنه لم يكن به ضرر قط - قلت روى الترمذى وابن ماجه طرفاً من آخره خالياً عن القصة وقد قال الطبرانى عقبه والحديث صحيح بعد ذكر طرقه التى روى بها .

الخصائص الکبریٰ جلد۲ ص ۲۰۱/۲۰۲

واخرج البيهقي وابو نعيم في (المعرفة) عن ابي امامة بن سهل بن حنيف ان رجلا كان يختلف الى عثمان بن عفان في حاجة وكان عثمان لا يلتفت اليه ولا ينظر في حاجته فلقى عثمان بن حنيف فشكا اليه ذلك فقال له ائت الميضأة فتوضأ ثم ائت المسجد فصل ركعتين ثم قل اللهم اني اسألك واتوجه اليك بنبيك محمد صلى الله عليه وسلم نبي الرحمة يا محمد اني اتوجه بك الى ربي فيقضي لي حاجتي واذكر حاجتك ثم رح حتى اروح فانطلق الرجل وصنع ذلك ثم اتى باب عثمان بن عفان فجاء البواب فاخذ بيده فادخله على عثمان فاجلسه معه على الطنفسة فقال انظر ما كانت لك من حاجة ثم ان الرجل خرج من عنده فلقي عثمان بن حنيف فقال له جزاك الله خيرا ما كان ينظر في حاجتي ولا يلتفت الي حتى كلمته قال ما كلمته ولكني رأيت النبي صلى الله عليه وسلم وجاءه ضرير فشكا اليه ذهاب بصره فقال له او تصبر قال يا رسول الله ليس لي قائد وقد شق علي فقال ائت الميضأة فتوضأ وصل ركعتين ثم قل اللهم اني اسئلك واتوجه اليك بنبيك محمد صلى الله عليه وسلم نبي الرحمة يا محمد اني اتوجه بك الى ربي فيجلي لي عن بصري اللهم شفعه في وشفعني في نفسي.

حصن حصین ص ۹۷

وَمَنْ كَانَتْ لَهٗ ضَرُوْرَةٌ فَلْيَتَوَضَّأْ فَيُحْسِنْ وُضُوْءَهٗ (ت۔ س۔ ق۔ مس) وَيُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ (س) ثُمَّ يَدْعُوْ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ وَاَتَوَجَّهُ اِلَيْكَ بِنَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ نَّبِيِّ الرَّحْمَةِ يَا مُحَمَّدُ اِنِّيْ اَتَوَجَّهُ بِكَ اِلٰى رَبِّيْ فِيْ حَاجَتِيْ هٰذِهٖ لِتُقْضٰى لِيَ اَللّٰهُمَّ فَشَفِّعْهُ فِيَّ (ت۔ س۔ ق۔ مس)

فتاوى ابن تيمية جلد ١ ص ٢٦٨

ورواه البيهقى من هذا الطريق وفيه قصة قد يحتج بها من توسل به بعد موته — إن كانت صحيحة — رواه من حديث اسماعيل بن شيب بن سعيد الحبطى عن شيب بن سعيد عن روح بن القاسم عن أبى جعفر المدينى عن أبى أمامة سهل بن حنيف أن رجلا كان يختلف الى عثمان بن عفان فى حاجة له وكان عثمان لا يلتفت إليه ولا ينظر فى حاجته ، فلقى الرجل عثمان بن حنيف فشكا إليه ذلك فقال له عثمان بن حنيف : ائت الميضأة فتوضأ ثم ائت المسجد فصل ركعتين ثم قل : اللهم إنى أسألك وأتوجه إليك بنبينا محمد نبى الرحمة ، يا محمد إنى أتوجه بك الى ربى فيقضى لى حاجتى ، ثم اذكر حاجتك ثم رح حتى أروح معك . قال فانطلق الرجل فصنع ذلك ، ثم أتى بعد عثمان بن عفان فجاء البواب فأخذ بيده فأدخله على عثمان فأجلسه معه على الطنفسة وقال : انظر ما كانت لك من حاجة . فذكر حاجته فقضاها له .

رسول کریم ﷺ کی ولادت باسعادت سے قبل آپ ﷺ کے مبارک وسیلے سے دُعا۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لما اقترف آدم الخطيئة قال يا رب اَسألكَ بحق محمد لما غفرت لی قال الله يا آدم و كيف عرفت محمداً قال لا نك لما خلقتنی بيدك و نفخت فی من روحك رفعت راسی فرأيت على قو ائم العرش مكتوباً لا اله الا الله محمد رسول الله فعلمت انك لم تضف الى اسمك الا احب الخلق اليك قال صدقت يا آدم ولولا محمد ما خلقتك [1]

(ترجمہ) ''جب حضرت آدم علیہ السلام سے لغزش ہوئی تو انہوں نے التجا کی اے رب، حضرت محمد ﷺ کے طفیل مجھے بخش دے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا (اے آدم علیہ السلام) تم نے حضرت محمد ﷺ کو کیسے جانا؟ عرض کیا جب تو نے مجھے اپنے دست قدرت سے تخلیق فرمایا اور میرے جسم میں روح پھونکی تو میں نے اپنے سر کو اٹھایا تو میں نے دیکھا کہ عرش کے ستونوں پر لکھا ہوا ہے ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' تو میں نے جان لیا کہ جس ذات اقدس کا نام نامی تیرے اسم گرامی کے ساتھ لکھا ہوا ہے وہ تیری بارگاہ میں دیگر ساری مخلوق سے اعلیٰ اور محترم ہے۔ رب عظیم جل وعلیٰ نے فرمایا! اے آدم علیہ السلام تو نے ٹھیک سمجھا ہے اگر حضرت محمد ﷺ نہ ہوتے تو میں تم کو بھی پیدا نہ کرتا''

نبی کریم ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے آپ ﷺ کے وسیلے سے دُعا۔

جب کبھی یہودیوں اور عرب کے مشرکین کے درمیان لڑائی ہوتی تو یہودی کہا کرتے تھے کہ عنقریب اللہ تبارک وتعالیٰ کی سچی کتاب لے کر اللہ تبارک وتعالیٰ کے ایک عظیم الشان رسول ﷺ تشریف لانے والے ہیں، ہم ان کے ساتھ ہو کر تمہیں ایسے قتل و غارت کریں گے کہ تمہارا نام و نشان مٹا دیں گے۔ وہ لوگ اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعائیں کیا کرتے تھے کہ یا اللہ اس نبی کریم ﷺ کو جلد بھیج جن کی صفات ہم تورات میں پاتے ہیں تاکہ ہم ان پر ایمان لاکر، ان کے

---

[1] ۔ خصائص کبریٰ جلد ۱ ص ۶۔ مستدرک حاکم جلد ۲ ص ۶۷۲، دلائل النبوۃ جلد ۵ ص ۴۸۹۔ البدایۃ والنہایۃ جلد ۱ ص ۸۱، جلد ۲ ص ۳۲۲ کنز العمال حدیث نمبر ۳۲۱۳۸

ساتھ ہو کر، اپنا بازو مضبوط کر کے دشمن سے انتقام لیں اور مشرکین سے کہا کرتے تھے اس نبی کریم ﷺ کا زمانہ قریب ہے۔

ولما جاء هم كتاب من عند الله مصدق لما معهم (اور جب ان کے پاس اللہ تبارک و تعالےٰ کے یہاں سے کتاب آئی جس کی صفت یہ ہے کہ جو کچھ ان کے پاس ہے اُس کی تصدیق کرنے والی ہے)۔ ؎۱

حضرت محمد ﷺ کی بعثت سے ان کو قرآن مجید حاصل ہوا جو بیان و بشارت سے صریح موافق و مصدق ہے تو کفر کرنے لگے۔ وَكَانُوا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا (البقرہ: ۸۹) حالانکہ پہلے ان کی یہ کیفیت تھی کہ کافروں پر فتح کی دعا مانگتے تھے (ف) کہ الٰہی ہم کو پیغمبر آخر الزماں ﷺ کے طفیل سے ان کافروں پر فتح عطا فرما۔ ؎۲

اى كانوا من قبل يطلبون من الله النصر على اعداء هم بالنبى المنعوت فى آخر الزمان الذى يجدون صفته عندهم فى التوراة ؎۳ "رسول کریم نبی آخر الزماں ﷺ جن کی نعت یہودی تورات شریف میں پاتے تھے، ان کے طفیل، دشمنوں پر فتح کے لیے اللہ تبارک و تعالےٰ سے مدد طلب کرتے تھے۔"

يستفتحون بمحمد صلى الله عليه وسلم "یعنی حضرت محمد ﷺ کے وسیلہ سے فتح کی دعا کرتے تھے" ؎۴

كانت اليهود تستفتح بمحمد صلى الله عليه وسلم على كفار العرب من قبل یعنی "یہودی آپ ﷺ کے مبعوث ہونے سے قبل کفار عرب پر حضرت محمد ﷺ کے وسیلہ سے فتح کی دعا کرتے تھے۔"

وكانوا من قبل يستفتحون على الذين كفروا (اى بك يا محمد) ؎۵

۱۔ مواہب الرحمان جلد ۱ ص ۲۸۱

۲۔ تفسیر النسفی جلد ۱ ص ۶۷، تفسیر البیضاوی جلد ۱ ص ۷۵، تفسیر ابو سعود جلد ۱ ص ۱۶۳

۳۔ فتح القدیر جلد ۱ ص ۱۴۵

۴۔ تفسیر ابن جریر جلد ۱ ص ۴۵۵، ۴۵۶۔

۵۔ قرطبی جلد ۱ ص جز ۲ ص ۲۰

یعنی "اے محمد صلی اللہ علیک وسلم آپ ﷺ کے وسیلے سے کفار پر فتح مانگا کرتے تھے۔"

"جب یہودی کافروں سے مغلوب ہوتے تو اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا مانگتے کہ ہمیں نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم اور جو کتاب ان پر نازل ہوگی ان کے طفیل سے کافروں پر فتح عطا فرما۔ ۱

بنی قریظة والنضیر کانوا یستفتحون علی الاوس و الخزرج برسول اللہ قبل البعث ۲ "بنی قریظہ اور بنی نضیر قبیلہ کے لوگ رسول کریم ﷺ کے مبعوث ہونے سے قبل اوس اور خزرج قبیلے پر فتح کے لیے نبی کریم ﷺ کے وسیلے سے دعا کرتے تھے۔"

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے "یستفتحون" کے یہ معنی بھی نقل کئے گئے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی تشریف آوری سے قبل جب یہودیوں کا عربوں سے مقابلہ ہوتا تو وہ نبی کریم ﷺ کے "وسیلہ" سے دعا کرتے اور کہتے:

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ بِحَقِّ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ الَّذِیْ وَعَدْتَنَا اَنْ تُخْرِجَهٗ لَنَا فِی الزَّمَنِ اِلَّا تَنْصُرْنَا عَلَیْھِمْ "اے اللہ ہم بحق نبی امی ﷺ تجھ سے دعا کرتے ہیں کہ ہمیں دشمنوں پر غلبہ عطا فرما جن کے بھیجنے کا تو نے وعدہ کیا اور اس کتاب کی برکت سے جو کہ تو ان پر اتارے گا (سب کتابوں کے بعد) تو ہمیں ہمارے دشمنوں پر فتح عطا فرما"۔ ۳

رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے پہلے اہل کتاب کی یہ حالت تھی کہ مشرکین عرب کے مقابلے میں حضور ﷺ کے وسیلے اور برکت سے مدد طلب کرتے اور کہا کرتے تھے۔

اللھم انصرنا علیھم بالنبی المبعوث فی آخر الزمان الذی نجد صفته فی التوراته ۴

"اے اللہ (جل جلالک) اس نبی ﷺ کی برکت سے جو آخر زمانے میں مبعوث ہوں گے اور ان کی نعت مبارکہ ہم تورات (شریف) میں دیکھتے ہیں ہماری مدد فرما" و کانوا ینصرون

۱۔ تفسیر عثمانی زیر آیت

۲۔ تفسیر کبیر جلد ۲ ص ۱۹۵، در منثور جلد ۱ ص ۲۱۷، مواہب الرحمان جلد ۱ ص ۲۸۴

۳۔ اشرف الحواشی غیر مقلد، تفسیر نعیمی جلد ۱ ص ۵۰۹۔

۴۔ تفسیر مظہری جلد ۱ ص ۹۴، تفسیر النسفی جلد ۱ ص ۹۷، البیضاوی جلد ۱ ص ۷۵ تفسیر ابو سعود جلد ۱ ص ۱۶۳

(اور حق تعالیٰ کی طرف سے ان کی مدد ہوتی تھی)

حضور ﷺ کی تشریف آوری اور قرآن مجید کے نازل ہونے سے پہلے یہودی اپنی حاجات کے لیے حضور ﷺ کی ذات پاک کے وسیلہ سے دعا کر کے کامیاب ہوتے تھے اور جنگ کے وقت بھی یہ الفاظ کہتے تھے اَللّٰھُمَّ افْتَحْ عَلَیْنَا وَانْصُرْنَا بِالنَّبِیِّ الْاُمِّیِّ [۱] (یارب ہمیں نبی ﷺ کے صدقے فتح ونصرت عطا فرما)

۴۵۔ رسول کریم ﷺ کے چہرہ انور کے وسیلہ سے دُعا:۔

حضرت عبداللہ بن دینار نے کہا میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا وہ حضرت ابوطالب کا یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

وَاَبْیَضُ یُسْتَسْقَی الْغَمَامُ بِوَجْھِہٖ

ثِمَالُ الْیَتَامٰی عِصْمَۃٌ لِلْأَرَامِلِ [۲]

گورا ان کا رنگ وہ حامی تیموں بیواؤں کے

لوگ پانی مانگتے ہیں ان کے منہ کے صدقے سے [۳]

''وہ روشن سفید چہرے والے کہ جن کے چہرہ انور کے وسیلہ سے بارش طلب کی جاتی ہے جو تیموں کے فریاد رس اور بیواؤں کے غم خوار ہیں''۔ [۴]

حضرت عمر بن حمزہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہم سے سالم نے اپنے باپ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کیا، وہ فرماتے تھے کبھی میں شاعر (ابوطالب) کا یہ شعر یاد کرتا تھا اور

اَنَا اَنْظُرُ اِلٰی وَجْهِ النَّبِیِّ ﷺ یَسْتَسْقِیْ فَمَا یَنْزِلُ حَتّٰی یَجِیْشَ کُلُّ مِیْزَابٍ [۵]

۱۔ تفسیر کبیر جلد ۲ ص ۱۹۵ (طبع جدید دار الفکر بیروت) تفسیر نعیمی جلد ۱ ص ۵۰۸

۲۔ بخاری جلد ۱ ص ۱۳۷

۳۔ تیسیر الباری جلد ۲ ص ۸۴

۴۔ تفہیم البخاری جلد ۲ ص ۱۴۹

۵۔ تفہیم البخاری جلد ۲ ص ۱۴۹

یعنی میں نبی کریم ﷺ کا (نورانی) چہرہ (مبارک) دیکھتا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر شریف پر بارش کے لیے دعا فرماتے آپ ﷺ ابھی منبر شریف سے نہ اترتے حتیٰ کہ تمام پر نالے زور سے بہنے لگتے اور یہ کلام حضرت ابو طالب کا ہے" (وہ شعر یہ ہے)

وَاَبْيَضُ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهٖ

ثِمَالُ الْيَتَامٰى عِصْمَةٌ لِلْاَرَامِلِ

حضرت علامہ بدرالدین عینی علیہ الرحمہ نے عمدۃ القاری میں لکھا ہے:۔

"حضرت ابو طالب کے اس کلام کا معنیٰ دراصل نبی کریم ﷺ کے ساتھ اللہ تبارک وتعالیٰ کے حضور توسل ہے کیونکہ جب حضرت عبدالمطلب نے بارش طلب کی تھی اور نبی کریم ﷺ ان کے ساتھ تھے اس وقت حضرت ابو طالب وہاں موجود تھے لہٰذا اس وقت بارش کا طلب کرنا سرور کائنات ﷺ کے چہرہ انور کی برکت سے تھا اور لوگ آپ ﷺ کی ذات کریم سے شفاعت کے طالب تھے۔[1] حضرت ابو طالب نے آنحضرت ﷺ کے صغرسنی میں آپ ﷺ کو کعبہ میں لے جا کر پانی کی دعا کی، حق تعالیٰ نے پانی برسایا۔ یہ قصہ ابن عساکر نے نقل کیا ہے۔[2]

اللہ تبارک وتعالیٰ نے رسول کریم ﷺ کو فرمایا ہے کہ آپ ﷺ امت کے لیے دُعا فرمائیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتا ہے "خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً" (اے محبوب صلی اللہ علیک وسلم آپ اُن کے مالوں میں سے زکوٰۃ تحصیل فرمائیں) اور اپنے دست مبارک سے فقراء کو عطا فرمائیں تاکہ آپ ﷺ کے نورانی ہاتھ مبارک کی برکت سے ان کے صدقات زیادہ قبول ہوں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے صدقات رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے خیرات کرواتے تھے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:۔ تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا (جس سے آپ ﷺ انہیں ستھرا اور پاکیزہ فرمادیں) اس سے معلوم ہوا رسول کریم ﷺ کی نگاہ کرم سے پاکیزگی اور ستھرائی حاصل ہوتی ہے۔ عبادات اس نگاہِ کرم کو حاصل کرنے کا ذریعہ

[1] تیسیر الباری جلد ۲ ص ۸۴۔ تفہیم البخاری جلد ۲ ص ۱۴۹۔

[2] بخاری جلد ۱ ص ۱۳۷

ہیں۔اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:۔

وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ؕ وَ اللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ۝ (التوبۃ: ۱۰۳) اور (اے محبوب علیک الصلوٰۃ والسلام) ان کے حق میں دعائے خیر فرمائیں بیشک آپ (ﷺ) کی دعا ان کے دلوں کا چین ہے اور اللہ (تبارک وتعالیٰ) سنتا جانتا ہے"

معلوم ہوا رب کائنات خود پسند فرماتا ہے کہ اس کی بارگاہ میں محبوب کائنات ﷺ دُعا کریں، جب اللہ تبارک وتعالیٰ رسول کریم ﷺ سے امت کے لیے دعا فرمانے کے لیے ارشاد فرما رہا ہے تو معلوم ہوا اللہ تبارک وتعالیٰ کے محبوبوں سے دعائیں کروانا، رب ذوالجلال کی منشاء و مشیت اور رضا کے عین مطابق ہے۔ جو لوگ یہ کہتے ہوئے تھکتے نہیں کہ انسان کو خود ہی دعا کرنی چاہیے اللہ تبارک وتعالیٰ سب کی سنتا ہے انہیں قرآن مجید اور احادیث مبارکہ کا نور ایمان کی روشنی سے مطالعہ کرنا چاہیے۔

۴۶۔اولیاء اور صلحاء کے وسیلہ سے دُعا کرنا:۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ایک سال جسے "عام الرماد" کہتے ہیں سخت قحط پڑا، چوپائے اور انسان بھوک کی شدت سے مرنے لگے، لوگوں نے تنگ آ کر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے استسقاء کے لیے درخواست کی تو آپ نے تمام اہل مدینہ کو شہر سے باہر نکلنے کی ہدایت کی جس میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ جب سارا شہر اکٹھا ہو گیا تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو جو بڑھاپے کی وجہ سے بہت ضعیف ہو چکے تھے دونوں بازوؤں سے پکڑ کر کھڑا کیا اور نہایت عاجزی اور زاری اور الحاح سے دعا مانگنی شروع کی۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَتَقَرَّبُ اِلَيْكَ بِعَمِّ نَبِيِّكَ وَ بَقِيَّةِ آبَآئِهٖ وَ كُبَرِ رِجَالِهٖ فَاِنَّكَ تَقُوْلُ وَقَوْلُكَ الْحَق وَاَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلَامَيْنِ يَتِيْمَيْنِ فِى الْمَدِيْنَةِ وَ كَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا وَ كَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا فَحَفِظْتَهُمَا لِصَلَاحِ اَبِيْهِمَا فَاحْفَظْ اَللّٰهُمَّ بِنَبِيِّكَ فِى عَمِّهٖ فَقَدْ دَنَوْنَا بِهٖ اِلَيْكَ مُسْتَشْفِعِيْنَ وَ مُسْتَغْفِرِيْنَ

(ترجمہ) "اے اللہ (جل جلالک) دعا کی قبولیت کے لیے آج ہم نے ایسے شخص کو وسیلہ

بنایا ہے جو تیرے سچے نبی (کریم ﷺ) کے چچا، اُن کے آباؤ اجداد کی یادگار، ان کے کنبہ کے تمام مردوں میں بڑا ہے۔ تو نے فرمایا ہے اور تیرا فرمانا سچ ہی ہوتا ہے اور وہ دیوار دو یتیم لڑکوں کی تھی جو شہر میں رہتے تھے اُس دیوار کے نیچے ان کا خزانہ (مدفون) تھا اور ان کا باپ ایک نیک بخت انسان تھا تو نے ان دونوں لڑکوں کی حفاظت اس لیے فرمائی کہ ان کا باپ نیک تھا تو اے خداوند عالم اپنے نبی کریم ﷺ کی لاج بھی ان کے چچا کے تقرب کی وجہ سے رکھ لے کیونکہ آج ہم ان کو لے کر تیرے دربار میں اپنے گناہوں سے تائب ہو کر اس غرض سے حاضر ہوئے ہیں کہ وہ ہماری شفاعت کریں'' یہ عاجزانہ الفاظ رب کائنات کی بارگاہ میں عرض کرتے ہوئے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے عام حاضرین سے خطاب فرمایا۔

اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا وَّ يُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّ بَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا۔

''یعنی اپنے پروردگار سے معافی مانگو کہ وہ بڑا معاف کرنے والا ہے۔ وہ تم پر آسمان سے لگاتار مینہ برسائے گا اور مال اور بیٹوں سے تمہاری مدد فرمائے گا اور تمہیں باغ عطا کرے گا، ان میں تمہارے لیے نہریں بہادے گا''۔ [۱]

یہ وہ وقت تھا کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی عمر بہت زیادہ ہو چکی تھی، زیادہ ضعیف تھے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی اس دعا کے بعد حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرمانے لگے:۔

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الرَّاعِيْ لَا تُهْمِلِ الضَّالَةَ وَلَا تَدَعُ الْكَسِيْرَ بِدَارِ مَضِيْعَةٍ فَقَدْ ضَرَعَ الصَّغِيْرُ وَرَقَّ الْكَبِيْرُ وَارْتَفَعَتِ الشِّكْوٰى وَ اَنْتَ تَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰى اَللّٰهُمَّ فَاَغِثْهُمْ بِغِيَاثِكَ فَقَدْ تَقَرَّبَ الْقَوْمُ لِمَكَانِيْ مِنْ نَبِيِّكَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ

(ترجمہ) ''الٰہی تیری ذات ان سب کی نگہبان ہے، تو ہی گمشدہ کو راہ بتاتا ہے، خطرات کے مواقع میں تو ہی مجرموں کو محفوظ رکھتا ہے۔ اب تو بچے بوڑھے سب آفت زدہ ہو گئے ہیں، سب کی زبانوں پر آہ وزاری ہے اور مخفی سے مخفی حال سے صرف تو ہی واقف ہے۔ یا

۱۔ تفہیم البخاری جلد ۲ ص ۱۳۶

اللہ ان کی فریاد رسی کر چونکہ میرا تیرے نبی ﷺ سے ایک رشتہ ہے اس لیے لوگ مجھ کو وسیلہ بنا کر لاتے ہیں۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے الفاظ نے تو حاضرین کے دل پر جو اثر کیا وہ تو کیا لیکن حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ان عاجزانہ الفاظ نے سب کو رولا دیا۔ (استیعاب)

قال ابن الاثير عليه الرحمه فى اسد الغابه إستَسقى عمر بن خطاب رضى الله عنه بالعَبّاس (رضى الله عنه) عام الرمادة لمّا إشتَدَّ القَحطُ فَاَغَاث اللّٰهُ بِهٖ وَاخصَبَ الاَرضَ فقال عُمَرَ رضى الله عنه هذا وَاللّٰهِ الوَسِيلَة إلَى اللّٰهِ وَقَالَ حَسّان بن ثابت رضى الله عنه

سَئلَ الاِمَامُ وَقَد تَتَابَعَ جَدبُنَا
فَسَقَى الغَمَامُ بِعِزَةِ العَبَّاسِ

''امام کے دعا کرنے پر بھی خشک سالی بڑھتی گئی۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے اقبال کے باعث ابر نے سیراب کر دیا۔''

عَمُّ النَّبِيِّ وَصِنوُ وَالِدِهٖ الَّذِیْ وَرِث النَّبِیَ بِذَاك دُوْنَ النَّاسِ

یعنی'' وہ نبی کریم ﷺ کے چچا اور آپ ﷺ کے والد کے بھائی ہیں انہوں نے تمام لوگوں کے مقابلہ میں رسول اللہ ﷺ کی وراثت پائی۔''

اَحيَا الاِلٰهُ بِهِ البِلَادَ فَاَصبَحَت
مُخضَرَّةُ الاَجنَابِ بَعدَ اليَأسِ

(استیعاب)

ان کے طفیل اللہ تبارک وتعالیٰ نے ملک کو زندہ فرمایا

اور ناامیدی کے بعد پھر تمام میدان سرسبز ہو گئے

چنانچہ صحیح بخاری کی کتاب الاستقا میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے (دور خلافت) میں جب قحط پڑا کرتا تو۔

اِستَسْقٰی بِالعَبَّاسِ ابنُ عَبدُ المُطَّلِبِ فَقَالَ: اَللّٰھُمَّ اِنَّا کُنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَیکَ بِنَبِیِّنَا فَتَسقِینَا وَاِنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَیکَ بِعَمِّ نَبِیِّنَا فَاسْقِنَا قَالَ فَیُسْقَوْنَ ۱؎

''تو ہم حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے وسیلے سے دعا کرتے اور عرض کرتے یا اللہ ہم پہلے تیرے پاس اپنے پیارے نبی کریم ﷺ کا وسیلہ لاتے تھے تو تو پانی برساتا تھا اب اپنے پیغمبر ﷺ کے چچا کا وسیلہ لاتے ہیں ہم پر پانی برسا، راوی نے کہا پھر پانی برسا۔''

نوٹ: اس حدیث شریف سے نیک بندوں کا وسیلہ لینا ثابت ہوا۔ اس حدیث شریف کی شرح میں غیر مقلد عالم وحید الزماں نے جو تشریح کی ہے مقلدین اور غیر مقلدین آنکھیں کھول کر مطالعہ کریں، ملاحظہ ہو:۔

''بنی اسرائیل بھی قحط میں اپنے پیغمبر کے اہل بیت کا توسل کیا کرتے، اللہ تبارک وتعالےٰ پانی برساتا۔ اس سے یہ نہیں نکلتا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک نبی کریم ﷺ کا توسل آپ ﷺ کی وفات کے بعد منع تھا کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو اپنی قبر میں زندہ ہیں۔ اور رسول کریم ﷺ نے ایک صحابی رضی اللہ عنہ کو دعا سکھائی اس میں یوں ہے یا محمد انی اتوسل بلث الی ربی اور اُن صحابی رضی اللہ عنہ نے سرکار مدینہ ﷺ کی وفات کے بعد یہ دعا دوسروں کو سکھائی۔ ۲؎ (من وعن)

امام غزالی رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا ''مَنْ یُسْتَمَدُّ فِی حَیَاتِہٖ یُسْتَمَدُّ بَعْدَ مَمَاتِہٖ یعنی ''جس بزرگ سے اس کی زندگی میں استمداد کر سکتے ہیں، اس کی وفات کے بعد بھی استمداد کر سکتے ہیں'' شیخ محقق عبدالحق دہلوی قدس سرہ العزیز نے لمعات شرح مشکوٰۃ کے باب زیارۃ القبور میں ذکر کیا کہ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ کی قبر دعا کی قبولیت کا مجرب تریاق ہے۔ نیز وہ اسی باب میں ذکر کرتے ہیں کہ جو لوگ صالحین کی زیارت کو جاتے ہیں وہ ان کے ادب واحترام اور رتبہ کے اعتبار سے ان کی ظاہری طور پر مدد کرتے ہیں۔ ردالمختار کے زیارۃ القبور کے باب میں ہے کہ اولیاء کرام، اللہ تبارک وتعالےٰ کے قرب اور زائرین کو ان کے معارف واسرار کے مطابق نفع دینے سے متفاوت ہیں۔ ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ

۱؎۔ بخاری جلد ۱ ص ۱۳۷

۲؎۔ تیسیر الباری جلد ۲ ص ۸۴

صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے لوگوں نے قحط مطر کی شکایت کی تو فرمایا نبی کریم ﷺ کی قبر شریف کو دیکھو اور اس سے آسمان کی طرف سوراخ کروحتی کہ قبر شریف اور آسمان کے درمیان حجاب نہ رہے، لوگوں نے ایسا ہی کیا تو بہت بارش ہوئی۔ واللہ تعالےٰ ورسولہ اعلم"۔[۱]

وسیلے سے دُعا کرنے والے کے لیے ستر ہزار ملائکہ بخشش کی دُعا کرتے ہیں:۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی اپنے گھر سے نکلے اور حسبِ ذیل دعائیہ کلمات پڑھے تو اللہ تبارک وتعالیٰ اس کی طرف نگاہِ کرم فرمائے گا اور ستر ہزار فرشتے اس کے لیے بخشش کی دعا کریں گے دعائیہ کلمات یہ ہیں:۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ بِحَقِّ السَّائِلِیْنَ عَلَیْكَ وَ اَسْأَلُكَ بِحَقِّ مَمْشَایَ هٰذَا فَاِنِّیْ لَمْ اَخْرُجْ اَشَرًا وَلَا بَطَرًا وَلَا رِیَاءً وَلَا سُمْعَةً وَخَرَجْتُ اتِّقَاءَ سَخَطِكَ وَابْتِغَاءَ مَرْضَاتِكَ فَاَسْأَلُكَ اَنْ تُنْقِذَنِیْ مِنَ النَّارِ وَاَنْ تَغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ اِنَّهٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ[۲]

(ترجمہ) "اے میرے اللہ جل جلالک میں تجھ سے مانگنے والوں کے اس حق کے وسیلہ سے مانگتا ہوں جو تجھ پر ان کا حق ہے اور اس چلنے کے حق کی وجہ سے کیونکہ میں غرور، اترانے، دکھانے اور سنانے کے لیے نہیں نکلا بلکہ میں تیرے غصے سے بچنے کے لیے اور تیری رضا مندی حاصل کرنے کے لیے نکلا ہوں بس میں تجھ سے مانگتا ہوں کہ تو مجھے دوزخ سے بچالے اور میرے گناہوں کو بخش دے کیونکہ تیرے سوا کوئی گناہوں کو نہیں بخشتا"

مولوی وحید الزماں صاحب غیر مقلد نے لکھا ہے اس حدیث سے یہ بھی نکلا کہ کسی بزرگ کے حق کے وسیلہ سے دعا مانگنا درست ہے اور بہت حدیثوں میں حق کا لفظ وارد ہے پس جس فقیہہ نے اس لفظ کو مکروہ جانا اس کو ان حدیثوں کی خبر نہیں ہوئی۔ (ابن ماجہ زیر حاشیہ حدیث نمبر ۷۷۸)

---

[۱]۔ تفہیم البخاری جلد ۲ ص ۱۵۱۔

[۲]۔ ابن ماجہ حدیث نمبر ۷۷۸۔ مسند احمد جلد ۳ ص ۲۱۔ کنز العمال حدیث نمبر ۴۹۷۷، الترغیب والترہیب جلد ۲ ص ۴۵۸۔ کتاب السنی ص ۳۴ (باختلاف الفاظ)

دُعا کی قبولیت
کے اوقات و مقامات

دُعا کی قبولیت کے اوقات و مقامات

۱۔ ہر رات میں ایک گھڑی میں قبولیتِ دعا:۔

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے:۔

اِنَّ فِی اللَّیْلِ لَسَاعَۃً لَا یُوَافِقُھَا رَجُلٌ مُسْلِمٌ یَسْاَلُ اللّٰہُ خَیْرًا مِنْ اَمْرِ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ اِلَّا اَعْطَاہُ اِیَّاہُ وَ ذٰلِکَ فِیْ کُلِّ لَیْلَۃٍ [۱]

(ترجمہ) ''رات میں ایک گھڑی ایسی ہے کہ جو مسلمان بندہ اس وقت اللہ تبارک و تعالیٰ سے دنیا اور آخرت کی بھلائی مانگے اللہ تبارک و تعالیٰ اسے عطا فرمائے اور یہ (گھڑی) ہر رات میں ہوتی ہے۔''

۲۔ آدھی رات کے بعد کی دعا:۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

یَتَنَزَّلُ رَبُّنَا تَبَارَکَ وَتَعَالٰی کُلَّ لَیْلَۃٍ اِلَی السَّمَآءِ الدُّنْیَا حِیْنَ یَبْقٰی ثُلُثُ اللَّیْلِ الْاٰخِرُ فَیَقُوْلُ مَنْ یَدْعُوْنِیْ فَاَسْتَجِیْبَ لَہٗ وَمَنْ یَسْاَلُنِیْ فَاُعْطِیَہٗ وَمَنْ یَسْتَغْفِرُنِیْ فَاَغْفِرَ لَہٗ [۲]

(ترجمہ) ''ہمارا رب جو بڑی برکتوں اور بلند ذات والا ہے آخر تہائی رات، ہر رات، آسمان دنیا پر نزولِ اجلال فرماتا ہے اور فرماتا ہے کون ہے جو مجھ سے دعا کرے میں اس کی دعا قبول کروں۔ کون ہے جو مجھ سے مانگے میں اس کو عطا کروں، کوئی ہے جو مجھ سے بخشش چاہے میں اسے بخشش دوں''؟

---

۱ مسلم جلد ۱ ص ۲۵۸۔ مسند احمد جلد ۳ ص ۳۱۳، الترغیب والترہیب جلد ۱ ص ۴۲۷، المعجم الصغیر للطبرانی جلد ۲ ص ۲۹۔ مشکوٰۃ ص ۱۰۹

۲ مسلم جلد ۱ ص ۲۵۸، بخاری جلد ۲ ص ۹۳۶، شرح السنۃ جلد ۲ ص ۴۷۹

انہی سے دوسری روایت ہے کہ یہ سلسلہ صبح روشن ہونے تک ایسا ہی رہتا ہے یعنی صبح روشن ہونے تک اللہ تبارک وتعالےٰ ایسے ہی فرماتا رہتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک اور روایت میں ہے۔

یَمْضِیَ ثُلُثُ اللَّیْلِ الْاَوَّلُ ۳ (یعنی جب تہائی رات اول گزر جاتی ہے) اور اِذَا مَضٰی شَطْرُ اللَّیْلِ اَوْثُلُثَاهُ ۴

(یعنی جب آدھی رات یا دو تہائی گزر جاتی ہے)

۳۔ مسجد کی طرف جاتے وقت کی جانے والی دُعا قبول ہوتی ہے:۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، فرماتے ہیں، جب فجر طلوع ہو جاتی تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعت سنت نماز فجر ادا فرماتے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرض نماز پڑھانے کے لیے آستانہ اقدس سے مسجد کی طرف روانہ ہوتے تو مسجد کی طرف تشریف لے جاتے وقت دعا فرماتے کیونکہ مسجد کی طرف جاتے وقت جو بھی دعا کی جائے وہ دعا قبول ہوتی ہے:۔ دعا اس طرح فرماتے ہیں:

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ فِیْ قَلْبِیْ نُوْرًا وَاجْعَلْ فِیْ لِسَانِیْ نُوْرًا وَاجْعَلْ فِیْ سَمْعِیْ نُوْرًا وَاجْعَلْ فِیْ بَصَرِیْ نُوْرًا وَاجْعَلْ خَلْفِیْ نُوْرًا وَ اِمَامِیْ نُوْرًا وَاجْعَلْ مِنْ فَوْقِیْ نُوْرًا وَمِنْ تَحْتِیْ نُوْرًا نُوْرًا ۵

(ترجمہ) "اے میرے اللہ جل جلالک میرے دل کو منور فرما، میری زبان کو منور فرما، میری سماعت کو منور فرما، میری آنکھوں کو روشن فرما، میرے پیچھے اور میرے آگے ہمہ اطراف نورانیت فرما میرے اوپر نیچے نور و نور فرما۔"

۴۔ اذان اور تکبیر کے درمیان کی جانے والی دُعا رد نہیں ہوتی:۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ

---

۳ مسند احمد جلد ۲ ص ۴۳۳

۴ مسلم جلد ۱ ص ۲۵۸، المعجم الکبیر للطبرانی جلد ۵ ص ۵۰

۵ شرح السنۃ جلد ۲ ص ۴۴۷، مسند احمد جلد ۱ ص ۳۴۳، المعجم الکبیر للطبرانی جلد ۱۱ ص ۳۳۲۔

وسلم نے فرمایا"

اَلدُّعَآءُ لَا یُرَدُّ بَیْنَ الْاَذَانِ وَالْاِقَامَةِ ٦

ترجمہ:۔(یعنی اذان اور اقامت کے درمیان (کی گئی) دعا پھیری نہیں جاتی یعنی ضرور قبول ہوتی ہے (فادعوا، پس دعا کرو)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:۔

اِذَا کَانَ عِنْدَ الْاَذَانِ فُتِحَتْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَاسْتُجِیْبَ الدُّعَآءُ وَاِذَا کَانَ عِنْدَ الْاِقَامَةِ لَمْ تُرَدَّ دَعْوَةٌ ٧

(ترجمہ)"یعنی اذان کے وقت آسمانوں کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور دعا قبول ہوتی ہے اور اقامت کے موقع پر کی جانے والی دعا بھی رد نہیں ہوتی ہے۔"

۵۔اذان، حالتِ جنگ اور بارش کے وقت کی جانے والی دُعا:۔

اذان کے وقت، حالتِ جنگ اور بارش کے وقت کی دعا کے بارے میں حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کی روایت:۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ثِنْتَانِ لَا تُرَدَّانِ اَوْ قَلَّمَا تُرَدَّانِ، اَلدُّعَآءُ عِنْدَ النِّدَآءِ وَ عِنْدَ الْبَاْسِ حِیْنَ یَلْحَمُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا وَفِیْ رِوَایَةٍ وَتَحْتَ الْمَطَرِ ٨

---

٦ مسند احمد جلد ۳ ص ۲۵۴۔۱۵۵، مجمع الزوائد جلد ۱ ص ۳۳۴، صحیح ابن خزیمہ جلد ۱ ص ۲۲۲، الترغیب والترہیب جلد ۱ ص ۱۹۰، ترمذی جلد ۱ ص ۵۱، کتاب السنی ص ۴۱، شرح السنۃ جلد ۳ ص ۱۴۶، مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۲ ص ۲۷۳، جلد ۷ ص ۳۵

٧ مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۷ ص ۳۵، مجمع الزوائد جلد ۱ ص ۳۳۴

٨ ابو داؤد حدیث نمبر ۲۵۴۰، السنن الکبریٰ للبیہقی جلد ۱ ص ۳۶۰، ۴۰۰، مستدرک حاکم جلد ۲ ص ۱۲۴، المعجم الکبیر للطبرانی جلد ۶ ص ۱۳۵، مشکوٰۃ ص ۶۶، درمنثور ص ۳ ص ۱۸۹، کتاب الاذکار ص ۳۲۔صحیح ابن خزیمہ جلد ۱ ص ۲۱۹

(ترجمہ) ''دو دعائیں کبھی رد نہیں ہوتیں یا یہ فرمایا (راوی کا شک) کم ہی رد ہوتی ہیں''

(۱) اذان کے وقت کی دُعا

(۲) جنگ کی حالت کی دُعا جب کہ بعض بعض کے ساتھ ملتے ہیں۔ اور ایک روایت کے مطابق

(۳) بارش کے وقت کی دعا

ابوداؤد اور دارمی نے بارش کے وقت کا ذکر نہیں کیا۔

۶۔ صبح کی نماز کے بعد دُعا:۔

ام المومنین حضرت ام سلمٰی رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں،

اَنَّ رَسُوْلُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمُ کَانَ یَقُوْلُ اِذَا صَلَّی الصُّبْحَ حِیْنَ یُسَلِّمُ (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب صبح کی نماز پڑھ کر سلام پھیرتے) تو یہ دعا کرتے:۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیٓ اَسْأَلُکَ عِلْماً نَافِعاً وَرِزْقاً طَیِّباً وَعَمَلاً مُتَقَبَّلاً ۹

(ترجمہ) ''اے اللہ (جل جلالک) میں تجھ سے نفع دینے والا علم مانگتا ہوں اور پاک حلال روزی اور مقبول عمل''

۷۔ ظہر اور عصر کے درمیان دُعا قبول ہوتی ہے:۔

حضرت امام قرطبی علیہ الرحمہ نے، تفسیر قرطبی میں لکھا ہے کہ دعا کی قبولیت کا ایک وقت نماز ظہر اور عصر کے درمیان ہے حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں،

دَعَارَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہِ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ مَسْجِدِ الْفَتْحِ ثَلَاثًا یَوْمَ الْاِثْنَیْنِ وَیَوْمَ الثُّلَاثَاءِ فَاسْتُجِیْبَ لَہٗ یَوْمَ الْاَرْبَعَاءِ بَیْنَ الصَّلٰوتَیْنِ فَعَرَفْتُ السُّرُوْرَ فِیْ وَجْھِہٖ قَالَ جَابِرٌ! مَا نَزَلَ بِیْ اَمْرٌ مُھِمٌّ غَلِیْظٌ اِلَّا

۹۔ ابن ماجہ ص ۶۶، کتاب السنی ص ۴۴ مسند احمد جلد ۶ ص ۲۹۴۔ کتاب الاذکار ص ۶۲

تَوَخَّيتُ تِلْكَ السَّاعَةَ فَادْعُوا فِيهَا فَاعْرِفُ الْإِجَابَةِ [۱۰]

(ترجمہ) ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد فتح میں تین مرتبہ دُعا فرمائی پیر، منگل اور بدھ اور بروز بدھ ظہر اور عصر کی نمازوں کے درمیان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دعا کی قبولیت کا مژدہ سنایا گیا اور خوشی کے آثار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک پر نظر آنے لگے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، جب مجھ پر کوئی سخت سے سخت مصیبت نازل ہوتی تو میں اس ساعت (یعنی بدھ کے روز ظہر اور عصر کے درمیان) کا انتظار کرتا ہوں جب اس ساعت میں دعا کرتا ہوں تو وہ مقبول ہو جاتی ہے''

۸۔ سجدہ کی حالت میں قبولیت دُعا:۔

اللہ تبارک وتعالیٰ سجدہ میں کی جانے والی دعا کو قبول فرماتا ہے۔ سجدے کی حالت میں انسان اللہ تبارک وتعالیٰ کے قریب ہوتا ہے۔ سورۃ العلق کی آخری آیت میں ہے (ترجمہ) ''سجدہ کر اور قریب ہو جا'' اس سلسلہ میں حدیث شریف بھی ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَقْرَبُ مَايَكُونُ الْعَبْدُ مِنْ رَبِّهٖ وَهُوَ سَاجِدٌ فَاَكْثِرُوا الدُّعَآءَ [۱۱]

(ترجمہ) ''بندہ رب کریم سے سجدہ میں بہت زیادہ قریب ہوتا ہے لہٰذا اس حالت میں رب سے دعا کیا کرو''

۹۔ سجدے میں دُعا کرنے سے شیطان کو تکلیف:۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِذَا قَرَأَ ابْنَ آدَمَ السَّجْدَةَ فَسَجَدَ اعْتَزَلَ الشَّيْطَانُ يَبْكِي يَقُولُ

۱۰۔ تفسیر قرطبی جلد ۱ ص جز ۲ ص ۲۰۹

۱۱۔ مشکواۃ ص ۸۴، مسلم جلد ۱ ص ۱۹۱، ابوداؤد حدیث نمبر ۸۷۵، مسند احمد جلد ۲ ص ۴۲۱، السنن الکبریٰ للبیہقی جلد ۲ ص ۱۱۰، الترغیب والترہیب جلد ۱۰ ص ۲۴۹، فتح الباری جلد ۲ ص ۳۰۰

يَا وَيْلَتٰى اُمِرَ ابْنُ آدَمَ بِالسُّجُوْدِ فَسَجَدَ فَلَهُ الْجَنَّةُ وَاُمِرْتُ بِالسُّجُوْدِ فَاَبَيْتُ فَلِيَ النَّارُ ۱۲؎

(ترجمہ) ''جب ابن آدم سجدہ میں دعا کرتا ہے تو شیطان روتا ہوا علیحدہ ہٹ جاتا ہے اور کہتا ہے ہائے افسوس ابن آدم کو سجدہ کا حکم کیا گیا اور وہ سجدہ کر کے مستحق جنت بنا اور مجھے جب سجدہ کا حکم ہوا تو میں نے انکار کر دیا اور مستحق دوزخ ہو گیا''

۱۰۔ سجدہ میں دُعا کا طریقہ:۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو تعلیم دینے کے لیے مختلف انداز اور کلمات سے سجدہ میں دعا فرمائی تاکہ امتی دعا کر کے رب ذوالجلال کی بخشش اور رضا حاصل کر سکے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (امت کو جو دعائیہ کلمات عطا فرمائے) وہ اس طرح ہیں، ملاحظہ ہو:

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ ذَنْبِيْ كُلَّهٗ دِقَّهٗ وَجِلَّهٗ وَاَوَّلَهٗ وَاٰخِرَهٗ وَعَلَانِيَتَهٗ وَسِرَّهٗ ۱۳؎

(ترجمہ) ''اے میرے اللہ جل جلالک میرے سارے گناہ بڑے چھوٹے، اگلے پچھلے، علانیہ اور خفیہ معاف فرما اور میری بخشش فرما''

۱۱۔ ایک اور دُعاء قرب:۔

ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں، ایک رات میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بستر انور پر نہ پایا تو ہاتھ سے ادھر اُدھر تلاش کیا تو میرا ہاتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک کو لگا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت سجدہ میں تھے اور نورانی قدم مبارک کھڑے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سر انور کو سجدہ میں رکھ کر بارگاہ لم یزلی میں امت کی تعلیم کے لیے اس طرح دعا عرض کر رہے تھے:۔

۱۲؎ مسلم جلد ۱ ص ۶۱، ابن ماجہ حدیث نمبر ۱۰۵۲، مسند احمد جلد ۲ ص ۴۴۰، السنن الکبریٰ للبیہقی جلد ۲ ص ۵۴۹، صحیح ابن خزیمہ حدیث نمبر ۵۴۹، شرح السنۃ جلد ۲ ص ۲۵۷، مشکوٰۃ ص ۸۴، نصب الرایۃ للزیلعی جلد ۲ ص ۱۷۸، حلیۃ الاولیا، جلد ۵ ص ۶۰، الترغیب والترہیب جلد ۲ ص ۳۵۶، درمنثور جلد ۳ ص ۱۵۸

۱۳؎ مشکوٰۃ ص ۸۴، السنن الکبریٰ للبیہقی جلد ۲ ص ۱۱۰، صحیح ابن خزیمہ حدیث نمبر ۶۷۲، کتاب الاذکار ۱۵۲۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ وَ بِمُعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوْبَتِكَ اَثْنَيْتَ وَ اَعُوْذُبِكَ مِنْكَ لَا اُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَيْكَ اَنْتَ كَمَا اَثْنَيْتَ نَفْسِكَ ۱۴؎

(ترجمہ) ''اے میرے اللہ جل شانک میں تیرے غضب سے پناہ چاہتا ہوں اور تیری رضا مندی طلب کرتا ہوں، تیرے عذاب کی بجائے عافیت کا طالب ہوں اور تیری پناہ چاہتا ہوں، تیری معرفت وثناء ناقابل شمار ہے تو ایسے ہی تعریفوں والا ہے جیسے تو نے خود اپنی تعریف فرمائی ہے''

۱۲۔ نماز کے بعد دُعا:۔

امام بخاری علیہ الرحمہ نے ''کتاب الدعوات'' میں ایک باب باندھا ہے باب الدعا بعد الصلوٰۃ ''یعنی نماز کے بعد دعا کرنے کا باب''

وحید الزماں صاحب (غیر مقلد) نے لکھا ہے'' حافظ نے کہا کہ امام بخاری علیہ الرحمہ نے یہ باب لاکر اس کا رد کیا ہے جو کہتا ہے کہ نماز کے بعد دعا مشروع نہیں۔''

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑا اور فرمایا:۔

يَا مَعَاذُ وَاللّٰهِ اِنِّیْ لَاُحِبُّكَ فَقَالَ اُوْصِيْكَ يَا مَعَاذُ لَا تَدَعَنَّ فِیْ دُبُرِ كُلِّ صَلٰوةٍ تَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ ۱۵؎

(ترجمہ) ''اے معاذ رضی اللہ عنہ، اللہ کی قسم میں تم سے محبت کرتا ہوں پھر فرمایا میں تمہیں وصیت کرتا ہوں، اے معاذ تم ہر نماز کے بعد یہ دُعا کیا کرو (ترجمہ) ''اے میرے اللہ، میری مدد فرما، اپنے ذکر وشکر اور اچھی عبادت کرنے میں۔''

۱۳۔ ہر نماز کے بعد کی دُعا:۔

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں،

۱۴؎ مشکوٰۃ ص ۸۴، مسلم جلد ۱ ص ۱۹۲، ابن ماجہ حدیث نمبر ۱۱۷۹۔ مسند احمد جلد ۱ ص ۹۶، جلد ۶ ص ۲۰۱، کتاب السنی ۵۰۹، ۱۲۴۔ کتاب الاذکار ۴۷، صحیح ابن خزیمہ حدیث نمبر ۶۵۵، ۶۷۱۔ ترمذی حدیث نمبر ۳۵۶۶

۱۵؎ بخاری جلد ۲ ص ۹۳۷، مجمع الزوائد جلد ۱۰ ص ۱۷۲، الترغیب والترہیب جلد ۲ ص ۴۵۴، نصب الرایۃ جلد ۲ ص ۲۳۵، فتح الباری جلد ۱۱ ص ۱۶۰، کتاب الاذکار ص ۶۰، کنز العمال جلد ۲ ص ۲۸، ابوداؤد جلد ۱ ص ۲۲۰، کتاب السنی ص ۴۶

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَقُوْلُ فِیْ دُبُرِ الصَّلٰوۃِ
یہ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے بعد یہ دعا فرماتے تھے:۔
اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْکُفْرِ وَالْفَقْرِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ ۱۶
(ترجمہ) "الٰہی میں تجھ سے پناہ چاہتا ہوں (یا چاہتی ہوں)، کفر، محتاجی اور عذاب قبر سے"

۱۴۔ نماز کا سلام پھیرنے کے بعد دُعا:۔

ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، "رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز سے سلام پھیرتے تو حسبِ ذیل کلمات سے دعا کرتے اور اتنی دیر تک بیٹھے رہتے"
اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْکَ السَّلَامُ تَبَارَکْتَ یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ ۱۷
(ترجمہ) "یا اللہ تو سب عیبوں سے سلامتی والا ہے اور تجھ ہی سے تمام عالم کی سلامتی ہے اور اے بزرگی اور عزت والے تو بڑی برکت والا ہے۔"

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں،
اِذَا انْصَرَفَ مِنْ صَلٰوتِہٖ اسْتَغْفَرَ ثَلَاثًا وَّقَالَ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْکَ السَّلَامُ تَبَارَکْتَ یَاذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ ۱۸
(ترجمہ) "جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے سلام پھیرتے تو تین مرتبہ استغفار فرماتے (اور پھر مندرجہ بالا دُعا کرتے جس کا ترجمہ آپ نے اوپر والی روایت میں ملاحظہ فرمایا ہے) حضرت صلۃ بن زخر سے روایت ہے، فرماتے ہیں میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو سنا وہ نماز کے بعد محولہ بالا دعا کرتے تھے"

---

۱۶ کتاب الاذکار ص ۶۰، مسند احمد جلد ۵ ص ۴۴، ۴۲، ۳۹، ۳۶، مستدرک حاکم جلد ۱ حدیث نمبر ۳۵، ۲۵۲، کتاب السنی ص ۴۴، فتح الباری جلد ۱۱ ص ۱۳۳، صحیح ابن خزیمہ جلد ۱ ص ۳۶۷، مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۳ ص ۲۵۱، تیسیر الباری جلد ۸ ص ۲۲۳

۱۷ صحیح مسلم جلد ۱ ص ۲۱۸، مشکوۃ ص ۸۸، ترمذی جلد ۱ ص ۶۶، مسند احمد جلد ۵ ص ۲۷۵، ابن ماجہ ص ۶۷، ۶۶، السنن الکبریٰ للبیہقی جلد ۲ ص ۱۸۳، جلد ۵ ص ۸۳، مجمع الزوائد جلد ۱۰ ص ۱۰۲، مصنف عبدالرزاق جلد ۲ ص ۲۳۷، صحیح ابن خزیمہ جلد ۱ ص ۳۶۳، کتاب السنی ص ۴۳، مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱ ص ۳۳۸، شرح السنۃ جلد ۲ ص ۲۹۹

۱۸ مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱ ص ۳۰۸، کتاب الاذکار ص ۵۸، مشکوۃ ص ۸۸

حضرت ابولبابہ بن عبدالمنذر رضی اللہ عنہ کی روایت:۔

حضرت ابولبابہ بن عبدالمنذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جمعۃ المبارک کا دن اللہ تبارک وتعالیٰ کے تمام دنوں کا سردار اور تمام دنوں سے بڑا دن ہے اس میں پانچ اوصاف ہیں:۔

۱۔ اسی میں حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق ہوئی۔

۲۔ اسی میں زمین پر اتارے گئے۔

۳۔ اسی میں حضرت آدم علیہ السلام کا وصال ہوا۔

۴۔ **وَفِيْهِ سَاعَةٌ لَّا يَسْأَلُ الْعَبْدُ فِيْهَا شَيْئًا اِلَّا اَعْطَاهُ مَالَمْ يَسْئَلْ حَرَامًا** (یعنی اس میں ایک ساعت ایسی ہے جس میں بندہ کوئی شے نہیں مانگتا مگر رب کائنات اسے عطا فرما دیتا ہے۔ مطلب یہ کہ جو کچھ مانگتا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ اسے عطا فرما دیتا ہے جب تک حرام چیز نہ مانگے) اور

۵۔ اسی میں قیامت قائم ہوگی۔ کوئی مقرب فرشتہ، آسمان، زمین، پہاڑ، ہوائیں اور دریا ایسے نہیں ہیں جو جمعۃ المبارک کے دن خوف نہ کرتے ہوں ۱۹ (قیامت کے برپا ہونے کی وجہ سے) اسی طرح حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث شریف مروی ہے۔

۱۵۔ ساعتِ جمعۃ المبارک اور قبولیت دُعا:۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اِنَّ فِي الْجُمُعَةِ لَسَاعَةً لَّا يُوَافِقُهَا عَبْدٌ مُّسْلِمٌ يَسْئَالُ اللّٰهَ فِيْهَا خَيْرًا اِلَّا اَعْطَاهُ اِيَّاهُ ۲۰

---

۱۹ مشکوٰۃ ص ۱۲۰، الترغیب والترہیب جلد ۱ ص ۴۹۰، المعجم الکبیر الطبرانی جلد ۵ ص ۳۳، ابن ماجہ ص ۷۷، حلیۃ الاولیاء جلد ۱ ص ۳۶۶، مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۲ ص ۵۸۔ ۲۰ مسلم جلد ۱ ص ۲۸۱، نسائی جلد ۱ ص ۲۰۶، ابن ماجہ ص ۸۰، مسند احمد جلد ۲ ص ۴۸۱، ۴۰۱، ۲۸۴، ۲۸۱، ۲۸۰، ۲۷۲، ۲۵۵، ۲۳۴، ۲۳۰، ۱۱۶، ۱۱۵، جلد ۳ ص ۶۵، ۴۵۳، السنن الکبریٰ للبیہقی جلد ۹ ص ۳، مجمع الزوائد جلد ۲ ص ۱۶۶، ۱۶۵، حلیۃ الاولیاء جلد ۲ ص ۲۷۹، جلد ۳ ص ۲۴۲، ۱۷۷، جلد ۹ ص ۲۲۱، درمنثور جلد ۶ ص ۲۱۷، تفسیر طبری جز ۱۷ ص ۲۱، مشکوٰۃ ص ۱۱۹۔

(ترجمہ) ''بے شک جمعۃ المبارک کے دن ایک ساعت (گھڑی) ایسی ہے جب کوئی مسلمان بندہ اللہ تبارک وتعالیٰ سے خیر مانگتا ہے اور خیر کی گھڑی اور بندۂ مسلم کی دعا، جب دونوں کا وقت اکٹھا ہو جاتا ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ اُسے عطا فرماتا ہے جو وہ مانگتا ہے۔''

حضرت عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ کی روایت:۔

حضرت عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے:۔

فِیْ یَوْمِ الْجُمُعَۃِ سَاعَۃٌ مِنَ النَّھَارِ لَا یَسْئَالُ اللّٰہُ فِیْھَا الْعَبْدُ شَیْئًا اِلَّا اُعْطِیَ سُوْلَہٗ قِیْلَ اَیُّ سَاعَۃٌ قَالَ حِیْنَ تُقَامُ الصَّلَاۃُ اِلَی الْا نْصَرافِ مِنْھَا ۲۱

(ترجمہ) ''جمعۃ المبارک کے دن ایک ساعت ایسی ہے اس میں بندہ اللہ تبارک و تعالیٰ سے جو کچھ مانگے اس کی دعا قبول ہو گی۔ لوگوں نے عرض کیا وہ کون سی ساعت ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا جب نماز کی تکبیر ہوتی ہے نماز سے فراغت تک'' ۲۱

''تو نماز ہی میں جو کچھ مطلوب ہو اس کی دعا کرے اس حدیث شریف سے یہ بھی نکلتا ہے کہ نماز میں ہر قسم دعائے ماثورہ کرنی درست ہے۔''

۱۶۔ مقبولیت کی ساعت:۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''یوم موعود یوم القیامہ ہے اور یوم مشہود یوم عرفہ اور شاہد یوم جمعۃ المبارک ہے کسی دن پر جو جمعۃ المبارک سے افضل ہو، سورج طلوع وغروب نہیں ہوا:۔

فِیْہِ سَاعَۃٌ لَا یُوَ افِقُھَا عَبْدٌ مُومِنٌ یَدْعُوا اللّٰہَ بِخَیْرٍ اِلَّا اسْتَجَابَ اللّٰہُ لَہٗ وَلَا یَسْتَعِیْذُ مِنْ شَیْءٍ اِلَّا اَعَاذَہٗ مِنْہُ ۲۲

---

۲۱ ابن ماجہ ص ۸۱، المعجم الکبیر للطبرانی باختلاف الفاظ جلد ۱۷ ص ۱۴

۲۲ مشکوٰۃ ص ۱۲۰، السنن الکبریٰ للبیہقی جلد ۴ ص ۱۷۰، قرطبی جلد ۱۰ جز ۱۹ ص ۲۸۴، طبری جز ۳۰ ص ۸۲ شرح السنۃ جلد ۲ ص ۵۵۲، مسند احمد جلد ۲ ص ۲۹۹، ۲۹۸، ترمذی حدیث نمبر ۳۳۳۹

(ترجمہ) ''اس میں ایک گھڑی ہے، بندۂ مومن اسے نہیں پاتا اس حال میں کہ اس کے اندر خیر و بھلائی کی دعا کرتا ہے مگر اللہ تبارک وتعالیٰ اس کی دعا قبول فرمالیتا ہے اور کسی چیز سے پناہ نہیں لیتا مگر اس سے اللہ تبارک وتعالیٰ اُسے پناہ دے دیتا ہے''

۱۷۔ مقبولیت دُعا کی گھڑی:۔

حضرت ابو بردہ بن ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں، میں نے اپنے باپ سے سنا، وہ فرماتے ہیں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:۔

يَقُوْلُ فِىْ شَانِ سَاعَةِ الْجُمُعَةِ هِىَ مَا بَيْنَ اَنْ يَّجْلِسَ الْاِمَامُ اِلٰى اَنْ تُقْضَى الصَّلٰوةُ [۲۳]

(ترجمہ) ''وہ جمعۃ المبارک کی اس گھڑی کی شان بیان فرماتے تھے کہ وہ گھڑی امام کے (منبر پر) بیٹھنے سے اس کے نماز پوری کرنے تک کے وقت میں ہے''

ف:۔ طیبی نے بیٹھنے سے دو خطبوں کے درمیان بیٹھنا مراد لیا ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ اپنے حجرہ سے باہر نکل کر منبر پر بیٹھنا مراد ہو۔

''شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ ''اشعۃ اللمعات'' میں لکھتے ہیں۔ ''اس گھڑی کے تعین میں بہت اقوال ہیں جو تقریباً ۴۰ تک پہنچتے ہیں، ہم نے انہیں شرح سفر السعادۃ میں نقل کیا ہے۔ زیادہ راجح اور قوی تر دو اقوال ہیں۔ ایک خطیب کے منبر پر بیٹھنے سے نماز ادا کرنے تک، دوسرا جمعۃ المبارک کے دن کی آخری گھڑی۔ اکثر علماء ان دو میں سے آخری قول کو ترجیح دیتے ہیں۔ امام احمد علیہ الرحمہ نے فرمایا اکثر احادیث اسی جانب ہیں''

بندۂ ضعیف (شیخ عبدالحق عفا اللہ عنہ) کہتا ہے کہ یہ بات تحقیق کو پہنچ چکی ہے کہ حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا وعلیٰ سائر اہل بیت النبوۃ اپنی خادمہ کو مقرر کرتی تھیں کہ وہ روز جمعۃ المبارک کی آخری ساعت کا انتظار کرے اور اس کی نگہداشت کرے تاکہ آپ اس میں ذکر الٰہی اور دعا کیا کریں۔ واللہ اعلم (اشعۃ اللمعات مترجم جلد ۲ ص ۶۵۵)

---

[۲۳] مسلم جلد ۱ ص ۲۸۱، ابوداؤد حدیث نمبر ۱۰۴۹، السنن الکبریٰ للبیہقی جلد ۳ ص ۲۵۰، صحیح ابن خزیمہ حدیث نمبر ۱۷۳۹۔ الترغیب والترہیب جلد ۱ ص ۴۹۳، مشکوٰۃ حدیث نمبر ۱۳۵۸ اشعۃ اللمعات جلد ۲ ص ۶۰۵ (مترجم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں، میں طور کی طرف گیا۔ تو حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ سے ملا اور ان کے پاس بیٹھ گیا، انہوں نے مجھے تورات کی باتیں سنائیں۔ میں نے انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ سنائیں۔ میں نے ان کو جو احادیث مبارکہ سنائیں ان میں یہ حدیث مبارکہ بھی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے بہتر دن جس پر سورج طلوع ہوتا ہے وہ جمعتہ المبارک کا دن ہے، اسی میں حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہوئے، اس میں زمین پر اتارے گئے۔ اسی میں ان کی توبہ قبول ہوئی، اسی میں انہوں نے وفات پائی، اسی میں قیامت قائم ہوگی۔ ایسا کوئی جانور نہیں جو جمعتہ المبارک کے دن آفتاب نکلنے تک ڈرتے ہوئے قیامت کا منتظر نہ ہو، سوائے جن وانس کے اور فرمایا:

فِيْهِ سَاعَةٌ لا يُصَادِفُهَا عَبْدٌ مُسْلِمٌ وَهُوَ يُصَلِّيْ يَسْئَالُ اللّٰهُ شَيْئًا اِلاَّ اَعْطَاهُ اِيَّاهُ قَالَ كَعْبٌ ذَالِكَ فِيْ كُلِّ سَنَةٍ يَوْمٌ فَقُلْتُ بَلْ فِيْ كُلِّ جُمُعَةٍ فَقَرَا كَعْبٌ اَلتَّوْرَاةَ فَقَالَ صَدَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم [۲۴]

(ترجمہ) ''اس میں ایک ساعت ہے کہ جسے کوئی مسلمان نماز پڑھتے ہوئے نہیں پاتا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ سے کچھ مانگے مگر اللہ تبارک وتعالیٰ اسے عطا فرما دیتا ہے۔ حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ بولے یہ ہر سال میں ایک بار ہے (حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں) تو میں نے کہا بلکہ ہر جمعتہ المبارک میں تو حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ نے تورات پڑھی تو عرض کرنے لگے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے ملا اور انہیں حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھنے اور جو کچھ میں نے ان سے جمعتہ المبارک کے بارے میں گفتگو کی، سنائی، میں نے کہا کہ حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ نے کہا یہ ہر سال میں ایک دن ہے۔ حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے فرمایا حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ نے غلط کہا۔ تب میں نے ان سے کہا پھر حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ نے تورات پڑھی تو فرمایا بلکہ وہ ہر جمعتہ المبارک میں ہے۔ اس پر حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں جانتا ہوں کہ وہ کون سی ساعت ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

---

[۲۴] مشکوۃ حدیث ۱۳۵۶، نسائی جلد ۱ ص ۲۱۰، مسند احمد جلد ۲ ص ۴۱۸، ۴۰۱، السنن الکبریٰ للبیہقی جلد ۳ ص ۲۵۰، مستدرک حاکم جلد ۱ ص ۲۷۸، الترغیب والترہیب جلد ۱ ص ۵۹۰، شرح السنۃ جلد ۲ ص ۵۵۳، ۵۵۱، موطا امام مالک ص ۹۱ وغیرہم

فرماتے ہیں میں نے کہا وہ بتادیجئے، بخل نہ کیجئے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے فرمایا وہ جمعۃ المبارک کے دن کی آخری گھڑی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے کہا کہ وہ جمعۃ المبارک کی آخری ساعت کیسے ہوسکتی ہے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔ لَا یُصَادِفُهَا عَبْدٌ مُسْلِمٌ وَهُوَ یُصَلِّیْ فِیْهَا مسلمان بندہ اُسے نماز پڑھتے ہوئے پائے، حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بولے کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ جو کسی جگہ نماز کے انتظار میں بیٹھے وہ نماز پڑھنے تک نماز ہی میں ہے۔ (مَنْ جَلَسَ مَجْلِسًا یَنْتَظِرُ الصَّلٰوۃَ فَهُوَ فِیْ صَلٰوۃٍ حَتّٰی یُصَلِّیْ) ۲۵ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے کہا ہاں وہ یہی ہے۔

۱۸۔ آخری تین گھڑیاں، مقبولیت دُعا کی گھڑیاں:۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ کس وجہ سے اس دن کا نام جمعۃ المبارک رکھا گیا۔ فرمایا اس لیے کہ:۔

لِاَنَّ فِیْهَا طُبِعَتْ طِیْنَةُ اَبِیْكَ اٰدَمُ وَ فِیْهَا الصَّعْقَةُ وَفِیْهَا الْبَعْثَةُ وَفِیْهَا الْبَطْشَةُ وَفِیْ آخِرِ ثَلَاثِ سَاعَاتٍ مِنْهَا سَاعَةٌ مَنْ دَعَا اللّٰهَ فِیْهَا اسْتُجِیْبَ لَهٗ ۲۶

''اس میں تمہارے باپ حضرت آدم علیہ السلام کی مٹی جمع کی گئی، اسی میں بے ہوشی اور اٹھنا ہے، اسی میں پکڑ ہے اور اسی کی آخری تین گھڑیوں میں ایسی گھڑی ہے جو اس میں اللہ تبارک وتعالےٰ سے دُعا کرے گا اس کی دُعا قبول ہوگی۔''

۱۹۔ دُعا کی قبولیت کی گھڑی عصر اور مغرب کے درمیان:۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِلْتَمِسُوْا السَّاعَةَ الَّتِیْ تُرْجٰی فِیْ یَوْمِ الْجُمُعَةِ بَعْدَ الْعَصْرِ اِلٰی غَیْبُوْبَةِ الشَّمْسِ ۲۷

۲۵ مسند احمد جلد ۵ ص ۴۵۱، المعجم الکبیر للطبرانی جلد ۶ ص ۲۵۰، کنز العمال حدیث نمبر ۱۹۰۷۹

۲۶ مسند احمد جلد ۲ ص ۳۱۱، مجمع الزوائد جلد ۲ ص ۱۶۴، الترغیب والترہیب جلد ۱ ص ۴۹۵، مشکوٰۃ ص ۱۲۱۔

۲۷ ترمذی جلد ۱ ص ۱۱۱، مشکوٰۃ ص ۱۲۰، نسائی جلد ۱ ص ۲۰۶، باختلاف الفاظ

(ترجمہ) ''اُس گھڑی کی تلاش کرو جس کی جمعتہ المبارک میں امید ہوتی ہے (وقت) عصر (کی نماز) کے بعد سے سورج کے غروب ہونے تک''۔

۲۰۔ اذانِ مغرب کے وقت دُعا قبول ہوتی ہے:۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں،

كَانَ يَسْتَحِبُّ الدُّعَا عِنْدَ اَذَانِ الْمَغْرِبِ وَقَالَ اِنَّهَا سَاعَةٌ يُسْتَجَابُ فِيهَا الدُّعَا [۲۸]

(ترجمہ) ''وہ اذانِ مغرب کے موقع پر دُعا کرنا پسند کرتے تھے، فرماتے ہیں' کہ مغرب کے وقت ایک ایسی ساعت ہوتی ہے جس میں دعا قبول ہوتی ہے''

۲۱۔ دو موقعوں پر دُعا بہت کم رد ہوتی ہے:۔

حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں۔

''دو گھڑیاں ایسی ہیں جن میں آسمانوں کے دروازے کھل جاتے ہیں اور اُن میں دعا بہت کم رَدّ ہوتی ہے''

۱۔ جب نماز کے لیے پکارا جاتا ہے یعنی جب اذان دی جاتی ہے

۲۔ جب جہاد فی سبیل اللہ کے لیے صف ترتیب دی جاتی ہے [۲۹]

۲۲۔ فرض نماز کے بعد دُعا:۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں۔

قِيلَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَىُّ الدُّعَاءِ اَسْمَعُ قَالَ جَوْفُ الَّيْلِ لْاٰخِرِ وَدُبُرُ الصَّلَوٰاتِ الْمَكْتُوبَاتِ [۳۰]

(ترجمہ) ''عرض کیا یارسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم) کون سی دعا زیادہ مقبول ہوتی ہے

---

[۲۸] مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۲ ص ۲۷۳۔

[۲۹] مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۷ ص ۳۵۔

[۳۰] ترمذی جلد ۲ ص ۱۸۶، کتاب الاذکار ص ۵۷، الترغیب والترہیب جلد ۲ ص ۴۸۹

(تو حضور ﷺ نے) فرمایا رات کے آخری وقت کی دعا اور فرض نمازوں کے بعد کی دعا"

۲۳۔ حج وعمرہ کرنے والے کی دُعا:۔

مسلمانوں کا طریقہ ہے کہ حجاج کرام کو الوداع کہنے کے لیے یا واپسی میں ان کا استقبال کرنے کے لیے حاجی کیمپ، ائرپورٹ اور ریلوے اسٹیشن پر جاتے ہیں اور ان سے دُعائیں کرواتے ہیں کیونکہ حاجی گھر سے نکلتے ہی "مقبول الدعا" ہو جاتا ہے اور واپس گھر میں داخل ہونے کے وقت تک "مستجاب الدعوات" رہتا ہے

(۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلْحُجَّاجُ وَالْعُمَّارُ وَفْدُ اللهِ اِنْ دَعَوْهُ اَجَابَهُمْ وَاِنْ اِسْتَغْفَرُوْهُ غَفَرَ لَهُمْ [۱۳۱]

(ترجمہ) "حج اور عمرہ کرنے والے اللہ تبارک وتعالیٰ کی جماعت ہیں اگر یہ اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا کریں تو اللہ تبارک وتعالیٰ اُن کی دعا کو قبول کرے گا اور اگر اللہ تبارک وتعالیٰ سے بخشش طلب کریں تو اُنہیں بخشش عطا فرمائے۔"

(۲) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلْغَازِیْ فِیْ سَبِیْلِ اللهِ وَالْحَاجُّ وَالْمُعْتَمِرُ وَفْدُ اللهِ دَعَاهُمْ فَاَجَابُوْهُ وَسَالُوْهُ وَاَعْطَاهُمْ [۱۳۲]

(ترجمہ) "اللہ تبارک وتعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والا اور حج وعمرہ کرنے والا، سب اللہ تبارک وتعالیٰ کے مہمان ہیں اگر اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا کریں تو ان کی دعا قبول ہوگی اور جو اللہ تبارک وتعالیٰ سے جو کچھ مانگیں، وہ ان کو دے گا۔"

---

۱۳۱ مشکوٰۃ ص ۲۲۳، ابن ماجہ ص ۲۱۳، مجمع الزوائد جلد ۳ ص ۲۱۱، السنن الکبریٰ للبیہقی جلد ۵ ص ۲۶۲، درمنثور جلد ۱ ص ۲۱۱، ۲۱۰، الترغیب والترہیب جلد ۲ ص ۱۸۰، ۱۶۷

۱۳۲ ابن ماجہ ص ۲۱۳، المعجم الکبیر للطبرانی جلد ۱۲ ص ۴۲۲، الترغیب والترہیب جلد ۲ ص ۱۶۷، ۲۶۹۔

۲۴۔ حاجی کی دُعا گھر میں داخل ہونے سے پہلے:۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اِذَا لَقِيْتَ الْحَاجَّ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ وَ صَافِحْهُ وَمُرْهُ اَنْ يَّسْتَغْفِرَ لَكَ قَبْلَ اَنْ يَّدْخُلَ بَيْتَهُ فَاِنَّهُ مَغْفُوْرٌ ۳۳

(ترجمہ) ''جب تم حاجی سے ملو، اسے سلام کرو اور اس سے مصافحہ کرو اور اس کے گھر داخل ہونے سے پہلے اپنی مغفرت کے لیے دعا کرواؤ کیونکہ وہ بخشا ہوا ہے''

اس سے معلوم ہوا بخشے ہوئے لوگوں سے دعا کروانی چاہیے۔ لہٰذا اولیاء اللہ اور چھوٹے بچوں سے بھی دعا کروانی چاہیے۔

۲۵۔ لیلۃ القدر، قبولیت دُعا کا وقت:۔

ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، میں نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم:۔

اَرَءَ يْتَ اِنْ عَلِمْتُ اَىُّ لَيْلَةٍ لَيْلَةُ الْقَدْرِ مَا اَقُوْلُ فِيْهَا قَالَ قُوْلِىْ "اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّىْ" ۳۴

(ترجمہ) ''اگر میں جان لوں کہ شب قدر کون سی رات ہے تو اس میں کیا پڑھوں؟ فرمایا یہ عرض کرو الٰہی تو معاف فرمانے والا ہے معافی پسند ہے مجھے معافی عطا فرما''

۲۶۔ فرض نماز اور ختم قرآن مجید کے وقت دُعا:۔

حضرت امام نور الدین علی ابن اکبر ہیثمی علیہ الرحمہ نے مجمع الزوائد میں ایک باب باندھا

۳۳؎ مسند احمد جلد ۲ ص ۶۹، مجمع الزوائد جلد ۴ ص ۱۶، مشکوٰۃ ص ۲۲۳

۳۴؎ تفسیر مظہری جلد ۱۰ ص ۳۱۶، روح البیان جلد ۱۰ ص ۴۸۱، ابن کثیر جلد ۴ ص ۵۳۵، ۵۳۴ تفسیر محمدی منزل ۷ ص ۴۱۶، تفسیر یعقوب چرخی ص ۱۶۲، مدارک جلد ۴ ص ۳۲، قرطبی جلد ۱۰ جز ۲۰ ص ۱۳۸، کتاب الاذکار ص ۱۷۳، نیل الاوطار جلد ۳ ص ۳۶۲، مسند احمد جلد ۶ ص ۲۰۸، ۱۸۳، ۱۸۲، ۱۷۱، الترغیب والترہیب جلد ۴ ص ۲۷۳، درمنثور جلد ۶ ص ۳۷۷، الاسماء والصفات للبیہقی ص ۵۵، تاریخ بغداد للخطیب البغدادی جلد ۱۲ ص ۱۸

ہے ''باب الدعاء عند ختم القرآن'' یعنی'' قرآن مجید کے ختم کے وقت دعا کا باب'' اس باب میں موصوف نے حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے حدیث شریف نقل فرمائی ہے، فرماتے ہیں، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ صَلّٰی صَلَاۃً فَرِیْضَۃً فَلَہٗ دَعْوَۃٌ مُّسْتَجَابَۃٌ وَمَنْ خَتَمَ الْقُرْآنَ فَلَہٗ دَعْوَۃٌ مُّسْتَجَابَۃٌ ۳۵

(جو فرض نماز پڑھے گا اس کی دعا بھی قبول ہوتی ہے اور جو شخص قرآن مجید ختم کرے گا اس کی دعا بھی قبول ہوتی ہے) یعنی فرض نماز کے بعد اور ختم قرآن مجید کے بعد جو دعا کی جاتی ہے اللہ تبارک وتعالیٰ اسے قبول فرماتا ہے۔

ابن قیم الجوزی نے جلاء الافہام میں لکھا ہے کہ درود خوانی کے مقامات میں سے ایک مقام، ختم قرآن مجید کے بعد ہے کیونکہ یہ محل دُعا کا محل ہے۔

وقد نص الامام احمد علیہ الرحمہ علی الدعا عقیب الختمۃ فقال فی روایۃ ابی الحارث'' کان انس اذا ختم القرآن جمع اھلہٗ و ولدہ'' (اور امام احمد علیہ الرحمہ نے نص سے ثابت کیا ہے ابو الحارث کی روایت میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ جب قرآن مجید ختم کر لیتے تو اپنے اہل وعیال کو جمع کر لیتے۔)

''وقال فی روایۃ یوسف بن موسیٰ، وقد سئل عن الرجل یختم القرآن فیجتمع الیہ قوم فیدعون قال: نعم رایت معمراً یفعلہ اذا ختم وقال فی روایۃ حرب استحب اذا ختم الرجل القرآن ان یجمع اھلہ ویدعو'' (اور یوسف بن موسیٰ کی روایت میں ہے کہ ان سے پوچھا گیا کہ ایک آدمی قرآن مجید ختم کرتا ہے اور لوگ اس کے پاس اکٹھے ہو کر دعا مانگتے ہیں، کہا ہاں! میں نے حضرت معمر علیہ الرحمہ کو دیکھا ہے کہ جب قرآن مجید ختم ہوتا تو ایسے ہی کرتے اور حضرت حرب علیہ الرحمہ کی روایت میں ہے کہ ختم قرآن مجید کے وقت اہل واولاد کو جمع کر کے دعا کرنا مستحب ہے)

حضرت مجاہد علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ''تنزل الرحمۃ عند ختم القرآن'' (ختم قرآن مجید کے وقت رحمت کا نزول ہوتا ہے) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،

۳۵: مجمع الزوائد جلد ۷ ص ۱۷۲، المعجم الکبیر للطبرانی جلد ۱۸ ص ۲۵۹

فرماتے ہیں، من ختم القرآن فله دعوة مستجابة ٦ ۳ے

(جو ختم قرآن مجید کرتا ہے اس کی دعا مقبول ہوتی ہے)

۲۷۔ بیمار کی دُعا قبول ہوتی ہے:۔

بیمار کے پاس جا کر اس سے دعا کروانا کہ بیمار مستجاب الدعوات کے درجہ پر ہوتا ہے۔ اس کی دُعا، دُعاءِ ملائکہ کی طرح ہوتی ہے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ارشاد فرمایا:

اذا دَخَلْتَ عَلٰى مَرِيْضٍ فَمُرْهُ اَنْ يَّدْعُوْلَكَ فَاِنَّ دُعَاءَهٗ كَدُعَاءِ الْمَلَائِكَةِ ۳۷

ترجمہ: (جب تو کسی مریض کے پاس جائے تو اس سے کہہ کہ وہ تیرے لیے دعا کرے کیونکہ بیمار کی دعا فرشتوں کی دعا کی طرح ہے) جلد قبول ہوتی ہے کیونکہ بیماری کی وجہ سے اللہ تبارک وتعالیٰ اس کے گناہ معاف فرما دیتا ہے تو وہ گناہوں سے پاک اور صاف ہو جاتا ہے۔

اسی ضمن میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں، بیمار آدمی گناہوں سے ایسے پاک ہو جاتا ہے جیسے ابھی اس کی ماں نے اسے جنم دیا ہے اور جنم پانے والا بچہ گناہوں سے پاک صاف ہوتا ہے اس لیے اس کی دعا قبول ہوتی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اِذَا مَرِضَ الْعَبْدُ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ خَرَجَ مِنْ ذُنُوْبِهٖ كَيَوْمٍ وَلَدَتْهُ اُمُّهٗ ۳۸

ترجمہ: (جب بندہ تین دن بیمار ہوتا (یعنی بیمار رہتا) ہے تو وہ گناہوں سے ایسے پاک ہو جاتا ہے گویا اس کی ماں نے آج ہی اُسے جنم دیا ہے)

۲۸۔ آنکھوں میں آنسو آنا قبولیت دُعا کا لمحہ:۔

جب انسان اللہ تبارک وتعالیٰ کے خوف سے اور اپنے گناہوں کی ندامت کی وجہ سے

۳٦ے جلد ءالافہام ص ۲۲۶، المعجم الکبیر للطبرانی جلد ۱۸ ص ۲۵۹، مجمع الزوائد جلد ۷ ص ۱۷۲

۳۷ے ابن ماجہ حدیث نمبر ۱۴۴۱، مشکوٰۃ حدیث نمبر ۱۵۸۸، الترغیب والترہیب جلد ۴ ص ۳۲۲، کتاب السنی ۵۵۱ ص، کنز العمال حدیث نمبر ۲۵۱۳۶

۳۸ے المعجم الصغیر للطبرانی جلد ۱ ص ۱۸۸، مجمع الزوائد جلد ۲ ص ۲۹۷، کنز العمال حدیث نمبر ۶۶۸۴

روتا ہے، اس کی آنکھیں اشک بار ہوتی ہیں تو اللہ تبارک وتعالیٰ کی رحمت کا نزول ہوتا ہے۔ ایسے موقع پر کی جانے والی دُعا قبول ہوتی ہے۔

حضرت شہر بن حوشب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں، حضرت اُم درداء رضی اللہ عنہا نے مجھے فرمایا۔

اَلَا تَجِدُ الْقَشْعُرِيْرَةَ ؟ قُلْتُ نَعَمْ قَالَتْ فَادْعُ اللّٰهَ فَاِنَّ الدُّعَاءَ مُسْتَجَابٌ عِنْدَ ذٰلِكَ [۳۹]

ترجمہ:۔ (کیا تم اپنے جسم میں کپکپی محسوس نہیں کرتے ہو؟ (آنکھوں میں آنسو نہیں پاتے ہو؟) میں نے عرض کیا ہاں تو ام درداء رضی اللہ عنہا نے فرمایا اس وقت دعا کیا کرو، ایسے وقت کی دعا قبول ہوتی ہے۔)

۲۹۔ مرغ کی اذان کے وقت خصوصی قبولیت:۔

(حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:)

اِذَا سَمِعْتُمْ صِيَاحَ الدِّيْكَةِ فَسَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ فَاِنَّهَا رَاَتْ مَلَكًا [۴۰]

ترجمہ:۔ (جب تم مرغ کی اذان سنو تو اللہ تبارک وتعالیٰ سے اس کا فضل مانگو کیونکہ مرغ فرشتے کو دیکھتا ہے۔)

حدیث شریف میں اگرچہ کسی خاص وقت کی قید نہیں لگائی گئی تہجد کے وقت یا فجر کے وقت یا کون سے وقت، اس لیے جب بھی مرغ کی آواز سنائی دے اللہ تبارک وتعالیٰ کے فضل وکرم اور بھلائی وخیر دین ودنیا کی ترقی کے لیے دُعا کرنی چاہیے اس لیے کہ مرغ فرشتہ کو دیکھ کر بولتا ہے۔ اس وقت کی دعا پر فرشتے کے آمین کہنے کی امید ہے۔

۳۰۔ متبرک مقامات پر قبولیت دُعا:۔

علامہ شمس الدین محمد بن محمد بن محمد یوسف الجزری الشافعی علیہ الرحمہ نے حصن حصین میں

---

[۳۹] تفسیر قرطبی جلد ا ص ۲۰۹ حدیث نمبر ۳۱۳

[۴۰] مشکوٰۃ حدیث نمبر ۲۴۱۹ جلد ا ص ۴۶۶، مسلم جلد ۲ ص ۳۵۱، ترمذی حدیث نمبر ۳۴۵۹، مسند احمد جلد ۲ ص ۳۰۶، شرح السنۃ جلد ۳ ص ۱۲۶، ابوداؤد حدیث نمبر ۵۱۰۲، الادب المفرد حدیث نمبر ۱۲۳۶

"اَمَاکِنُ الْاِ جَابَۃِ" عنوان کے تحت لکھا ہے:۔

(یعنی ان مقامات کا بیان جن میں دعا قبول ہوتی ہے)

۳۱۔ تمام مقدس مقامات:۔

حضرت امام حسن بصری رضی اللہ عنہ نے اہل مکہ کو ایک رسالہ یا خط لکھا جس میں انہوں نے فرمایا کہ اِنَّ الدُّعَآءَ یُسْتَجَابُ ھُنَاكَ فِیْ خَمْسَةِ عَشَرَ مَوْضِعًا اے اہل مکہ تمہارے یہاں پندرہ مقامات ہیں جہاں دعا قبول ہوتی ہے:۔

فِی الطَّوَّافِ وَعِنْدَ الْمُلْتَزِمِ وَتَحْتَ الْمِیْزَابِ وَفِی الْبَیْتِ وَعِنْدَ زَمْ زَمَ وَعَلَی الصَّفَا وَالْمَرْوَۃِ فِی الْمَسْعٰی وَخَلْفَ الْمَقَامِ وَ فِی عَرَفَاتٍ وَ فِی الْمُزْدَلِفَۃِ وَفِی مِنٰی وَعِنْدَ الْجَمَرَاتِ الثَّلَاثِ [۴۱]

۱۔ مطاف میں

۲۔ ملتزم کے پاس (خانہ کعبہ کا وہ حصہ جس سے طواف کرنے والے لپٹتے چمٹتے ہیں یہ جگہ حجر اسود اور بیت اللہ شریف کے دروازہ کے درمیان ہے۔)

۳۔ میزاب یعنی خانہ کعبہ شریف کی چھت مبارک کے مقدس پرنالہ کے نیچے

۴۔ بیت اللہ شریف کے اندر

۵۔ چاہ زمزم کے پاس

۶۔ صفا اور

۷۔ مروہ پہاڑیوں پر

۸۔ مسعیٰ (صفا اور مروہ کے درمیان دوڑنے کی جگہ میں)

۹۔ مقام ابراہیم کے پیچھے

۱۰۔ میدان عرفات میں (جہاں ۹ ذی الحجہ کو زوال کے بعد سے غروب آفتاب تک حج کے فرض عظیم کو ادا کرنے کے لیے ٹھہرتے ہیں اور یہی حج کا اصل رکن ہے)

---

[۴۱] حصن حصین ص ۶ عربی (چھاپہ تاج کمپنی لاہور)

۱۱۔ مزدلفہ میں (جہاں حجاج کرام میدان عرفات سے واپس آکر مغرب اور عشاء کی نمازیں ایک اذان اور ایک اقامت کے ساتھ ادا کرتے ہیں اور ایک رات یہاں گزراتے ہیں)

۱۲۔ منیٰ میں (جہاں ذوالحجہ کی دسویں تاریخ کو حجاج کرام جمروں پر کنکریاں مارتے، قربانی کرتے ہیں اور حجامت بنواتے ہیں)

۱۳، ۱۴، ۱۵۔ تینوں جمروں کے پاس (یہ تین شیطان) بڑا درمیانہ اور چھوٹا، جہاں حجاج کرام تین دن کنکریاں مارتے ہیں۔

۳۲۔ دربار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم :۔

حضرت امام جزری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں سب سے زیادہ دعا کی مقبولیت کا مقام رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا روضہ اقدس ہے، فرماتے ہیں۔

وَاِنْ لَّمْ يُجَبِ الدُّعَاءُ عِنْدَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فَفِيْ اَيِّ مَوْضِعٍ يُسْتَجَابُ ۴۲ ترجمہ: (اور اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک کے پاس دعا قبول نہیں ہوگی تو پھر کس جگہ قبول ہوگی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا روضہ اقدس دعاؤں کی قبولیت کا وہ مقام ہے جو مقاماتِ قبولیتِ دُعا میں سرفہرست ہے۔)

سیدی مرشدی پیر طریقت رہبر شریعت امین علم لدنی قطب جلی حضرت قبلہ علامہ حاجی محمد یوسف علی نگینہ صاحب علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ۔

نبیاں تے ولیاں دے درتے مقبول دعاواں ہوندیاں نیں
ہڑھ وگدے نیں جد ہنجواں دے فیر معاف خطاواں ہوندیاں نیں

۳۳۔ دُعا کرنے سے قبل کے مزید آداب :۔

علامہ شمس الدین محمد بن محمد بن یوسف الجزری شافعی علیہ الرحمہ کی دعا کے سلسلہ میں اضافی گفتگو بحوالہ حصن حصین

۱۔ دعا مانگنے سے پہلے کوئی نیک کام کرنا (مسلم، ترمذی، ابوداؤد)

---

۴۲ حصن حصین ص ۶

۲۔ انبیاء کرام علیہم السلام کے وسیلہ سے دعا کرنا (مسند بزار، بخاری، مستدرک حاکم)

۳۔ اولیاء اللہ کے وسیلہ سے دعا کرنا (بخاری)

۴۔ اپنے گناہوں کا اقرار کرنا (صحاح ستہ)

۵۔ ایک ایک دعا کم از کم تین تین بار کرنا (ابوداؤد، ابن السنی)

۶۔ جو چیز روز اول سے ہو چکی ہے اس کے خلاف دعا نہ کرنا (یعنی عورت مرد بننے اور مرد عورت بننے کے لیے دعا نہ کرے (نسائی)

۳۴۔ ان حالتوں کا بیان جن میں دُعا قبول ہوتی ہے:۔

۱۔ نماز کے لیے اذان ہونے کے وقت (یعنی اذان سننے، اذان کا جواب دینے اور اذان کی دعا پڑھنے کے بعد دعا کرے) (ابوداؤد، مستدرک حاکم)

۲۔ جو شخص کسی مصیبت یا سختی میں گرفتار ہو وہ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ اور حَیَّ عَلَی الْفَلَاح کے بعد دعا کرے (مستدرک حاکم)

۳۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کی راہ میں صفیں باندھنے کی حالت میں دعا کرے (المعجم الکبیر للطبرانی، ابن حبان)

۴۔ زم زم کا پانی پینے کی حالت میں (یعنی چاہ زم زم پر کھڑے ہو کر پانی پیئے اور دعا کرے) (مستدرک حاکم)

۵۔ مسلمانوں کے دینی اجتماعات میں اجتماعی یا انفرادی دعا (صحاح ستہ)

۶۔ ذکر کی محفلوں میں (اللہ تبارک وتعالیٰ کے ذکر کا حلقہ ہو، خواہ قرآن مجید اور احادیث مبارکہ یا وعظ ونصیحت کا حلقہ ہو) (بخاری، مسلم، ترمذی)

۷۔ میت کی آنکھیں بند کرتے وقت (مسلم، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ)

۸۔ بارش برسنے کے وقت (امام شافعی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب ''الام'' میں اس حدیث کو مرسلاً روایت کیا ہے اور فرمایا ہے میں نے بہت سے علماء حدیث سے بارش برسنے کے وقت دعا قبول ہونے کی حدیث شریف کو سنا ہے اور حفظ کیا ہے (ابوداؤد، المعجم الکبیر للطبرانی، ابن مردویہ)

۹۔ کعبۃ اللہ کو دیکھنے کے وقت (پہلی مرتبہ یا جب بھی خانہ کعبہ پر نظر پڑے دعا کرنی چاہیے (ترمذی، المعجم الکبیر للطبرانی)

۱۰۔ سورۃ الانعام میں ایک جگہ ایک ساتھ اللہ تبارک وتعالےٰ کا اسم مبارک دو مرتبہ آتا ہے

(مِثْلَ مَآ اُوْتِیَ رُسُلُ اللّٰہِ ؑ اَللّٰہُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَہٗ) آیت: ۱۲۴

فرماتے ہیں ہم نے بہت سے علماء سے اس آیت کریمہ میں اس جلالت کے درمیان دعا کی قبولیت کا آزمودہ ہونا سنا اور یاد کیا ہے اور حافظ حدیث عبدالرزاق رسغنی علیہ الرحمہ نے تو اپنی تفسیر میں شیخ عمادالدین علیہ الرحمہ سے اسی مقام پر دعا کی قبولیت کی تصریح نقل کی ہے۔

(ماخوذ از حصن حصین)

عظیم قرآنی دُعائیں

(حصہ دوم)

مؤلفہ

منیر احمد یوسفی (ایم اے)

مدیر اعلیٰ ماہنامہ سیدھا راستہ، لاہور

ہدیہ : ۴۰ روپے

ملنے کا پتہ

نگینہ کتب خانہ

۴۹۔ عمر دین روڈ، وسن پورہ لاہور۔ ۳۹

فون نمبر 7286370

دین حنیف کا ترجمان

ماہنامہ سیدھا راستہ لاہور

عقائد کی پختگی اور اعمال کی درستگی

کے لیے عام فہم اور آسان سلیس اُردو

میں بیسیوں حوالہ جات سے مزین، دورِ

جدید میں

منفرد حیثیت کا حامل

زیرِ ادارت

منیر احمد یوسفی ایم۔اے

۴۹۔ عمر دین روڈ۔ وسن پورہ لاہور پوسٹ کوڈ ۵۴۹۰۰